

اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

پھیسوں ریکوڈ یشنڈ اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

جلas منعقدہ موخر 24 اگست 2020ء بروز سموار بہ طابق 4 محرم الحرام 1442 ہجری۔

نمبر شمار	مندرجات	صفہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	03
2	چیئرمینوں کا پیشہ۔	04
3	دعاۓ مغفرت۔	04
4	مشترک تعریقی قرارداد۔	07
5	رخصت کی درخواستیں۔	32
6	تحریک التوانہ 1 مجاہب جناب ثناء اللہ بلوچ، رکن اسمبلی۔	34
7	گورنر بلوچستان کا حکم نامہ۔	117

ایوان کے عہدیدار

اپیکر----- میر عبدالقدوس بزنجو
 ڈپٹی اپیکر----- سردار بابر خان موسیٰ خیل

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی----- جناب طاہر شاہ کاکڑ
 اسپیشل سیکرٹری (قانون سازی) ----- جناب عبدالرحمٰن
 چیف رپورٹر----- جناب مقبول احمد شاہ وانی



بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 24 راگست 2020ء بروز سوموار ببطابق 4 محرم الحرام 1442 ہجری، بوقت شام 5 بجکر 5 منٹ پر زیر صدارت سردار بابر خان موسیٰ خلی، ڈپٹی اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

إِنَّ الَّذِينَ امْنَوْا وَعَمِلُوا الصِّلَاةَ لَهُمْ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ هَذِلِكَ الْفَوْزُ
الْكَبِيرُ ط إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ط إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ط وَهُوَ الْغَفُورُ
الْوَدُودُ ط ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ط فَعَالٌ لِمَا يُرِيدُ ط

﴿پارہ نمبر ۳۰ سورۃ البروج آیات نمبر ۱۱ تا ۱۲﴾

ترجمہ: بیشک جو لوگ یقین لائے اور کیس انہوں نے بھلا نیاں ان کے لئے باغ ہیں
جسکے نیچے بہتی ہیں نہریں یہ ہے بڑی مراد ملنی۔ بیشک تیرے رب کی پکڑ سخت ہے۔ بیشک وہی
کرتا ہے پہلی مرتبہ اور دوسری۔ اور وہی ہے بخششے والا محبت کرنیوالا۔ مالک عرش کا بڑی
شان والا۔ کرڈا لئے والا جو چا ہے۔ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيْمُ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ۔ میں قواعد و انصباط کار، بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 13 کے تحت ذیل ارکین اسمبلی کو روایں اجلاس کیلئے چیزیں آف پیئنل کیلئے نامزد کرتا ہوں۔

1۔ سید احسان شاہ صاحب۔ 2۔ میر یونس عزیز زہری صاحب۔

3۔ جناب قادر علی نائل صاحب۔ 4۔ جناب شام لعل صاحب۔

میر حمل گھمٹی: جناب اسپیکر صاحب! تربت میں واقع ہوا ہے حیات بلوچ کے ساتھ، ان کو شہید کیا گیا ہے۔ اُس کیلئے فاتح خوانی کی جائے۔

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر صاحب! کلی سیمروئی میں ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک سلنڈر ریٹنے سے جس میں چھا افراد شہید ہو گئے۔ اُن کیلئے بھی فاتح خوانی کی جائے۔

محترمہ شکلیلہ نور قادری: جناب اسپیکر صاحب! سبی کے قریب ایک سیڈنٹ میں بیس لوگ شہید ہوئے ہیں تو اُن کیلئے بھی فاتح خوانی کی جائے۔

میر محمد اکبر مینگل: حاصل خان بزنجو صاحب انتقال کر گئے ہیں، اُن کیلئے بھی فاتح خوانی کی جائے۔ اور مزید یہ کہ سیاسی حوالے سے اُن کی جدوجہد ہمارے سامنے ہے۔ میر غوث بخش بزنجو کے وہ صاحبزادے تھے۔ اور بلوچستان کے حقوق اور جدوجہد کیلئے ہر فرم پر خاص کر ایوان بالا میں انہوں نے خاص کر جو اٹھارویں ترمیم میں اُن کا اہم کردار رہا ہے۔ لہذا اس ہاؤس کو ایک قرارداد کی شکل میں اُن کے کردار کو اور شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنی چاہیے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جتنے بھی بلوچستان میں شہید افراد ہیں، اُن کے حق میں دعائے مغفرت پڑھی جائے، جتنے بھی شہداء ہیں۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

جناب نصراللہ خان زیری: Point of order جناب اسپیکر! میں آپ سے اجازت چاہوں گا، اسمبلی کے قواعد و انصباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء قاعدہ نمبر 180 کے تحت میں آپ سے اجازت چاہوں گا کہ ایک تحریک کی مجھے اجازت دی جائے تاکہ جس طرح میرے دوست نے کہا میر حاصل خان بزنجو کو ہم خراج عقیدت پیش کریں ایک قرارداد کی صورت میں۔ اگر آپ اجازت دیں گے تمام ہاؤس کی جانب سے، اجازت ہے جناب اسپیکر؟

سردار عبدالرحمٰن چھیڑان (وزیر مکملہ خوراک): جناب اسپیکر! کیس چیز کی قرارداد لا ناچاہتے ہیں؟

جناب نصراللہ خان زیریے: میر حاصل خان بزنجو کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے۔
وزیر ملکہ خوراک: جی نہیں، ہم اسکو oppose کریں گے۔ میں ذاتی طور پر اسکو oppose کرتا ہوں۔

جناب نصراللہ خان زیریے: آپ کریں ہاؤس سے رائے لے لیتے ہیں۔
وزیر ملکہ خوراک: پورے ہاؤس کی نہیں ہوگی۔ اگر یہ بولیں گے اس کی تعریف میں، اُس کے جو بھی پہلو تھے وہ سارے بیان کروں گا ادھر۔ تو میں بذاتِ خود یا میرے ساتھ کوئی ساتھ دینا چاہتا ہے۔ اُس کی کوئی خدمات نہیں تھیں۔ میں اس چیز کا witness 2009ء کا ایکشن کا witness ہوں جب نواب ریسنسی چیف منستر تھے۔ میں witness ہوں کہ وہ کس طریقے سے وہ سینٹ میں آیا، باقی بہت ساری چیزیں ہیں۔ اگر یہ تحریک لائیں گے میں بولوں گا اُس پر۔

میر جان محمد خان جمالی: جناب اسپیکر! آگر آپ مجھے اجازت دیں میں ہاؤس کو قانون guide کرنا چاہتا ہوں۔
جناب ڈپٹی اسپیکر: جی جان جمالی صاحب۔

میر جان محمد خان جمالی: جی۔ اس موجودہ سینٹ کے وہ ممبر تھے حاصل خان۔ جس دن اُس کی وفات ہوئی، اگلے دن سینٹ کا اجلاس ہوا، تعزیتی ریفرنس کی صورت کرنے، اُن کے honour میں تقاریر ہوئیں۔ اور اجلاس پھر اُن کے honour میں adjourn کیا گیا۔ جس ہاؤس کا ممبر ہوتا ہے اُدھر یہ چیزیں ہوتی ہیں sitting Member یا آپ کے اطلاع کیلئے ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ جمالی صاحب۔
جناب نصراللہ خان زیریے: جناب اسپیکر! اس صوبے کیلئے حاصل بزنجو کی خدمات ہیں، اُن کے والد کی خدمات ہیں۔ وہ رکن قومی اسمبلی رہے ہیں۔ وہ سینٹر رہے ہیں۔ وہ ایک سیاسی بہت بڑے قوم پرست راہنمای تھے۔ لہذا یہ ہاؤس ایک قرارداد کے ذریعے انہیں ہم خراج عقیدت پیش کر سکتے ہیں جناب اسپیکر! اس میں تمام ہماری اپوزیشن کا جس طرح اکبر مینگل صاحب نے کہا، اس طرح، یہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ اور ٹھیک ہے بہت سارے لوگوں سے متعلق خراج عقیدت یہاں ہاؤس میں پیش کیئے گئے ہیں۔ ایک شخص کی ذاتی اُس سے یہ تم نہیں ہو سکتی جناب اسپیکر۔

وزیر ملکہ خوراک: جناب اسپیکر! جان جمالی صاحب ہمارے ڈپٹی چیئرمین سینٹ رہے ہیں۔ ہمارے چیف منستر رہے ہیں۔ ہمارے اسپیکر رہے ہیں۔ انہوں نے قانونی طور پر بتادیا کہ سینٹ میں اُس کیلئے جو کیا گیا ہے،

وہ کبھی بھی اس ہاؤس کا حصہ نہیں رہے ہیں۔ اور انکی خدمات۔ اگر یہ لمبائی میں جائیں گے بہت ساری خدمات میں بتاؤں گا کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی: آپ کسی کو بد نہیں کہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ آپ نے کہنا ہے آپ کہیں۔ آپ انہیں کہنے دیں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر حکمہ خزانہ): جناب اسپیکر! میر حاصل خان بزنجو ایک قد آور شخصیت تھے۔ میر غوث بخش بزنجو کے بیٹے تھے۔ ان کی ایک بڑی سیاسی تاریخ ہے میر غوث بخش صاحب کی۔ میر غوث بخش نے اس ملک کی جمہوریت، ملک کے وہ اقوام جو ملکوم رہے ہیں ان کے ساتھ۔ (مدائلت) نہیں میرا حق ہے سردار! ان کا بڑا اچھا کردار رہا ہے۔ اور میر حاصل خان بزنجو جو آج ہم میں نہیں رہے ہیں۔ وہ، ان کے ساتھ میری خصوصاً قریبی رفاقت تھی 2009ء میں جب وہ سینٹ کالیکشن لٹر رہے تھے۔ میں نے انکو ووٹ دیا تھا۔ نواب رئیسانی صاحب سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بھی ان کی مدکی تھی۔ جناب اسپیکر! میر حاصل خان جیسے لوگ بڑے کم پیدا ہوتے ہیں جن کی جمہوری روایات، جمہوری اقدار، جمہوری تاریخ میں جوانا کردار رہا ہے۔ بلکہ میر حاصل خان سیاسی حوالے سے ایک School of Thoughts اُستاد رہے ہیں۔ اور انکی بلوچستان میں بلکہ پورے پاکستان میں ایک سیاسی followings ہیں۔ میں انکو اپنی جانب سے خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ (ڈیک بجائے گئے)۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میر حاصل بزنجو پر رحم کرے۔ اور ان کی جو سیاست تھی ہم سب کو اس پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس میں ہاؤس سے رائے لی جائے گی۔

جناب نصراللہ خان زیریے: رائے لی جائے، مجھے اجازت دی جائے پڑھنے کی؟ جس rule کے تحت میں نے آپ سے request کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ تشریف رکھیں میں ہاؤس سے پوچھتا ہوں۔ کوئی رکن اسمبلی قاعدہ 180 کے تحت تحریک پیش کرے۔

جناب نصراللہ خان زیریے: میں، نصراللہ خان زیریے، قواعد و انصباط کار، بلوچستان صوبائی اسمبلی، مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 180 کے تحت تحریک پیش کرتا ہوں کہ ذیل مشترکہ تعزیتی قرارداد کو پیش کرنے کیلئے قواعد و انصباط کار، بلوچستان صوبائی اسمبلی، مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 225 کے تحت قاعدہ نمبر (2) 103 کے لوازمات کو معطل کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا تحریک منظور کی جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ لہذا محکمین میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ تعزیتی قرارداد پیش کرے۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! مشترکہ تعزیتی قرارداد، ہرگاہ کہ یہ ایوان نیشنل پارٹی کے مرکزی اور ممتاز قوم پرست راہنمایی نیٹر جناب میر حاصل خان بزنجو کے انتقال پر انہیں خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔ یہ کہ میر حاصل خان بزنجو ملک میں جمہوریت، آئین و قانون کی حکمرانی، پارلیمنٹ کی بالادستی، ملک میں حکوم اقوام کی قومی حقوق کے حصول اور آمریت کے خلاف ان کی جدوجہد قابل ستائش ہے۔ مرحوم راہنمای زمانہ طالب علمی ہی سے عوامی تحریک اور سیاسی جدوجہد سے وابستہ ہوئے۔ اور اس راہ میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیے۔ انہوں نے بطور کن قومی اسمبلی اور سینیٹر صوبے کیلئے ناقابل بیان گراں قدر خدمات سرانجام دیئے۔ اور خاص کر اٹھارھویں ترمیم اور اس کی دفاع کیلئے اپنا کردار ادا کیا۔ وہ بھی قابل تحسین ہے۔ لہذا یہ ایوان نیٹر میر حاصل خان بزنجو کی انتقال پر ان کے لواحقین سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اور ان کے روح کے ایصال ثواب کیلئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور ان کے پسمندگان کو صبر و جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مشترکہ تعزیتی قرارداد پیش ہوئی۔ محکمین تعزیتی قرارداد کی موزونیت بیان کریں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے اور ہاؤس کے تمام ممبران کا کہ انہوں نے اس قرارداد کو ایوان میں پیش کرنے کی مجھے اجازت دی۔ جناب اسپیکر! میر حاصل خان بزنجو ہمارے اس خطے کے، یہاں کے بلوچ اور پشتون عوام کے وہ ایک اہم راہنماء تھے۔ جناب اسپیکر! میر حاصل خان بزنجو نے زمانہ طالب علمی ہی سے قومی تحریک سے وہ وابستہ ہوئے۔ انہوں نے پوری اپنی زندگی میں عوام کے حقوق کیلئے بالخصوص اپنے عوام کے لئے اور اس ملک میں جمہوریت، پارلیمنٹ کی بالادستی، عوامی حکمرانوں، حکمرانی اور بالخصوص حکوم اقوام کے حقوق کے لئے ان کی جدوجہد ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

جناب اسپیکر! انہوں نے آمریت کے تمام دور میں۔ جزل ضیاء کے فوجی آمریت کے دور میں اور پھر جزل مشرف کے فوجی آمریت کے دور میں انہوں نے تحریک چلائی، جمہوریت کے لئے جناب اسپیکر! عوامی حقوق کے لئے One man one vote کے لئے انہوں نے تحریک چلائی۔ جناب اسپیکر! وہ ہر بات وہ گھل کر کہتے تھے۔ وہ کسی سے رعایت اس حوالے سے نہیں کرتے تھے جناب اسپیکر! ابھی جو سینٹ میں چیزیں میں کا انتخاب ہوا، اُس میں بھی وہ خود اس میں امیدوار تھے۔ اُس دن بھی ان کی تقریر جناب اسپیکر! ہمارے تاریخ

کا ایک سنہرہ اڈور یادگار رہے گا۔ جناب اسپیکر! اس قسم کے زعامے نے جن میں میر غوث بخش بزنجو، ان کے والد اور خان عبدالصمد خان اچکزئی شہید، سردار عطاء اللہ مینگل، نواب خیر بخش مری اس طرح سندھ کے جی ایم سید۔ ہمارے خیر پختونخوا کے باچا خان اور اس طرح باقی زعامے جنہوں نے اس راہ میں جدوجہد کی، عوامی حکمرانی کے لئے، عوام کے حقوق کے لئے، پارلیمنٹ کے لئے، جمہوریت کے لئے۔ جناب اسپیکر! اس قسم کے زعامے ہمارے سوسائٹی میں بہت کم ہیں۔ اور وہ کم ہوتے جا رہے ہیں۔ لہذا آج اس ایوان کی طرف سے اور میں اپنی پارٹی کی طرف سے پشتونخوا میں عوامی پارٹی کی طرف سے میر حاصل خان بزنجو کو ان کی خدمات کو انہوں نے جو خدمات سرانجام دیئے ہیں تو می تحریک میں جمہوریت کے لئے۔ میں انہیں خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ جس طرح میں نے قرارداد میں بھی کہا ہے کہ اُنکے لئے ہم دعا کریں اور ان کے جو چھوڑے ہوئے راستے ہیں ان پر ہم چلیں، عوامی حقوق کے لئے thank you جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ نصر اللہ خان زیرے صاحب۔

وزیر مکملہ خوراک: جناب اسپیکر! صاحب اجازت ہے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی۔

وزیر مکملہ خوراک: شکریہ اسپیکر صاحب۔ وہ تحریک لائے حاصل بزنجو کے لئے کہ اُس کی اس صوبے کے لئے بڑی خدمات ہیں، بہت ساری تعریفیں کی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی پہلے میں اپنے دوست کی توجہ جب سردار خیر بخش مری فوت ہوئے، ان کی حکومت تھی۔ یہ ایوان کا آپ ریکارڈ نکالیں کہ ان کے لئے فاتحہ خوانی بھی نہیں کرائی گئی۔۔۔ (مداخلت۔ آوازیں) نہیں ہوئی تھی میں گواہ ہوں، روکا گیا ان کیلئے فاتحہ خوانی نہیں کی گئی۔ جنازے پر آپ گئے ہوں گے۔ وہ اس ایوان کا حصہ تھے۔۔۔ (مداخلت) بھائی! مجھے بات کرنے دیں کیا میں نے آپ کی بات میں مداخلت کی ہے؟ آپ اپنا ریکارڈ نکالیں اس اسمبلی کا۔ اُس میں ان کی فاتحہ خوانی نہیں کرائی گئی۔ ایک بات۔ اب آتے ہیں حاصل بزنجو کی خدمات پر۔ تو میں تھوڑی سی روشنی ڈالوں گا کہ وہ اُس کی کتنی خدمات تھیں یہاں اس صوبے کے لئے۔ ایک single چیز اس نے صوبے کے لئے کی ہو یہ لوگ quote کریں اُس کو پورا ایوان میں اکیلا ہو گیا ہوں۔ 2009ء کے ایکشن، سینٹ کا ایکشن جس طریقے سے اُس نے جیتا۔ اس چیز کے گواہ بہت سارے لوگ ہیں۔ بسنت لعل گلشن اس چیز کا گواہ ہے۔ انور (بی ڈی اے) والا اس چیز کا گواہ ہے۔ سردار شاء اللہ زہری اس چیز کا گواہ ہے۔ اسلام بھوتانی اس چیز کا گواہ ہے۔ بہت سارے گواہ ہیں کہ وہ کس طریقے سے سینٹ کا ایکشن جیتا۔ کس خرید و فروخت سے۔ میرے گھر پر بھی رات کو

آئے۔ میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں سردار اسلام بزنجو اور یہ سارے جن کے میں نے نام لیئے۔ رضا اخبار والا یہ سارے آئے تھے۔ پیسے کروڑوں روپے اٹھائے ہوئے تھے۔ میں نے جواب دے دیا میں committed ہوں۔ میں نے زبان دی ہے حاجی لشکری رئیسانی کے ساتھ۔ آپ مجھے ایک ارب روپے دیتے ہیں میں ووٹ نہیں دوں گا۔ پھر اس ایوان کی یہ Lawn گواہ ہے کہ سردار شاء اللہ زہری نے اسکے لئے کیا کیا جدوجہم کی۔ last time بھی مجیب محمد حسنی اس چیز کا گواہ ہے کہ کیا ڈائیلگ ہوئے۔ گیو گواہ ہے، حاجی لشکری گواہ ہے۔ تو جس طریقے سے وہ 2009ء سے 2015ء تک سینٹر بنا۔ پھر جس طریقے سے یہ کہتے ہیں کہ ڈکٹیٹر اور یہ۔ جس طریقے سے اکثریت سردار شاء اللہ زہری کی مسلم لیگ (ن) کی تھی۔ جس طریقے سے جو بھی طریقہ استعمال ہوتا ہے انہوں نے کر کے اقلیت کو گورنمنٹ دی۔ وہ بھی اس کی جمہوریت پسندی کی بھی ایک مثال ہے۔ یہ میں تاریخ کی باتیں کر رہا ہوں۔ میں ثبوت کے ساتھ باتیں کر رہا ہوں کہ مسلم لیگ (ن) کی کیا اکثریت تھی 2013ء سے 2018ء تک۔ پھر جس طریقے سے انہوں نے سودے بازی کی، ڈھائی ڈھائی سال کا period رکھا۔ یہ ان کی جمہوریت پسندی کی ایک اور مثال ہے کہ کتنا وہ جمہوریت کا جو ہے ناں شیدائی تھا۔ اس کے بعد اس کی کیا خدمات تھی وہ بھی میں آتا ہوں۔ ہیلٹھ منٹری میں اس نے کیا کمال کیا، یہ ریکارڈ میں موجود ہے۔ NAB کے ریفرنس بنے۔ وہ کس شخص نے جا کے وہ ریفرنس اس کے ہیلٹھ والے ختم کرائے؟ جس میں اس کا right hand یوسف بزنجو ڈاکٹر بیٹھا رہا، اس پر کیس بنے۔ ایم ایس ڈی کی کتنی دوایاں، کتنی اُن کے equipments کس طریقے سے ہوئے یہ ایوان گواہ ہے۔ پھر hepatitis donation کے آئی تھی۔

نواب محمد اسلام خان رئیسانی: جناب اسپیکر صاحب! میں ٹوکن واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس مرحلے پر نواب محمد اسلام خان رئیسانی واک آؤٹ کر کے ایوان سے باہر چلے گئے)

وزیر ملکہ خوراک: حق ہے ہر ایک کو بالکل۔ پھر پہاڑا میں کے انځشن آئے خیراتی donation وہ ان کو لیبل لگا کہ اس صوبے کے اسی MSD میں بیچ گئے۔ اس چیز کا سردار سرفراز ڈوکی گواہ ہے کہ کیا ہوا۔ پھر انکا اقتدار آیا۔ جس طریقے سے انہوں نے چادر و چار دیواری کے تمثیر اڑایا، میں اس کا victim تھا۔۔۔ (مداخلت) شاء! میں بات کر رہا ہوں please مجھے اپنی بات complete کرنے دیں پھر آپ بالکل آپ کا حق ہے۔

جناب شاء اللہ بلوج: جناب اسپیکر! تمہاری سی آپ کی توجہ چاہیے۔ ایک شخص جب اس دنیا میں نہیں

ہے۔ دیکھیں! آپ اگر اس کی بلوچستان اسمبلی یا بلوچستان کے حوالے سے اُن کی خدمات کو۔ وہ اگر یہاں موجود ہوتے تو اپنا دفاع کرتے ٹھیک ہے sir یہ تعزیتی قرارداد ہے یہ سیاسی قرارداد نہیں ہے۔ وزیر ملکہ خوراک: میں نہیں مانتا ہوں تعزیتی قرارداد کو۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: آپ کو اس ایوان کے تقدس کو برقرار سمجھتے ہوئے میرے خیال میں اس بحث کو اس موضوع کو۔

وزیر ملکہ خوراک: نہیں میں تو بولوں گا اس پر۔

وزیر ملکہ خزانہ: بولنا ہر کسی کا حق ہے۔ لیکن ایک مرے ہوئے آدمی کے بارے میں اس طرح بول رہے ہیں یہ مناسب نہیں ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: ہاں sir ایک شخص ابھی اس دنیا میں نہیں ہے یہ مناسب نہیں ہے جناب! اس پر ہم ٹوکن واک آؤٹ کرتے ہیں۔ ہم دفاع کریں گے ان کا یہاں یہ جو ساری باتیں کی گئی ہیں۔ یہ جناب والا! مناسب نہیں ہے۔ یہ بلوچستان کی روایات کے منافی ہیں۔ بلوچستان کے نہیں بلکہ اسلامی روایات کے منافی ہیں۔ انسانی روایات کی منافی ہیں۔ مہربانی sir ہم نہیں سن سکتے ہیں مناسب نہیں ہے۔

میر حملہ کلمتی: ہم نہیں سن سکتے ہیں۔ ہم اس ایوان سے واک آؤٹ کرتے ہیں۔

وزیر ملکہ خوراک: ہاں آپ بالکل واک آؤٹ کریں آپ کا حق ہے۔ کل جوانہوں نے میرے گھر پر فوسرز بھیجی، میرے گھر کی تلاشیاں لی گئیں۔ یہ ان قوم پرستوں کی اور یہ جو جمہوریت کے ٹھیکیدار ہیں ناں ان کا زمانہ تھا۔ تو میں اس تحریک کا حصہ نہیں ہوں۔ میں اس قرارداد کا حصہ نہیں ہوں۔ وہ جمہوریت پسند نہیں تھا بلکہ وہ ایک ایجنت تھا۔

(اس مرحلہ میں اپوزیشن ٹوکن واک آؤٹ کر کے ایوان سے باہر چلی گئی)

مولوی نور اللہ: جناب اسپیکر! کورم پورا نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کورم کے لئے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ میں کورم کی گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب ڈپٹی اسپیکر: ابھی تک کورم پورا نہیں ہوا نواب صاحب آپ بیٹھ جائیں یہ ریکارڈ کا حصہ نہیں ہو گا۔ جی ابھی کورم پورا ہو گیا ہے، گھنٹیاں بند کر دیجئے۔

نواب محمد اسلم خان ریسیمانی: صرف مسلمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر باقی ہم سب

انسان غلطیاں کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر انہوں نے اس قسم کی بات کی۔ مطلب ان کی بات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میر حاصل خان ہمارے لئے بہت محترم تھے۔ ہم اکھٹے پارٹی میں رہے ہیں۔ لیکن یہ بھی کوتا ہیاں انسان میں ہوتی ہیں۔ یعنی ان حالات میں ان کوتا ہیوں کو انسان نظر انداز کرتا ہے۔ لیکن جوان کی اچھائیاں ہیں۔ جوان کی جدوجہد ہے کم از کم ہم یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے کوئی ان جیسی بڑی سودا بازی نہیں کی۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور اللہ ان کی مغفرت کرے۔ اور ان کی ایک جدو چہد تھی جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ میر حاصل خان کا ایک اچھا مقام تھا اور ایک اچھا کردار تھا۔ شکریہ جناب اپسیکر۔

جناب ڈپٹی اپسیکر: جی ملک نصیر شاہ ولی صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہ ولی: ڈسم اللہ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ۔ شکریہ جناب اپسیکر صاحب! سب سے پہلے میں نیشنل پارٹی کے سینئر نائب صدر میر حاصل خان بزرگو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور ان کی جوانانک موت ہے اس سے پورا بلوچستان ایک ایسے سیاسی دانشور اور ایک پارٹی کیلئے ان کی جدوجہد، ان کی اپنی خاندان کی ایک طویل تاریخ ہے۔ وہ مرحوم میر غوث بخش بزرگو کے فرزند تھے۔ اور زمانہ طالب علمی سے لیکر آج تک قوم پرستانہ سیاست سے وابستہ رہے۔ میر غوث بزرگو بلوچستان کے پہلے گورنر ہے ہیں۔ اور میرے خیال میں اگر انکو بلوچستان کی تمام جو سیاسی قائدیں ہیں جس میں سردار عطاء اللہ میں گل، نواب خیر بخش خان مری دیگر سیاسی قائدیں ہوں جس طرح خان عبدالصمد خان اچنری یا بلوچستان میں بننے والے دیگر سیاسی قائدیں اگر ان کو اُستاد کہا جائے میرے خیال میں یہ بے جا نہ ہوگا۔ ذاتی حوالے سے انسان کے اندر بہت ساری سیاسی کمزوریاں اور خامیاں ضرور ہوتی ہیں۔ جس طرح آج سردار صاحب کو ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہمارے بلوچستان کی ایک روایت ہے کہ کسی کے مرنے کے بعد ہم ہمیشہ ایک دوسرے کو معاف کرتے ہیں۔ لیکن آج اس کو بھی اس ایوان کے ساتھ دیکھ دیکھ میرے خیال میں آج تمام سیاسی پارٹیاں آج بیٹھی ہوئی ہیں، وہ متفقہ طور پر میر حاصل خان بزرگو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔ ان کو بھی ان سب کا ساتھ دینا چاہیے تھا۔ اور ہمارے اندر جو چھوٹی مولیٰ غلطیاں ہیں یا ہمارے ذاتی حوالے سے جو دشمنیاں ہیں ہم اس کو مرنے کے بعد ہمیشہ فراموش کرتے ہیں۔ لیکن جمیع حوالے سے بلوچستان پر نیشنل پارٹی کی حکومت بھی رہی ہے۔ ڈھائی سال نیشنل پارٹی کے ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ نے بلوچستان میں حکومت کی ہے۔ وہ ایک متوسط طبقے کی سیاست کر رہے ہیں۔ اور گزشتہ ڈو ر حکومت میں بھی اور اس ایوان کے اندر ان کی اپنی پارٹی کی ایک بہت بڑی تعداد تھی۔ ایک دفعہ اگر سینئٹ میں کسی حوالے سے ان کی پارٹی کی تعداد کم سہی لیکن وہ اپنے

علاقے سے ایم این اے بھی منتخب رہے اور ایوان بالا کے بھی حصہ رہے ہیں۔ تو سیاسی حوالے سے بلوچستان نیشن پارٹی کی جانب سے اور اپنی جانب سے میں ان کو ایک دفعہ پھر خراج تحسین پیش کرتا ہوں، ان کی جدوجہد کے بلوچستان آج ایک سیاسی دانشور ایک اچھے سیاسی پارٹی کے قائد اور ایک سیاسی خاندان سے تعلق رکھنے والے شخص میر حاصل خان بزنجو سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جواہر محنت میں جگہ دے اور ان کی مغفرت کرے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آمین۔ جی میر ضیاء اللہ صاحب۔

میر ضیاء اللہ اللاغو (وزیر مکملہ داخلہ و قائمی امور): **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**۔ جس طرح دوستوں نے بات کی، میر حاصل خان بزنجو کے حوالے سے۔ وہ ایک سیاسی اُستاد کی حیثیت رکھتے تھے۔ ہم سب نے ان کے ساتھ کام کیا ہے۔ وہ میر غوث بخش بزنجو کے فرزند تھے۔ ان کے والد صاحب کے وقت سے ان کے آباء و اجداد کے وقت سے ان کی جدوجہد رہی ہیں بلوچستان کے لیے۔ جو انہوں نے بلوچستان کے حقوق کے لیے آواز بلند کی ہے سینٹ میں یا قومی اسمبلی میں یا کسی بھی سیاسی پلیٹ فارم میں۔ میں ان کو آج اپنی طرف سے اپنی پارٹی کی طرف سے خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اور ان کے بے وقت موت پر تعزیت کرتا ہوں۔ والسلام۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بہت شکر یہ۔ جی حاجی اکبر آسکانی صاحب۔

میر محمد اکبر آسکانی: جناب اسپیکر صاحب! میر حاصل خان بزنجو مرحوم، میر غوث بخش بزنجو کا بیٹا تھا۔ انہوں نے بلوچستان میں بہت کوشش کی ہے بلوچستان کی بہتری کے لیے اور اپنے عوام کے لیے۔ ان کی خدمات پورے بلوچستان کیلئے تھیں۔ ہم ان کو آج قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جس کی جو اختلافات ہیں وہ جوفوت ہوا وہ اختلافات اپنی جگہ۔ وہ ایک قبائلی بندہ تھا، ایک سیاسی بندہ تھا۔ ایک قوم پرست تھا۔ ہم ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔ شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی زہری صاحب۔

میر یوسف عزیز زہری: میں اپنی جماعت جمعیت علماء اسلام کی طرف سے میر حاصل خان بزنجو کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اور میر حاصل خان بزنجو کے بارے میں اگر ہم یہاں بات کریں وہ ایک کھلی کتاب تھے۔ وہ شاشان کے پہاڑوں میں پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے جن پھر لیا اور جن کٹھن مرحلوں میں انہوں نے سیاست شروع کی ان کے والد میر غوث بخش بزنجو کی سیاست سے پورا پا کستان واقف تھا کہ انہوں نے بلوچستان کے لیے کیا کیا اور اس ملک کے لیے کیا کیا۔ اور اس کے بعد اس نے اپنی سیاسی فرزند میر حاصل خان بزنجو کو پاکستان کے لیے اور اس ملک کے لیے اور ہمارے بلوچستان کے لیے یہ اس کا ایک vision تھا۔ میر

حاصل خان بزنجو نے کبھی بلوجستان کو مایوس نہیں کیا تھا۔ اور انہوں نے جہاں بھی کھڑے ہوئے انہوں نے بلوجستان کے حقوق کی بات کی اور بلوجستان کی بات کی۔ اور آج بھی ہم اُن کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ میں اپنی جانب سے، اپنی جماعت کی جانب سے میر حاصل خان بزنجو کی کمی کو بلوجستان میں بھی محسوس کریں گے، یہ ایوان بھی محسوس کریگا، ہمارا پورا پاکستان بھی اُن کی کمی کو محسوس کریگا۔ کیونکہ ہم ایک اچھے سیاستدان سے، ایک اچھے بھائی سے، ایک اچھے دوست سے ہم لوگ محروم ہو گئے۔ ہم اُن کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ جی میر ظہور صاحب۔

وزیر پنجکھہ خزانہ: جناب اسپیکر! جس طرح ہمارے ارکین اسمبلی نے میر حاصل خان کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کی ہے۔ میر حاصل خان صرف ایک نام نہیں تھا بلکہ ایک سوچ کا نام تھا ان کی ایک سیاسی تاریخ، ایک سیاسی سوچ۔ ان کے حوالے سے جتنی بھی بات کریں کم ہے۔ میر حاصل خان اس گھر میں پیدا ہوئے جہاں ان کے والد صاحب نے شروع دن سے پاکستان بننے کے بعد بلوجستان میں جس طرح انہوں نے politics کی بلوجستان میں جس طرح لوگوں کو ایک آواز دی، بلوجستان کی جو ایک پہچان ہے پورے پاکستان میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں ایک پہچان بنائی۔ میر حاصل خان اس گھر میں پیدا ہوئے اور انہوں نے کبھی بھی اپنے والد کا سیاسی نام استعمال نہیں کیا۔ اُن میں ایک چیز منفرد تھی کہ انہوں نے اپنی سیاسی قدوم قدمت بنائی۔ انہوں نے سیاست کی DSF کے فورم سے communism party کی سیاست کی۔ پھر BNP کی سیاست کی۔ اور آخر میں نیشنل پارٹی کی پلیٹ فارم سے جڑے رہے۔ وہ ہمیشہ مظلوموں کی آواز بن کر اُبھرے ہیں۔ میر حاصل خان نے صرف اپنے آپ کو ایک بلوجستان کے صوبے تک محدود نہیں رکھا بلکہ ہر وہ قوم ہر وہ یہاں پر رہنے والے ہروہ مظلوم اُن کی بے باک آواز بن کر وہ پاکستان کی سیاست میں اُبھرے۔ جہاں تک بات کرنا، جہوریت میں ہر کسی کا حق ہے۔ ہر کسی کو اختیار ہے کہ وہ اپنی بات کر سکتا ہے۔ اپنا موقف دے سکتا ہے۔ اس میں ہم کسی کو نہیں روک سکتے۔ لیکن میں گواہ ہوں 2009ء کا جہاں میر حاصل خان بزنجو صاحب پر جو ازالات لگے، اُن کا ایک ووٹر میں ہوں۔ حمل کلمتی ہے۔ اسلام بھوتانی صاحب ہے۔ مرحوم جام محمد یوسف صاحب جو اُس وقت پیر گیلانی صاحب اور سردار اسلام بزنجو صاحب تھے۔ اللہ کو حاضر و ناظر جان کر میں یہ کہتا ہوں کہ ہمیں نہ کسی نے ایک روپے کی آفر کی۔ بلکہ میں آزاد جیت کر آیا تھا۔ حمل کلمتی صاحب تھے۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) اسلام بزنجو صاحب تھے۔ میں نے خود اس وقت بات کی کہ بجائے ہم اپنا ووٹ کسی کو دیں کل جو ہیں ہم پر ہزار

الزامات لگیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم ایک ایسے آدمی کو ووٹ دیں۔ ایسے شخص کو دیں جو بلوچستان کے لیے آواز بنے۔ کل ہمارا جو ہے میر مطمئن ہو۔ اس نظر یہ کوئے کہ ہم گئے نیشنل پارٹی کے پاس میر حاصل خان کے پاس کہ ہم کیا کریں۔ میں a سیاسی کارکن اُن سے مشاورت کے لیے گیا تھا۔ تو فیصلہ یہ ہوا کہ جی میر حاصل خان جو ہے اپنی قسمت آزمائی کریں گے۔ اُس وقت انکو 6 solid ووٹ ملے۔ پھر میں اس campaign میں بذاتِ خود شامل تھا۔ ہم لوگ گئے مختلف لوگوں کے پاس۔ نواب اسلم ریسیانی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُس وقت وزیر اعلیٰ تھے۔ اُن کی مد بھی ہمیں حاصل تھی۔ 14 سینئنڈ ملے، جو میر حاصل خان کا conductor تھا اس کو 7 solid ملے۔ اور میر حاصل کو 752 ووٹ ملے۔ 52-point سے وہ جیتے۔ پھر ہم نے کہا جو مخالفین تھا اُس نے کہا کہ جی ہم اس ریکارڈ کو دوبارہ re-election کراتے ہیں، میں میر حاصل خان، ڈاکٹر عبدالمالک نواب صاحب گواہی دیں گے۔ ہم نواب صاحب کے پاس گئے۔ اور نواب صاحب نے فون اٹھایا کہ میر کا چھوڑواروہی الفاظ تھے کہ وہ ایکشن میں کھڑے ہوئے ہیں وہ جیتے ہیں کوئی بندہ اس کو ہر انہیں سکتا اور وہ پھر سینٹ کامبئر منتخب ہوا۔ جو ووٹ میں نے میر حاصل خان کے حق میں دیا ہے آج میر اضمیر مطمئن ہے کہ میں نے اپنا ووٹ ضائع نہیں کیا۔ ایک ایسی قدر آرٹیکلیت کو دی کہ جو آج اُس نے پھر جا کر سینٹ میں ایک آواز بن کر بلوچستان کے لیے اُبھرے۔ اور اس آواز کو support کرنے میں میرا جمل کمٹی کا، نواب صاحب کا، اسلام بھوتانی کا، نواب شاء اللہ زہری کا اور پر گیلانی کا ہاتھ تھا۔ کوئی اور بات نہیں تھی۔ میں معذرت کے ساتھ ایک انسان دنیا سے فوت ہوتا ہے۔ انسان تو ہم سارے ہیں۔ کروڑوں اربوں ہیں یہاں پر۔ لیکن لیڈر ایک بتتا ہے۔ اچھا انسان وہ بتتا ہے کہ وہ دوسروں کے کام آئے۔ دوسروں کے لیے مشعل راہ ہو۔ اور وہ ایک سیاسی اُستاد تھے۔ میر حاصل خان بلوچستان میں پاکستان کے فیدریشن میں رہتے ہوئے جو سیاست کی وہ ہم سب کے لیے مشعل راہ ہے۔ میں اپنے بھرپور طریقے سے اپنے طور پر جو میرے minded like the لوگ ہیں، گورنمنٹ نچ کی، اُن کی طرف سے میر حاصل کو زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اور ہمیں ان کے اصولوں پر چلنے کی توفیق عطا کریں۔ آمین۔ مہربانی جی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی قادر علی نائل صاحب۔

جناب قادر علی نائل: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ شکریہ جناب اسپیکر! میں اپنی جماعت کی طرف سے، اپنی طرف سے جو قرارداد لائی گئی ہے اس کی حمایت کرتا ہوں۔ اور میر حاصل خان بُنجوکی فیلمی نیشنل پارٹی کے قائدین اور کارکنوں اور بلوچستان کے مکوم اور مظلوم عوام کو اپنی طرف سے تعریت پیش کرتا ہوں۔ میر حاصل کی

موت ایک المناک سانحہ کے طور پر ہم دیکھ رہے ہیں۔ ہماری پارٹی کے ایک اعلیٰ سطحی و فدغمزدہ خاندان اور غمزدہ کارکنوں کے غم میں شریک ہونے کے لیے نال بھی گئے تھے۔ کچھ اس طرح بتایا گیا کہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: دو منٹ تشریف رکھیں اذان شروع ہے۔

(خاموشی۔ عصر کی اذان 5 بجکر 45 منٹ پر ہوئی)

جناب قادر علی نائل: جناب اسپیکر! جس طرح دوستوں نے بتایا کہ سیاسی عمل میں یا سیاسی جدوجہد میں بلوچستان کی ایک تاریخ ہے۔ اور یہاں اس تاریخ میں جن جن شخصیات نے اپنا کردار ادا کیا ہے، چاہے وہ جس بھی قبیلے سے ہوں یا قوم سے ہوں، وہ سیاسی کارکن کی حیثیت سے ہمارے لیے ان کی جدوجہد مشعل راہ ہیں۔ چراغ راہ ہیں۔ اسی طرح ایک ٹیل کلاس کارکن کے لیے میر حاصل خان بزنجو بھی ایک چراغ راہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ آج نہ صرف نیشنل پارٹی کے کارکن بلکہ حقیقی سیاسی عمل سے جڑے ہوئے جتنی بھی سیاسی کارکن ہیں، وہ غمزدہ ہیں۔ ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی، ہزارہ قوم۔ میر حاصل خان بزنجو کی نیلی اور ان کے خاندان اور بلوچستان کے عوام کے ساتھ اظہار تعریت کرتی ہے۔ اور ان کو ان کی سیاسی جدوجہد پر خراج عقیدت پیش کرتی ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ جی۔

جناب مکھی شام لعل: جناب اسپیکر صاحب! میر حاصل خان بزنجو کی بلوچستان کے لیے بہت خدمات تھیں، وہ غریب نواز تھے، انہوں نے کافی بلوچستان میں جمہوریت کے لیے بھی جدوجہد کی۔ تو میں اپنے ہندو برادری کی طرف سے اور اپنی پارٹی کی طرف سے ان کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں جگہ دے۔ آمین۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ جی مولوی نور اللہ صاحب۔

مولانا نور اللہ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ جناب اسپیکر! میر حاصل خان بزنجو ایک سیاسی راہنماء تھے۔ ان کی رحلت کر جانے سے یہاں ایک خلاء پیدا ہوئی ہے۔ یہاں اس مقدس ایوان میں کسی مرحوم راہنماء کے بارے میں اس طرح کا اظہارِ خیال یہ میرے خیال میں بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کے حوالے سے مناسب نہیں۔ جب ابو جہل کو قتل کیا گیا تو بہت مظلوم مسلمان اور صحابہ کرام، نبی کریم ﷺ کی مجلس میں اُس کے بارے میں کچھ نامناسب کلمات استعمال کیئے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے ہدایت کے طور پر یہ ارشاد بیان فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ "مرحومین کو برے الفاظ سے گالی گلوچ سے یاد ملت کرو" اُس کا

تذکرہ اس انداز سے نہیں کیجھ کیونکہ اس سے پسمندگان کو اذیت پہنچتی ہے۔ ابو جہل جیسے بڑے کافر اور ظالم کے بارے میں جب نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ میر حاصل بن بنجواہ مارا ایک قوم پرست لیڈر تھا۔ سیاسی راہنماء تھا۔ میر غوث بخش بن بنجواہ صاحب کا فرزند احمد نہ تھا۔ ان کے سیاسی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ مولوی صاحب۔ جی مسٹر دنیش۔

جناب دنیش کمار (پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف): جناب اسپیکر صاحب! ہمارے دوستوں نے میر حاصل خان بن بنجواہ کی زندگی پر وشنی ڈالی تو یقیناً میں بھی کہتا ہوں کہ ان جیسے لیڈر صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ میر غوث بخش بن بنجواہ کی جو تعلیمات تھیں ان پر من و عن عمل کیا۔ اور انہیں کے ایک جو پروگرام تھے ان کو لے کر چلے۔ میں آپ کو ایک واقعہ بتاتا ہوں کہ میر حاصل خان بن بنجواہ سے میں ملا اقلیتی برادری کے ساتھ۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ اقلیتی برادری نہیں ہیں یہ میرے بن بنجواہ ہیں۔ میرے بچے ہیں۔ میرا دل اتنا خوش ہوا۔ میں نے کہا دیکھیں! میں داد دیتا ہوں۔ اور وہی الفاظ آج مجھے یاد ہیں۔ ان لفظوں کو میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ اسپیکر صاحب! آپ کے توسط سے، اسمبلی کے توسط سے پوری اقلیتی برادری کی توسط سے اُنکے لواحقین سے اظہار تقدیر کرتا ہوں اور پروردگار سے بھی دعا کرتا ہوں کہ انھیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

-thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی گہرام گٹھی صاحب۔

نوابزادہ گہرام خان گٹھی: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ سب سے پہلے میں جمہوری وطن پارٹی کی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے یہ جو واقعہ ہوا ہے اور سب ساتھیوں نے جو ذکر کیا ہے میر صاحب کے بارے میں کہ ایسے لیڈر بہت کم پیدا ہوئے ہیں بلوجستان میں۔ اور آنے والے دنوں میں بہت کم ہوں گے۔ ان کے ساتھ ہم لوگوں کے بڑوں کے تعلقات تھے ان کے والد کے ساتھ اور میرے دادا مرحوم کے ساتھ اُنکے تعلقات تھے۔ اور ہمیشہ انہوں نے یہ جمہوریت کو فیڈریشن میں اور بلوجستان میں مضبوط کرنے کی بات کی ہے۔ کبھی جھکنہیں ہیں وہ۔ اور اس غم میں ان کے خاندان کے ساتھ ہم سب شریک ہیں۔ اور انھیں خراج تحسین کرنا چاہتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور ان کو جنت والفردوس میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی مبین خان۔

جناب محمد مبین خان خلجمی: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ۔ سَمِّ اللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ۔ میں پاکستان تحریک انصاف کی طرف سے میر صاحب کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور میں انہیں خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی ملک نعیم بازی صاحب۔

ملک محمد نعیم خان بازی: شکریہ اسپیکر صاحب! میں اپنی طرف سے اور اپنی پارٹی کی طرف سے میر حاصل بننجو صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور یہ قوم پرست لیدر تھے۔ ہم لوگوں کا سیاسی اُستاد تھے۔ میں اللہ پاک سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ جنت الفردوس میں انکو جگہ دے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی حمل کلمتی صاحب۔

میر حمل کلمتی: شکریہ جناب اسپیکر۔ جناب اسپیکر! آج ایک اہم سیاسی شخصیت، قوم پرست اور میر غوث بخش بننجو کے فرزند میر حاصل خان جو ہم میں نہیں رہے اب۔ میر صاحب کی، کیونکہ میں student-life سے اُنکے ساتھ politics کرتا رہا ہوں جب میں استوڈنٹ تھا۔ انہوں نے B.N.D.P بنائی 2001ء میں۔ اور میرے والد صاحب اُنکے والد مرحوم میر غوث بخش کے ٹائم سے politics کرتے رہے۔ ہمیشہ دوست رہے۔ وہ ایک سیاسی اُستاد تھے ہمارے۔ اور بلوچستان کیلئے پاکستان کے آئین میں رہتے ہوئے ہمیشہ بلوچستان اور اس سر زمین کیلئے انہوں نے آواز اٹھائی۔ مظلوموں کیلئے آواز اٹھائی۔ ہم جیسے اسٹوڈنٹ کو وہ چھوڑ کر گئے ہیں۔ اور جس طرح میرے بھائی بلیدی صاحب نے فرمایا۔ میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ جب وہ سینٹ کیلئے کھڑے ہوئے۔ میرے والد صاحب نے، میں اُس ٹائم ایک پارٹی سے تعلق رکھتا تھا مسلم لیگ (ق) سے، غلطی سے۔ تو میرے والد صاحب نے مجھے کال کی کہ میر صاحب کے بیٹے سینٹ ایشن میں کھڑے ہوئے ہیں آپ نے انکو ووٹ کرنا ہے۔ میں نے ظہور بلیدی نے جو ہماری پوری جو اُنکے سپورٹر ز تھے اسلام بھوتانی صاحب۔ سردار اسلام صاحب۔ بلکہ ہم نے ان کیلئے اپنے سارے ووٹ چاہے وہ لیدریز ووٹ ہوں یا ٹینکریٹ ہوں۔ سب ہم نے اُنکے حوالے کیں۔ ہم نے کہا ہمارے دعا ہے کہ آپ ایک ایسے باپ کے بیٹے ہیں جنہوں نے اس سر زمین کیلئے قربانی دی ہے۔ تو ہم ہمیشہ اُنکے ساتھ کھڑے رہے۔ وہ ہمارے لیئے ایک سیاسی اُستاد تھے۔ اور جب وہ بیمار تھے۔ میں تین، چار دفعہ اُنکی عیادت کیلئے گیا۔ بلکہ آخری دفعہ میں پارلیمنٹ لو جز جب اُنکے پاس گیا۔ میں نے کہا میر صاحب آپ بیمار ہیں۔ آپ کو rest کی ضرورت

ہے۔ آپ ابھی تک اُسی طریقے سے گھوم رہے ہیں۔ آپ وہ پہلے والے حاصل خان نہیں رہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک زندہ ہوں اپنے والد کی طرح اپنی جدو جہد کو جاری رکھوں گا۔ اور اس سرزین کیلئے قربان ہو کر جاؤ نگا۔ میں انکو اپنی جانب سے خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اور یہی امید کرتا ہوں کہ اُنکی اولاد اُنکی جگہ لیں گے۔ شکریہ جناب اپسیکر۔

جناب ڈپٹی اپسیکر: سلیم ھوسدے صاحب۔

میر سلیم احمد ھوسدے (وزیر محکمہ مال): ایک بڑے باپ کا ایک بڑا بیٹا جو اس فانی دُنیا سے گوچ کر گیا۔ ہمیشہ تاریخ اُسکو ایک اچھے الفاظ میں یاد رکھے گی۔ اور اس کی جدو جہد ہمیشہ تاریخ میں زندہ رہے گی۔ جس طرح وہ بڑے نذر شخص تھے میر حاصل بزنجو۔ انہوں نے ہمیشہ بلوچستان کے موقفہ کو واضح اور بڑے ہی دلیری کے ساتھ جہاں کہاں fight کیا۔ وہ ایک مُل کلاس کے لیڈر تھے۔ ہمیشہ اُنکے حق اور حقوق کی بات کی۔ تحفظ کی کوشش کی۔ ہم ہمیشہ اُسکو یاد رکھیں گے۔ جس طرح میرے دوست نے کہا like minded ہمیشہ، ہماری پوری، بلوچستان عوامی پارٹی انکو جو ہے یہ جو قرارداد پیش کی گئی ہے ہم بھی اس قرارداد میں شامل ہیں۔ اور اُنکے غم میں۔ اُنکے جو فیلی کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور ہم دعا کرتے ہیں کہ میر حاصل بزنجو کو اللہ پاک جنت الفردوس میں اعلیٰ درجہ عنایت فرمائے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اپسیکر: جی شاء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ شکریہ جناب اپسیکر! تعزیتی قرارداد کے حوالے سے یقیناً میر حاصل خان بزنجو صاحب اور اُنکے والد محترم غوث بخش بزنجو صاحب کی بلوچستان میں سیاسی شعور، سیاسی آگاہی اور بیداری میں بہت بڑا کردار رہا ہے۔ یقیناً وہ ایک خاندان کا پورا کردار ہے بلوچستان میں، اُس خطے میں، جہاں پر اتنے سنگلاخ پہاڑ ہیں۔ اتنی پسمندگی ہے۔ تعلیم کی کمی کے باوجود آج اگر بلوچستان میں سیاسی شعور کی کوئی اگر شمعیں اور کرنیں آپ کو بلوچستان کے ڈور افتادہ علاقوں میں نظر آتی ہیں۔ اُسکی بنیادی وجہ یقیناً اُنکے آباؤ اجداد تھے۔ اور اُنکے آباؤ اجداد کے اس جدو جہد کے باعث میر حاصل خان بزنجو نے بلوچستان کے سیاست میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اس وقت بلوچستان کے ایک بہت بڑی جماعت کے سربراہ بھی ہے۔ نیشنل پارٹی بلوچستان کے ایک بڑی جماعتوں میں سے ایک جماعت ہے۔ اور یقیناً اُنکی جو بے وقت موت نے بلوچستان کو بہت تکلیف اور مشکلات سے دوچار کیا ہے۔ آج بلوچستان جن حالات سے گزر رہا ہے۔ جس پر ہم آج اور کل ایک، دو دن بحث کریں گے۔ ان حالات میں بلوچستان میں تدبیر کرنے والی، فہم و فراست رکھنے والی،

بلوچستان کے معاملات کو سمجھنے والی قیادت کی بہت ضرورت ہے۔ بلوچستان اس وقت بچکو لے کھار ہا ہے۔ بلوچستان اس وقت خون آلو دھے ہے۔ بلوچستان کی سڑکوں پر ماڈل اور بینیں باہر احتجاج کر رہی ہیں۔ بلوچستان میں غم ہے۔ آہیں ہیں۔ سکیاں ہیں۔ ایسے حالات میں بلوچستان کو تمام جماعتوں میں۔ ہم سب مختلف المزاج لوگ ہیں۔ کچھ نرم ہیں۔ کچھ دھیرے بولتے ہیں۔ کچھ تند لے جیسے بھولتے ہیں۔ لیکن، ہم سب کا مقصد یہ ہے کہ بلوچستان کو کسی نہ کسی ان رُے حالات سے ان بچکو لوں سے نکال کر آگے لے جانا ہے۔ میر حاصل خان بزنجو صاحب اُن میں سے ایک تھے۔ مجھے فخر حاصل ہے کہ 97ء میں جب میں قومی اسمبلی کا ممبر تھا مسٹوگ، قلات اور خاران سے تو وہ بھی قومی اسمبلی کے نمبر تھے۔ اور جب میں قومی اسمبلی ایوان میں گئے تو انکا یقیناً تجربہ اور عمر زیادہ تھا۔ تو بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ بہت سی جگہوں پر اگر ہم میں تدریکے، فہم کی تھوڑی بہت اگر زمی کے اثرات ملتے ہیں۔ تو ان میں تمام ہمارے سیاسی رفقاء کا جو ہے بہت بڑا کردار ہے۔ ہم سب پر، بلوچستان پر۔ ہماری دعا یہ ہے کہ خُداوند تبارک و تعالیٰ بلوچستان میں۔ بلوچستان کے تمام سیاسی قائدین کی زندگی میں برکت دے۔ اور میر حاصل خان بزنجو کی بے وقت جو موت ہے اُسکا جو صبر ہم سب کو عطا کرے۔ ساری جماعتوں کو عطا کرے۔ ہمیں اتحاد اور اتفاق دے۔ اور ہماری یہی دعا ہے کہ میر غوث بخش بزنجو کے بعد میر حاصل خان بزنجو اور ان کی فیملی میں، انکے خاندان میں کئی ایسے لوگ نکل آئیں جو بلوچستان کی اس سیاست کو، جمہوری سیاست کو، آئینی سیاست کو آگے بڑھانے میں جو ہے اپنا کردار ادا کریں۔ خُداوند تبارک و تعالیٰ انکے درجات بلند کریں اور انکے لواحقین کو صریح عطا کریں۔ شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ۔ جی۔ اکبر مینگل صاحب۔

میر محمد اکبر مینگل: میر حاصل خان بزنجو، بابائے بلوچستان میر غوث بخش بزنجو کے صاحزادے تھے۔ وہ شاشان کے دامن میں پیدا ہوئے ہیں۔ انکا عزم، انکا جوش، انکا حوصلہ، شاشان کے پہاڑوں کی طرح مضبوط اور بلند تھا۔ جب بلوچستان میں مارشل لاوں کے خلاف، ڈیکٹیٹروں کے خلاف بلوچستان بھر میں شعور اجاگر کرنے میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔ جب بلوچستان میں مشرف کے دور میں مایوسیاں پھیلیں، لاشیں گریں، لوگ گمشدہ ہوئے خصوصاً سیاسی کارکن۔ تو مایوسی کے عالم میں بہت سارے لوگوں نے پہاڑوں کا رُخ اختیار کیا۔ لیکن یہ وہی میر حاصل خان تھا۔ جنہوں نے عزم، بہت اور حوصلے کے ساتھ آئین کی بالادستی کیلئے اس ملک میں بلوچستان کے کردار کو اجاگر کیا۔ بلوج اور پیشون کے کردار کو اجاگر کیا۔ آئینی جو بالادستی ہے اُس کیلئے ایوان بالا میں ہمیشہ بولتے رہے۔ اٹھارویں ترمیم آج جس سے چھوٹے صوبے مستیند ہو رہے ہیں۔

ان میں بھی میر حاصل خان کا ایک بہت بڑا کردار تھا۔ جناب اپسیکر! بلوچستان میں ظلم و بربریت کے خلاف ہمیشہ صدای احتجاج رہے۔ چاہے وہ ایوانوں میں ہوں۔ قومی اسمبلی اور سینٹ میں۔ چاہے وہ پریس کلبوں کے سامنے۔ جلسے جلوسوں میں ہمیشہ وہ نمایاں تھے۔ جناب اپسیکر! انسانی حقوق کے حوالے سے ہمیشہ انہوں نے بلوچستان کی نمائندگی کی۔ جناب اپسیکر! جمہوریت کی بھالی کیلئے جیل و قید و بند کی سزا میں کاٹیں۔ جناب اپسیکر! میں سمجھتا ہوں سیاسی حوالے سے، بہت بڑا درس دیکر ہمیں گیا۔ ہمیں اُنکے جدو جہد پر خر ہے۔ اور اُمید رکھتے ہیں کہ اُنکے خاندان میں سے کوئی نہ کوئی ایسا ضرور آیا گا جو میر غوث بخش بنجوا اور حاصل خان کی سیاست کو آگے بڑھایگا۔ میں انہیں الفاظ کے ساتھ انہیں زبردست الفاظ میں خارج عقیدات پیش کرتا ہوں اُنکے خاندان کو اور میر حاصل خان بنجوا کو۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اپسیکر: شکریہ۔ جی۔

جناب ٹائلر جانسن: میں اقیت اور مسح برادری کی جانب سے میر صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اور آپ کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ آج میں جس مقام پر جو مجھے خداوند نے عزت دی ہے میر صاحب اور نواب ثناء اللہ کی توسط سے میں بی این پی میں شمولیت کی۔ اور جب بھی اُن سے ملاقات ہوتی۔ ڈاکٹر یوسف بنجوا کا انہوں نے ذکر کیا اُنکے رہائش گاہ میں۔ تو انہوں نے ایک اچھا درس دیا۔ میں اپنے والد کے ساتھ اُنکے پاس جاتا تھا اور ہمیشہ انہوں نے بلوچستان کی سرزی میں اور حقوق پر اور یہ جو مسائل ہیں بلوچستان کے لوگوں کے۔ اُن پر بات چیت کی۔ اور ایک سیاسی استاد کی حیثیت سے سمجھاتے تھے۔ اور ایک، گوکہ ہم کچھ عرصہ اُنکے ساتھ رہے بی این پی کا حصہ ہونے کے باوجود۔ انہوں نے نہیں بھی سوچا تھا کہ یہ دوسرے سیاسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن انہوں نے اچھا مشورہ اور اچھا طریقے سے میتوں کے ساتھ اور بہت سے مسح کارکن اس وقت اُنکی جماعت میں اُنکے ساتھ تھے۔ اُن تمام ساتھیوں کی طرف سے میں اُنکے خاندان سے اظہار تعزیت کرتا ہوں۔ اور اُن کو خداوند اچھی جگہ عنایت فرمائے۔ اُنکے گناہوں کو غلطیوں کو معاف کرے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اپسیکر: شکریہ۔ جی۔ احمد نواز بلوج صاحب۔

جناب احمد نواز بلوج: بحیثیت ایک سیاسی کارکن میں بھی میر صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی سیاسی جدو جہد میں میر صاحب کے بعد جو خلاء تھا انہوں نے پُر کی۔ اور بہت سے ایسے بھی اُن کے شاگرد ہیں کہ وہ اسی ایوانوں میں بھی بیٹھے ہیں۔ ہم سب اُس کے شاگرد ہیں۔ اور اُس کی اس سیاسی جدو جہد کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ میر صاحب کا گھرانہ بلوچستان کی تاریخ میں وہ گھر انہیں جو ایوان بالا سے

لیکر ایوان زیر میں تک اُن میں اُنکی نمائندگی رہی ہے۔ بلوچستان اسمبلی میں بھی اُنکی نمائندگی رہی ہے۔ بلوچ، پشتوں جتنے بھی مکوم قوموں کے لیڈر ان ہیں۔ وہ اُنکے ساتھ اُنکی قربت رہی ہے۔ میں آج اس فلور سے میر صاحب کی فیملی کے اس دُکھ، اس درد میں برابر کے شریک ہیں ہم۔ بلوچستان کے جہاں بھی مظلوم طبقہ ہیں، ثابت طبقہ ہیں یا بلوچستانی عوام ہیں۔ وہ اس درد کو آج محسوس کر رہے ہیں کہ میر صاحب کی جودوجہد تھی۔ جو سیاسی، جمہوری وہ میرے خیال رہتی دُنیا تک رہے گی۔ میں ایک بار پھر میر صاحب کی اس رحلت کو بلوچستان کیلئے عظیم نقصان۔ ایک سیاسی شاگرد کی حیثیت سے اُسے ایک بار پھر خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی عبد العالیٰ ہزارہ صاحب۔

جناب عبد العالیٰ ہزارہ (مشیر برائے وزیر اعلیٰ مکمل کھیل و ثقافت): أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ جناب اسپیکر صاحب! تعریقی قرارداد کے حوالے سے یقیناً میں تعزیت پیش کرتا ہوں۔ اور اس جمہوریت پسند جمہوری اقدار پر یقین رکھنے والے پسے ہوئے عوام کیلئے جدو جہد کرنے والے بلوچستان کے حقوق کے علمبردار اُن تمام ساتھیوں کو دوستوں کو نیشنل پارٹی کے ساتھیوں کو۔ میر حاصل خان بُن جو کے تمام فیملیز سے اطمینان تعزیت کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگدے۔ اور ہمیں یہ توفیق عطا کرے، بلوچستان کے بچے بچے کو کہ ہم جمہوریت، جمہوری process اور جمہوری طریقے سے اپنے پسے ہوئے عوام کیلئے جدو جہد کر سکیں۔ جناب اسپیکر اجب ہمیں معلوم ہوا کہ جناب میر حاصل خان بُن جو وفات پاچے ہیں۔ تو میں نے اُنکو کہا کہ آپ ہر صورت میں وہاں پہنچ جائیں وہاں اُنکی تعزیت میں۔ تو اُنکی اہمیت یا اُنکی لیڈر شپ۔ میں نے اُنکو کہا کہ آپ ہر صورت میں وہاں پہنچ جائیں وہاں اُنکی تعزیت میں۔ تو اُنکی اہمیت یا اُنکی لیڈر شپ کے حوالے سے یا اُنکی شخصیت کے حوالے سے یہاں سے اندازہ لگا سکتے ہے کہ ہمیں معلوم ہوا کہ وہاں پر بہت سارے جو ہے مطلب سیاسی پارٹیوں کے لیڈر شپ صاحبان جو کبھی اُنکے ساتھ سیاسی اختلافات رہ چکا ہے۔ لیکن وہ وہاں پر تعزیت کیلئے پہنچ چکے تھے۔ اور یہ اُنکی شخصیت کی عکاسی کرتا ہے کہ سارے سیاسی پارٹی اُنکی پالیسیوں سے، اُنکی جدو جہد سے آج اُنکو جو ہے مطلب خراج عقیدت بھی پیش کر رہے ہیں۔ اور اُنکی جدو جہد کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔ اس لیے میں بھی خود یہی سمجھتا ہوں کہ میر حاصل خان بُن جو ایک گراس روٹ لیول تک جو ہے مطلب اختیارات کی منتقلی کے علمبردار تھے۔ وہ یہی چاہتے تھے کہ لوئر کیدر سے مطلب لیڈر ابھرے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ بلوچستان کے چھپے چھپے سے، کونے سے، گاؤں گاؤں سے جو ہے مطلب وہاں سے اُنکے جو پسے ہوئے جو عوام ہے۔ اُن سے لیڈر شپ ابھرے۔ اور ایک مُل کلاس کی لیڈر شپ بھی آگے

آجائے۔ یقیناً ہمیں بہت افسوس ہوا ہے۔ آج ہم سب مطلب غمزدہ ہیں اس ہاؤس میں۔ اللہ تعالیٰ انکو اپنی جوارِ رحمت میں جگھ دے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ عبدالحاق ہزارہ صاحب۔ جی اختر حسین لاگو صاحب۔

میر اختر حسین لاگو: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب اسپیکر۔ جناب اسپیکر! سب سے پہلے تو میں میر حاصل خان جو کہ فرزند ہیں بلوجستان کے ایک عظیم سیاسی قیادت میر غوث بخش بزنجو صاحب کے۔ جنہوں نے ہمیشہ متوسط طبقے اور مظلوم اور مکحوم عوام کی سیاست کی۔ جنہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی سے انگریز کے خلاف اپنی جدو چہدا کا آغاز کیا اور پاکستان بننے کے بعد بھی انہوں نے ہمیشہ مظلوم اور مکحوم عوام کی بات کی۔ اور وہی تسلسل میر حاصل خان کے ساتھ انہوں نے اُنکی سیاست کو آگے بڑھاتے ہوئے۔ چونکہ وہ رفیق رہے ہیں میرے والد کے۔ اُنکے ساتھ ہماری سیاسی رفاقت بھی رہی ہے۔ لہذا میں اس ایوان کے توسط سے اپنی طرف سے، بی این پی کی طرف سے میر حاصل خان کو اُنکی عظیم سیاسی خدمات کے حوالے سے میں انکو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اور اس قرارداد کو ہم آج اُنکے احترام میں خراج عقیدات کے طور پر اس اسمبلی سے میں درخواست کرتا ہوں کہ اس کو پاس کر لیں۔ اور میری دعا ہے کہ اللہ پاک اُنکے خاندان کو صبر جیل عطا فرمائے اور میر صاحب کو اپنی جوارِ رحمت میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی ملک سکندر خان ایڈوکیٹ صاحب۔

ملک سکندر خان ایڈوکیٹ (قائد حزب اختلاف): أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یقیناً اسمبلی کے تمام معزز اراکین نے خراج تحسین پیش کی ہے اور ہم بھی یقیناً اس حوالے سے انھیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے بلوجستان کے ایک بہت بڑے رہنماء میر حاصل خان بزنجو کے بارے میں اپنی خلوص دل سے اُن کے لئے اپنے جذبات کا انہمار کیا۔ جنہوں نے مخالفت کی گو کہ اُن کی اپنی سوچ کے مطابق ہوگی۔ لیکن ہاؤس نے کمکل یک جھنچی کے ساتھ انھیں خراج تحسین پیش کیا۔ یقیناً وہ اس کے لائق ہے۔ کیونکہ میر حاصل خان نے اپنی تمام زندگی حق گوئی اور حق کا ساتھ دینے میں گزاری ہے۔ اور آج کل سب سے مشکل کام حق گوئی ہے اور حق کا ساتھ دینا ہے۔ اور انہوں نے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی۔ یہی وظیرہ ہے اُن کے والد محترم میر غوث بخش بزنجو صاحب کا تھا۔ اللہ دونوں پر رحمت فرمائے چونکہ ہم سیاسی کارکن ہیں۔ ان کے والد محترم صاحب کے ساتھ بھی ایک طالب علم کی حیثیت سے ہمارا تعلق تھا اُن سے۔ نصیحتیں ملتی تھیں۔ اُس وقت جمیعت العلماء اسلام اور NAP کی مشترک حکومت تھی۔ اور اُس کے بعد وہ تحریک تھی اُس میں بھی ہم اکٹھر ہے

اور اسی طرح میر حاصل خان کے ساتھ گوک نظریاتی اختلافات تھے۔ ہم بے ٹی آئی کے پلیٹ فارم سے تھے اور وہ اپنے پلیٹ فارم سے تھے۔ جو کردار ان کا ہے اُس کی مثال بلوچستان میں نہیں ملتی جو ان کے والد کا کردار تھا اُس کی مثال بھی بلوچستان میں نہیں ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس خاندان میں مزید ایسے لوگ پیدا کرے جو حق گوئی کیسا تھا چلیں اور بلوچستان کے عوام کے حقوق کے لئے وہ اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ موت نے سب کو آ لینا ہے۔ اللہ ان کو جوارِ رحمت میں جگدے۔ اللہ انکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام پر فائز کرے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی اصغر ترین۔

جناب اصغر علی ترین: میر حاصل خان بزرگ سیاسی بزرگ تھے، سیاسی اُستاد تھے۔ اُن کے جانے سے یقیناً ایک سیاسی خلاء پیدا ہو گیا۔ میں اپنی جانب سے اپنی پارٹی کی جانب سے اپنے ساتھیوں کی جانب سے خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا تعزیتی قرارداد منظور کی جائے؟ تعزیتی قرارداد منظور ہوئی۔ رخصت کی درخواستیں۔۔۔ (مداخلت)۔ میرے خیال سے کارروائی کافی رہتی ہے۔ نہیں تو پھر کارروائی رہ جائیگی۔ جی اختر حسین۔

میر اختر حسین لامگو: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ جناب اسپیکر! ہم کوئٹہ کے حوالے سے ہمیشہ اس فلور پر بولتے رہے ہیں۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کوئٹہ کولاوارث سمجھ کے جس بیدردی سے لوٹا جا رہا ہے اُس کی مثال پچھلے دنوں ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی جو پوٹین آئیں۔ اُس میں CMIT کا رپورٹ بھی آپ کے ساتھ پڑا ہوا ہے لیکن کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ اب جناب اسپیکر! کل پرسوں واسا میں۔ حالانکہ واسا صرف کوئٹہ میں operate کر رہا ہے۔ یہ کوئٹہ واسا ہے۔ جو کوئٹہ کی سپلائی اور سینیٹیشن کو دیکھ رہی ہے۔ اب جناب والا! کل پرسویہاں 125 پوسٹوں پر لوگ appoint ہوئے جو کلاس فور کے بھی ہیں اور باقی بھی ہیں۔ اب کوئٹہ سے جناب والا! آپ اندازہ لگالیں اسکا کہ 80 کے قریب آدمی صرف سنجاوی ڈسٹرکٹ سے لائے گئے ہیں۔ اب سنجاوی کے لوگوں کو یہاں پرواں میں اور چوکیدار کی پوسٹوں پر کوئٹہ میں بھرتی کیے گئے ہیں۔ اور جناب والا! اُس میں ایک ڈائریکٹر صاحب ہے۔ اُن کا منہ بند کرنے کیلئے 4 پوسٹ اُن کو دی گئی ہیں جن کا شاید تعلق کوئٹہ سے ہو۔ اُس پر بھی میں کنفرم نہیں ہوں شاید اسیں بھی اپنے ڈسٹرکٹ سے لوگ لائے ہوں گے۔ ایک ڈائریکٹر (ایڈمن) صاحب ہیں چار پوسٹیں اُن کو دی گئی ہیں رشوٹ کے طور پر۔ اب وہ بھی پتہ نہیں کوئٹہ کے ہیں یا نہیں

ہیں۔ دو پوسٹیں ایک ڈپٹی ڈائریکٹر ہے اُن کو دی گئی ہیں رشوت کے طور پر۔ یہ دس بندے ملکے کو دیجے گئے ہیں باقی 80 پوسٹ جو ہیں وہ سنجاوی کے لوگوں کو لا کر یہاں appoint کیا گیا ہے۔ جناب اپسیکر! اسی طرح کی روشن عبدالخالق ہزارہ صاحب گواہ ہونگے کوئی دس مرتبہ سے زیادہ میں نے اُس کے ساتھ یہ چیزیں discuss کی ہیں۔ ہمارے نواب نوروز خان سپورٹ کمپلیکس ایوب اسٹیڈیم ہے۔ جناب والا! یہی ڈاکہ زندگی وہاں بھی پچھلے ادوار میں ہوا۔ 2008ء سے 2013ء تک جناب والا! ہمارے شاہنواز مری صاحب تھے۔ انہوں نے یہاں سارے کوہلو کے لوگ بھرتی کیے ابھی۔ دوسرا اٹھ، ڈھائی سو سے زیادہ لوگ وہاں پر چوکیدار اور مالی کی پوسٹوں پر کام کر رہے ہیں جو آفیشل اُن کے ریکارڈ میں ہیں جہاں وہ تنخواہ لے رہے ہیں۔ لیکن میں دعویٰ سے کہتا ہوں ابھی اس ہاؤس سے کمیٹی بنائے میرے ساتھ اسی اسٹیڈیم میں چلیں اگر دس بندوں سے زیادہ اگر آپ کو ڈیوٹی پر نظر آگئے میں یہ ہاؤس چھوڑنے کیلئے تیار ہوں۔ جناب والا! اب کوہلو کا بندہ اس اسٹیڈیم میں آ کے کیسے ڈیوٹی کریگا یا اُس کے بعد 2013ء سے 2018ء تک یہاں واشک اور خاران کے لوگوں کو appoint کیا گیا۔ اب وہ دس مقامی بندے ہیں وہ آپ کو ڈیوٹی پر حاضر ملیں گے باقی کوئی نہیں آ رہا ہے جناب اپسیکر۔ ڈھائی سو کے قریب لوگ گھروں میں بیٹھ کے تنخواہیں لے رہے ہیں۔ اب یہ واسا کے ساتھ بھی یہی کر رہا ہے ساتھ ہی ہماری کلی اسماں میں ہیں وہ آپ کو ڈیوٹی پر حاضر ملیں گے باقی کوئی نہیں آ رہا ہے جناب اپسیکر۔ کونسا نکاوال میں کام کر رہا ہے اور کونسا اُن کا ٹیوب ویل آپریٹر ہے۔ اسی طرح یہ باہر کے لوگوں کو لا کر کرتے ہیں پھر وہ تنخواہ ہمارے کوئی ڈسٹرکٹ سے لیتے ہیں کام یہاں کوئی نہیں کرتا جسکی مثال اس appoint کوئی شہر کے حالت کو یہاں دیکھ لیں۔ نہ یہاں صفائی کا کوئی نظام ہے۔ کیونکہ جو جو منسٹر ز صاحبان اس گورنمنٹ میں شامل رہے ہیں ان میں سے کسی کا تعلق بھی کوئی سے نہیں رہا ہے۔ ہر منسٹر نے پچھلے ادوار میں اپنے ڈسٹرکٹ کے لوگوں کو کوئی میں کلاس فور کے پوسٹوں میں بھرتی کیا۔ اب وہاں اُن ڈسٹرکٹ کے لوگ یہاں آ کر صفائی کا کام کرتے ہیں۔ کچھے کا ڈھیر بن گیا ہے ہمارا یہ شہر۔ اور اسی لئے جناب اپسیکر! اس کے ٹینکنیکل بھی کچھ aspects ہیں۔ اب یہاں 125 لوگ ہیں۔ ان پر آپ سختی کریں گے ڈیوٹی کیلئے تو یہ مجبور ہونگے کہ اپنے نیمی کے ساتھ کوئی میں migrate کریں گے۔ یا یہ ڈیوٹی پر نہیں آ سکیں گے کیونکہ تنخواہیں ان کی لتنی ہو گی؟ وہ یہاں خود بیٹھ کے کھائیں یا وہاں اپنے خاندان والوں کو بھجوادیں۔ urbanization بہت زیادہ ہو رہی ہے کوئی میں۔ جو لوگ یہاں نوکری لیتے ہیں چار دن بعد اپنے نیمی کے ساتھ یہاں کوئی میں آ کے شفت ہو رہے ہیں۔ جناب والا! اس گرمی کے موسم میں کوئی کے شہری بوند بوند پانی کیلئے ترس رہے ہیں۔ بھلی ہمارے پاس ناپید ہے۔ تمام کے

نام ہمارے فیڈرر over load ہو چکے ہیں۔ جب fund distribution کی بات آتی ہے جب وسائل distribution کی بات آتی ہے تو اس وقت کوئی sensus جو پاپیشن ہیں اس کے 22 لاکھ اس کے حوالے سے ہمیں جو ہیں وسائل دیئے جاتے ہیں۔ جبکہ تمام بلوجستان اس وقت کوئی میں ہے۔ سردیوں میں اس وقت گیس نہیں ملتا۔ گرمیوں میں ہمیں بجلی نہیں ملتی۔ پانی نہیں ملتی۔ ہمارے جو روزگار کے ذرائع تھے کوئی کے شہریوں کے کوئی کے بیروزگار نوجوانوں کے۔ اب ان پر بھی ہر نانی کے لوگ اور سنجاوی کے لوگ یہاں پر آ کر بھرتی ہو گئے۔ تو جناب اسپیکر! ہمیں بتایا جائے اس ہاؤس میں گورنمنٹ کی طرف سے کہ ہم کوئی والے لوگ جائیں کہاں؟ کیا ہم اس پر یہ stand لے لیں کہ ہم باہر سے آنے والوں کیلئے جیسے ایف سی نے چیک پوشیں لگائی ہیں۔ ہم چیک پوشیں لگائیں اُن کے آنے کے داخلے پر پابندی لگادیں۔ تو جناب والا! میں اپنی طرف سے اپنی پارٹی کی طرف سے اس ایوان میں کھل کر یہ کہہ رہا ہوں کہ ہم نے اب جو کیشن ڈیپارٹمنٹ میں جو گھپلے ہوئے تھے پوسٹوں پر۔ ہم نے اُس پر بھی ایوان میں آواز بلند کی۔ CMIT بنی، انکو اڑی ہوئی، انکو اڑی کی رپورٹ آگئی اور Honorable Chief Minister نے اس August House میں کھڑے ہو کر کہا ہے کہ اُن پوسٹوں پر گڑ بڑ ہے۔ لیکن آج کے دن تک اُس پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ لہذا جناب اسپیکر! ہم اس پر بھر پورا احتجاج کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔ اس ہاؤس میں ہماری کوئی شناوائی نہ پہلے ہوئی ہے اور نہ آگے ہمیں کوئی امید ہے کہ گورنمنٹ اس ہاؤس میں ہمارے باتوں کو کوئی اہمیت دے گئی۔ لہذا ہم اپنی عوام کے پاس جائیں گے ہم لوگوں کو بھی سڑکوں پر لائیں گے اور ہم معزز عدالت کا بھی دروازہ کلکھتا ہیں گے۔ اور ہم یہ ظلم کوئی کے ساتھ اور شہریوں کے ساتھ کسی صورت نہیں ہونے دیں گے۔ اور ہم اس کوئی کے لوگوں کو اتنا easy بھی اس ایوان میں کوئی نہ لیں۔ ہم ۱۹ ایم پی ایز ہیں اس کوئی شہر کے اور تین MNA۔ میں دست بستہ درخواست کرتا ہوں عبدالحلاق بھائی سے کہ وہ بھی میرے ساتھ اُٹھیں اور اس شہر کے لئے آواز اٹھائیں، نعم بازی صاحب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اُن سے بھی میری دست بستہ درخواست ہے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ اس مسئلے پر اُٹھیں۔ مبین غصبی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اُن سے بھی درخواست ہے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ اُٹھیں۔ کیونکہ کوئی شہر اکیلے اختر لانگو کا نہیں ہے یہ کوئی شہر اکیلے اپوزیشن کا نہیں ہے۔ ہم ۱۴ ایم پی ایز ٹریزری پیچوں سے تعلق رکھتے ہیں اور پاچ ایم پی ایز اپوزیشن جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ہم اس شہر کے لوگوں کے ظلم، بربریت نا انصافی اور ڈاکہ زنی سے بچانے کیلئے میں ان سے درخواست کرتا ہوں ہر فورم پر جو بھی ہمیں میر ہوگا اُس فورم پر ہم ایک آواز بلند کریں اور اس شہر کے رہنے والوں کے آواز بن کے ہم نے collectively

اُن سے ووٹ لئے۔ اس شہر یوں کا ہمارے اوپر حق ہے اس حق کو ادا کرنے کیلئے آئیں ہم اور آپ مل کے اس شہر کا دفاع کریں۔ شکریہ ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اسپیکر اگر اجازت ہو؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی زیرے صاحب۔

جناب نصراللہ خان زیرے: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکریہ، فاضل ممبر صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس پر بات کی۔ یقیناً WASA ایک ایسا ادارہ ہے جو مکمل طور پر کوئی پر operate کر رہا ہے۔ WASA کے پاس مختلف ٹیوب ویلیں ہیں۔ اُن کا main کام عوام تک پانی پہنچانا ہے۔ WASA میں posts آتی ہیں۔ میں 7 سال سے کوئی MPA ہوں میں نے واسا کے ذریعے جناب اسپیکر! کم و بیش اپنے حلقہ انتخاب پر کوئی 80 کے قریب وہاں tubewells لگائے ہیں۔ لوگوں نے وہاں زمین دی ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آج وہ 80 tubewells بغیر کسی والی میں کے، بغیر کسی چوکیدار کے، ٹیوب ویل کو اسٹارٹ کرنے والا اور بند کرنے والا اس میں ایک بندہ بھی نہیں ہے۔ یہ جو پوٹھیں آئی ہیں۔ 125 یہ کلی طور پر کوئی کے عوام کا حق تھا۔ اور بلخوص جناب اسپیکر! میرے حلقہ انتخاب میں عوام نے candidates نے اور جن لوگوں نے ہمیں زمین دی تھی اُن کے family members نے وہاں وہ ڈاکٹونٹس جمع کیتے تھے۔ مختلف posts کے لیے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ WASA کے وزیر نے کہاں سے لوگ اٹھا کر یہاں بھرتی کیے ہیں۔ لوگوں سے پیسے لیے ہیں۔ کیا corruption کی ہے اور یہ corruption یہاں ہمارے دوستوں نے اٹھائے تھے جب کوئی میں ایک سال پہلے non-teaching کیا تھا۔ CMIT بنی، چیزیں صاحب نے رپورٹ جمع کرائی ہے کہ ہاں اُس وقت کوئی کے ڈپٹی کمشنر نے گھپلا کیا تھا۔ لوگوں سے پیسے لیے تھے۔ جو نیز کلک کے پوٹ کے لئے 12 سے 13 لاکھ لیتے تھے اور نائب قاصد کے post پر 5 لاکھ روپے لیتے تھے۔ CMIT کی report بنی۔ وزیر اعلیٰ نے اس floor پر وعدہ کیا تھا کہ اُس رپورٹ پر عملدرآمد ہوگا۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہماری وہ آواز صدا با صحراء ثابت ہوئی۔ ابھی تک اُس CMIT کی وہ رپورٹ پر عملدرآمد نہیں ہوا کہ آج پھر WASA کی ان پوٹوں پر کوئی سے باہر کے لوگوں کو لگایا گیا ہے۔ ہمارے حلقے کے لوگوں کا کیا ہوگا جناب اسپیکر؟ وہ جو واطر سپلائی اسکیم ہے جو بغیر والی میں کے چل رہا ہے اُس کا کیا ہوگا؟ میں اپنے حلقے کے لوگوں کو

کیا جواب دے دوں؟ جناب اسپیکر! آپ ایک حلے کے منتخب نمائندے ہو۔ آپ موئی خیل سے ہو۔ یہ جناب باکھان میں کیا کوئی کام آدمی لگ سکتا ہے وال مین کے پوسٹ پر، مالی کی پوسٹ پر، کلاس فور کے پوسٹ پر؟ آپ نہیں چھوڑیں گے جناب اسپیکر! جب آپ نہیں چھوڑیں گے۔ جب minister finance نہیں کوئی کام بندہ نہیں چھوڑے گا تو باہر سے بندے کو کیوں لا کر کے جناب اسپیکر! یہاں لگا یا جا رہا ہے۔ میں آپ سے request کرتا ہوں کہ آپ روئنگ دے دیں، کمیٹی بنائیں جس طرح اس دن کمیٹی بنائی تھی۔ میں آپ سے request کروں گا اس پر کمیٹی آج بناؤ اور اس کی جانچ پڑتاں کرو۔ اور یہ جو آرڈر ہوئے ہیں ان کو cancel کر دیں۔ ہم انشاء اللہ کوثر بھی جائیں گے نہیں چھوڑیں گے اسکو۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ملک نصیر صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: شکر یہ جناب اسپیکر! دوستوں نے یہ بات آج اس فلور پر کہ دیں۔ یہ سلسہ کوئی کے ساتھ جناب اسپیکر! ایک عرصے سے جاری ہے۔ آپ میرے پرانے سوالات کے اندر بھی دیکھ سکتے ہیں میں نے PHE میں کچھ سوالات کیئے تھے کہ کوئی میں کتنے ایسے لوگ ہیں جو یہاں کوئی میں کام کرتے ہیں اُن کی لسٹ ہمیں فراہم کی جائے۔ وہ جو سوال کا جواب آیا جناب اسپیکر صاحب! اُس کے اندر چوکیدار کے پوسٹ پر PHE میں آپ نے دیکھا کہ لیڈریز بھی کام کر رہی تھی اور وہ اس district کی نہیں تھی۔ آج دوبارہ اس PHE نے دو سال پہلے یہ پوستوں کی ایڈ وٹائز منٹ اخبارات میں آئے تھے۔ یہ ثامن بارڈ ہو چکے ہیں۔ یہ ابھی ڈرامہ میرے خیال میں چلتا رہے گا۔ بہت ساری ایسی پوستیں ہیں جو گزشتہ PSDP میں تھیں۔ اُس وقت اُن کو advertise ہوئی ہیں ابھی تک اُن کو ایسی خفیہ رکھا گیا ہے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ ایک دن وہ منظر عام پر آئیں گے جناب اسپیکر! اس سے پہلے بالکل آپ نے دیکھا جس طرح CMIT کی رپورٹ بھی آج تک چھپی ہوئی ہے یہاں سینکڑوں لوگ خاص کر non-teaching staff میں۔ جب CMIT کے بارے میں وزیر اعلیٰ یہاں کہتا ہے جناب اسپیکر! کہ یہ ہمارا سب سے بہترین ادارہ ہے۔ جب اُس کی رپورٹ آتی ہے تو اُس کو یہاں فلور پر نہیں لایا جاتا ہے تو اس کا مقصد یہی ہے ہمارا وزیر اعلیٰ یہ نہیں چاہتا کہ corruption کا دروازہ کھلا رہے۔ اسی طرح لوگ پیسے لے کر بھرتیاں کرتے رہیں۔ اب جناب اسپیکر صاحب! یہ PHE کے اندر، WASA کے اندر جو بھی ہے میں نے کئی دفعہ اس floor پر بات کی کہ میرے حلے میں 70 سے زیادہ tubewells ہیں جو مکمل ہے جن کو چلا�ا نہیں جا رہا ہے۔ خدا کے لیے ان کو چلا�ا جائے لوگوں کو پانی دیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ فنڈ نہیں ہیں۔ پچھلے اجلاس میں میں نے جناب اسپیکر صاحب! یہ سوال کیا

خاکہ ہمارے وزیر موصوف نے بیان تو یہی تھا کہ ہمارے پاس funds نہیں ہیں۔ جب ہمارے پاس کچھ funds ہوں گے تو میں کوئی کے MPAs کو بٹھایں گے اور پھر فیصلہ کریں گے۔ لیکن جناب اسپیکر صاحب! یہ سب جو ہیں اندر ون خانہ ملے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے بھرتیاں جو ہے ایسے چکپے سے کر رہے ہیں۔ ابھی تک جناب اسپیکر! ایک ایک کر کے انکو آرڈر دے رہے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ انکی تعداد کا بھی ابھی تک وہ جو 125 بندوں کو بھرتی کیا گیا ہے اُس وقت کی list جناب اسپیکر صاحب! میں نے گن کر بتایا تھا کہ میرے خیال میں ساڑھے پانچ سو کے اندر میں نے تین سو گنوایا تھا یا ڈھانی سو گنوایا تھا۔ وہ جو باہر کے districts سے جو تعلق رکھتے تھے۔ جناب اسپیکر صاحب! اس شہر کے اندر جس کو کوئی کہتے ہیں تینیں لاکھ سے زیادہ لوگ رہتے ہیں۔ ایک بہت بڑی آبادی ہے۔ یہاں بھی بے روزگاری ہے در بذری ہے۔ کیوں اس شہر کے لوگوں کا حق مار کر کسی دوسرے ڈسٹرکٹ کو دیا جا رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کل میں وزیر بنوں گا تو پھر بلوجستان کے کسی کو نے میں بھی جہاں پوٹھیں خالی ہیں میں کوئی لَا کر یہاں بھرتی کروں پھر اُس کو اُس کے علاقے میں بھج دوں۔ میرے خیال میں یہ نا انصافی ہے جناب اسپیکر صاحب!۔ ایک دفعہ تو وزیر اعلیٰ کو یہاں پر جواب دہ ہونا چاہیے۔ کیوں کسی CMIT کی پچھلے جو روپورٹ ہے اُس کو یہاں اسمبلی کے floor پر کیوں نہیں لایا جا رہا؟ اُسکے اندر کیا لکھا ہوا؟ جناب اسپیکر صاحب! میرے خیال میں وزیر اعلیٰ بھی چاہتا ہی ہے کہ اس طرح کے کرپشن ہوتے رہیں اور یہ سلسلہ جاری۔ اب میں چاہتا ہوں آپ رولنگ دے دیں جناب اسپیکر صاحب! پچھلے CMIT کی روپورٹ کو بھی ہمیں دکھایا جائے اور موجودہ جو یہاں واسائیں بھرتی کیئے ان کیلئے کوئی تعلق رکھنے والے MPAs کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو وزیر کو بٹھا کر انکو چیک کریں کہ آخر کوں سے لوگ ہیں اور ان کو کس طرح بھرتی کیئے گئے۔ جناب اسپیکر صاحب! پچھلی جو CMIT کی روپورٹ تھی میں نے آپ کو وہ ریکارڈ دیا اور اسی Ruling دے دیں اس پر کمیٹی بنائی جائے۔ اگر آپ اس طرح جناب اسپیکر! نہیں کرتے تو پھر اس معزز ایوان میں آئندہ ہر دفعہ آپ کے desk کے سامنے احتجاج کریں گے۔ خدا کیلئے اس پر رولنگ دے دیں۔ یہ بعد میں آنے والی جتنی پوٹھیں ہیں وہ اسی طرح بھگتے رہیں گے اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہیگا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی احمد نواز بلوج صاحب۔

میر احمد نواز بلوج: بالکل جناب میں بھی بحثیت ایک صوبائی اسمبلی کے ممبر کوئی سے منتخب نما ائندہ میں بھی اس

پر احتجاج کرتا ہوں اور میں second کرتا ہوں جناب اختر حسین لانگو صاحب کی اُس speech کو جو اُنہوں نے اکھی اس ایوان میں WASA کے ملازمین یا کوئی کی عوام جنہوں نے ان posts پر اپنے documents جمع کیے تھے کافی عرصے سے وہ اس انتظار میں تھے۔ جیسے زیرے نے کہا میرے حلقے PB-30 میں بھی جو ٹیوب ویلوں کے لیے لوگوں نے زمینیں دیں تھیں وہ بھی اس انتظار میں تھے کہ اُن کو ملے گی۔ اور بعض ایسے ٹیوب ویلوں ہیں کہ جن پر پرانے دوستوں نے جو ان سے واسطہ کیا تھا وہ ملازمتیں انہیں نہیں ملی اور وہ ٹیوب ویلوں بند ہیں۔ تو میں اس ایوان کے توسط سے میں بھی احتجاج کرتا ہوں کہ کوئی کے عوام کے ساتھ یہ ظلم بند کیا جائے اور میں اعلان کرتا ہوں اگر میرے حلقے میں ان میں سے کوئی بھی آیا میں اُن کو ٹیوب ویلوں پر نہیں چھوڑوں گا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ جی۔ جی قادر نائل صاحب۔

جناب قادر علی نائل: جس طرح یہاں کوئی کے حوالے سے یہاں بات ہوتی اور کوئی کے MPAs نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ ملازمتوں کے حوالے سے ہماری پارٹی کا موقف بہت واضح ہے۔ ہم نے ہمیشہ میرٹ کی بات کی ہے انصاف کی بات کی ہے۔ اس اسیبلی floor پر پارٹی چیئرمین کا ایک موقف ہے ملازمتوں کے حوالے سے کہ ہم کسی بھی صورت نا انصافی قبول نہیں ہے۔ ہم ہر صورت میں merit چاہتے ہیں اور merit کی پامالی کے خلاف ہم جدوجہد کریں گے اور آواز بلند کریں گے۔ حکومت کا حصہ ہوتے ہوئے اگر میرے حلقے میں باہر سے کوئی آ جاتا ہے تو میں اپنے حلقے کے عوام کو جواب دہ ہوں۔ میں اپنے قوم کے بے روزگاروں کو جواب دہ ہوں۔ لہذا ابھی تک واضح نہیں وسا کے حوالے سے ہم نے CM صاحب کے نوٹس میں لایا ہے کہ اس میں انصاف کے تقاضے ہر صورت پورے ہونے چاہیے۔ اور یہاں کوئی میں کوئی کے بے روزگارنو جوانوں کا حق ہے کہ اُن کو روزگار ملے۔ ہماری پارٹی کے پاس جو وزارتیں ہیں جو محکمے ہیں اُس محکمے میں ہم تصویر بھی نہیں کر سکتے کہ sports department میں خاران میں کوئی ہزارہ جائے یا سنخاوی میں کوئی ہزارہ کو ہم ملازمت دیں بہت واضح موقف ہے ہمارا کہ کوئی کی جو posts ہیں اس میں کوئی کے شہریوں کا، کوئی کے بے روزگارنو جوانوں کا حق ہے۔ اس حوالے سے اگر کہیں بھی نا انصافی ہوتی ہے تو حکومت میں ہوتے ہوئے میں احتجاج کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔ ہماری پارٹی احتجاج کا حق محفوظ رکھتی ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ملک سکندر ایڈ ووکیٹ صاحب۔

قائد حزب اختلاف: آج تو ایجادہ بھی انہائی احساس ہے اور جو points یہاں اٹھائے گئے یہ بھی

احساس ہیں۔ اس کے لیے وزیر اعلیٰ صاحب کا یہاں ہونا ضروری تھا۔ اور ویسے بھی یہ جو بھی جہاں سے کوئی قدم اٹھاتا ہے تو آخر جا کر وزیر اعلیٰ پر تمام ہوتا ہے۔ اگر وزیر اعلیٰ ناچاہتے تو اب وہ non-teaching staff کی رپورٹ یہاں سب کے سامنے ہوتی اور سب اُس کا جواب بھی دیتے اور وہ قدم بھی اٹھاتے۔ انہوں نے وعدہ بھی کیا تھا کہ جو بھی اس میں ملوث پائے گئے اُن کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہاں جو کرپشن سرعام ہے۔ یہاں جو بے انصافی سرعام ہے اس کا روکنا وزیر اعلیٰ کا فرض ہے۔ اگر وہ یہاں نہیں آتے تو اس کا مطلب یہ ہے وہ خود یہ چاہتے ہیں کہ corruption بھی یہاں ہو۔ بے انصافیاں بھی یہاں ہوں۔ یہاں ظلم بھی ہو۔ اب یہ جو موجودہ صورتحال ہے جس میں کوئی کے تمام MPAAs سراپا احتجاج ہیں اور ان کا یہ احتجاج بحق بھی ہے۔ ہمارے علاقوں میں ٹیوب ویلوں پر وال میں بھی ہوتا ہے یا پھر چوکیدار ہوتا ہے۔ اب وہ چوکیدار سے سنجاوی سے یا کوہلو سے یا کسی دوسرا جگہ سے آ کر یہاں اپنی تجوہ سے اپنا پیٹ نہیں پال سکتا اس مہنگائی میں چہ جائے کہ وہ اپنے بچوں کے لیے کیا لے کر جائے گا؟ تو یہ بے انصافیاں اور میں یہ بھی واضح کرتا ہوں کہ اس طریقے سے لوگ اپنے سیٹوں کو بھی نہیں جیت سکتے کہ وہ دوسروں کا حق ماریں۔ وہ ظلم کریں وہ بے انصافی کریں اور اپنے لوگوں کو یہ بتائیں کہ ہم نے آپ کے لیے اتنا کیا آپ کو فلاں جگہ appoint کیا۔ ہم نے آپ کو نوکری دی۔ اس طریقے سے نہیں ہوتا ہے کیونکہ ایک دوسرا بڑی قوت ہے جو تمام چیزوں کو دیکھ رہی ہے۔ اور اُس کی لائھی بھی بے آواز ہے یہ ظلم اور جبر کے خلاف۔ پھر مجھے افسوس ہے کہ یہ اس طریقے سے ہم دوسروں کا حق مار کر کامیاب ہو گے۔ یہ کامیابی بھی میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ جو بھی باہر کے لوگ کوئی میں appoint ہوئے ہیں ان کو فوری طور پر terminate کیا جائے اور کوئی کے جن لوگوں نے apply کیا ہے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کو یہاں روزگار کا موقعہ دیا جائے۔ اب جس طرح ساتھیوں نے کہایا اب کی بار نہیں ہے۔ یہ کئی دفعہ سے اس طرح ہو رہا ہے۔ جہاں کا بھی منسٹر باہر سے آتا ہے وہ اپنے لوگوں کو یہاں لگا کر پھر وہ چلا جاتا ہے۔ اور کوئی خالی رہتا ہے۔ کوئی کے ساتھ ظلم ہوتا ہے۔ تو اس ظلم کے تدارک جناب اپسکر! آپ نے کرنا ہے۔ میری پہلی گزارش تو یہ ہے کہ آپ رولنگ دیں کہ یہ جو نوٹیفیکیشن لوگوں کے اپاٹنٹ منٹ کا ہے اس کو جناب suspend کر دیں۔ اور ساتھ میں کمیٹی تشکیل دیں اور ساتھ میں یہ بھی آرڈر کر دیں کہ جو نان ٹیچنگ میں بے قاعدگیاں ہوئی ہیں اُس میں ملوث لوگوں کو سزا میں دیں جائیں۔ بہت شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی اپسکر: شکریہ۔ جی خیاء صاحب۔

جناب خیاء اللہ لانگو (وزیر مکملہ داخلہ و قابلی امور و پی ڈی ایم اے) : دوستوں نے تحریک پیش کی
جناب اسپیکر! جیسے آپ کو پتہ ہے کہ ہماری پارٹی ہماری حکومت merit کو سب سے زیادہ اہمیت دیتی
ہے۔ جناب اسپیکر! جس طرح کوئئے کے لوگوں کا حق ہے ان لوگوں کے ساتھ ہماری پارٹی، ہم کسی فتح کی زیادتی
بھی برداشت نہیں کرتے جس طرح کے لوگوں کا حق ہے اُدھروہ لوگوں کو حق دیا جائے۔ ابھی جو ہوئے ہیں
ان کے بارے میں تو مجھے کچھ بھی پتہ نہیں لیکن پچھلے دور میں بھی کوئئے کے لوگوں کی میرے
خیال میں حق تلفی ہوئی ہے۔ تو آپ پچھلا بھی ریکارڈ WASA کا منگوادیں کہ اُس میں بھی کوئئے سے باہر کے
کافی لوگ لگے ہیں۔ Thank you اسپیکر صاحب! ۔۔۔ (مدخلت۔ آوازیں) ۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپلیکر: مسٹر نیش! آپ کیا بولنا چاہتے ہیں؟

میر اختر حسین لانگو: کوئٹہ کی پوستین ہمیں والپس کر دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس پر ایک بار منستر اپنامو قف پیش کریں گے حکومتی اراکین جو بیٹھے ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں اس حوالے سے کوئی معلومات نہیں ہیں۔ تو ایک بار منستر سے ہم اُنکامو قف پوچھیں گے اُس کے بعد اس پر ہم ruling دیں گے۔

ملک نصیر احمد شاہوی: جناب اسپلیکر! ہزارہ ڈیموکرٹیک پارٹی ہے، وہاں سے مبین بھی اپنا سر ہوا میں ہلا رہا ہے اور ضیاء جان نے بھی کہا اگر اس قسم کی دیگر اضلاع سے کوئی میں بھرتیاں ہوئی ہیں تو کوئی کے لوگوں کی حق تلفی ہوئی ہے۔ یہی تو حکومت ہے یہی تو ہمارے دوست ہیں جو سب اس کی حمایت کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: منستر کا موقف آجائیگا اگر ہوئی بھی ہیں تو اتنے بڑی تعداد میں کیسے ہوئی ہیں دیکھیں بات تو منستر ہی نہیں بتائے گا کہ۔ اس پر کھتیران صاحب! آپ کچھ بات کرنا چاہیں گے کہ نہیں؟ حکومت کے معاملات پر تو زیادہ تر آپ بات کرتے ہیں۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان (وزیر محکمہ خوارک و بہبود آبادی): شکریہ جناب اپیکر۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ throughout Class IV کی خاص کر پوچھیں ہیں اُسی ڈسٹرکٹ کا حق ہے اُسی علاقہ کا حق ہے۔ جو Balochistan کے انشاء اللہ ہماری گورنمنٹ پہلے بھی ان چیزوں پر سختی سے عمل کر رہی ہے۔ اور میں ایوان کو یقین دہانی کرتا ہوں کہ ہم اپنے قائد سے بات کریں گے اور PHE کا جو منظر ہے اُس کا موقفہ لیکر انشاء اللہ اگر ایسی کوئی زیادتی ہوئی تو اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ یہ صرف PHE کی بات نہیں ہے جس محکمہ میں بھی ہوں۔ کچھ اور اطلاعات بھی آرہی ہیں کہ کہی اور سے بھی ادھر ادھر سے بہت ساری جگہوں پر سے۔ تو پہ سارا

ہماری گورنمنٹ کا پہلے دن سے إنشاء اللہ یہ موقف ہے کہ جس کا حق ہے اُس کو مانا چاہیے۔ چاہے وہ بلوچستان کے حقوق کی بات ہو۔ ہم مخلوط حکومت میں مرکزی حکومت میں بھی شامل ہیں اور ان کے پیٹی آئی کے لوگ ہمارے ساتھ اس مخلوط حکومت میں شامل ہیں۔ لیکن جہاں بھی بلوچستان کے حقوق کی بات آئی کسی بھی حوالے سے میرے قائد نے اُس میں کوئی چاہے اُس کی گورنمنٹ کو جانے کو خطرہ بھی ہو گیا ہے اُس نے کوئی پچاہت بھی بھی محسوس نہیں کی۔ اور اُس نے بھرپور طریقے سے بلوچستان کے حقوق، بلوچستان means پورا بلوچستان، نہ کہ کوئی یا ایک لسبیلہ یا ایک بارکھان، پورے بلوچستان چاہے اس میں کوئی بھی رہتا ہے۔ اس میں ہر ہنے والے کا ہم احترام کرتے ہیں اُن کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں اور اس وقت چونکہ ہم حکومت میں ہیں تو ہم اُن کے حقوق کے علمبردار سمجھیں، محافظ سمجھیں، ہم ہیں۔ اور یہ چیز ان ساتھیوں نے کہا بالکل اس کو serious یا جائے گا۔ اور اگر کوئی ایسی زیادتی ہوئی تو إنشاء اللہ اس کا ازالہ کیا جائیگا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ اس پر مفسٹر کاموٰ قف جان کریہ ruling دیں گے کہ وہ کیا کہتے ہیں اس حوالے سے۔۔۔ (مداخلت)۔ بس اُسی پر میرے خیال سے۔ آپ تشریف رکھیں۔ رخصت کی درخواستیں اور کارروائی کے تحت چلتے ہیں۔ جی رخصت کی درخواستیں سیکرٹری صاحب۔

جناب طاہر شاہ (سیکرٹری اسمبلی): انجینئر زمرک خان اچکزائی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: جناب نور محمد ڈڑھا صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر محمد عارف محمد حسني صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ بشری رند صاحبہ نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: ڈاکٹر بابہ خان بلیدی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ ماہ جبین شیران صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ جنی مصروفیات کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔ میرے خیال سے کارروائی start کرتے ہیں کافی late ہو گی ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: میں نے دو تھاریک التوا جمع کروائیں اسمبلی سیکرٹریٹ میں۔ ایک تحریک جو ہے 13 اگست 2020ء کو تربت میں نوجوان حیات بلوچ کے دن دیہاڑے بیدردی اور درندگی سے شہادت اور قتل کے اندوہناک واقعہ سے متعلق۔ دوسرا تحریک التوا میں نے جمع کروائی ہے ضلع واشک میں ساجد کے علاقے میں زندگی سے کوئی 10 ہزار کے قریب آبادی پر مشتمل علاقے میں نقصانات کے حوالے سے۔ یہ دونوں تھاریک التوا جمع کروائیں لیکن جناب والا! آج کارروائی کا حصہ نہیں بنے تو میرے خیال میں میری تجویز بھی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ چیزیں delay ہوں۔ اگر حیات بلوچ کے شہادت کے حوالے سے جو میری تحریک التوا ہے اُس کو آپ آج کے اچنڈا نمبر 02 میں امن و امان کی سنگین صورتحال میں اگر اُس کو کلپ کریں یا اُس کا حصہ بنائیں تاکہ تمام ارکین اسمبلی اُس پر کھل کر بات بھی کریں گے اور وہ ریکارڈ کا بھی حصہ بن جائے کہ تحریک التوا کو بھی takeup کر لیا گیا اور اُس کو اس میں شامل کر لیا گیا۔ شکریہ جناب اسپیکر!

وزیر محکمہ داخلہ: ثناء صاحب نے جو حیات بلوچ شہید کی تحریک کی بات کی بالکل ایسے issues پر بات ہوئی چاہیے لیکن میں سمجھتا ہوں اُنکے ساتھ جو زیادتی، ظلم اور ناجائز ہوا تھا اور جن اہلکاروں نے کیا تھا انکو کپڑا بھی گیا ہے اور وہ زیر تفہیش بھی ہیں۔ اگر زیر بحث لا یا جائے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن وہ مسئلہ گورنمنٹ نے sort out کر دیا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی دیش۔

جناب دیش کمار: جناب اسپیکر! یہ ہمارے ایوان کیلئے، بلوچستان کے لئے ایک خوش قسمتی کی بات ہے۔ PILDAT جو کہ Pakistan Institute Of Legislative Development And Transparency میں اپنہوں نے ایک رپورٹ پیش کی ہے کہ پاکستان کی جتنی بھی صوبائی اسمبلیوں میں

نواب جام کمال خان وہ واحد وزیر اعلیٰ ہیں جنہوں نے سب سے زیادہ اجلاس attend کیئے ہیں۔ اس لئے ہم اُنکو مبارک باد دیتے ہیں۔ Thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی میں ابھی اسی پر آ رہا ہوں۔ آیا محرک کو تحریک التوانہر 1 پیش کرنے کی اجازت دی جائے؟ جوار اکین تحریک التوانہر 1 کو پیش کرنے کے حق میں ہیں وہ اپنی نشستوں پر کھڑے ہو جائیں۔ تحریک کو قاعدہ نمبر (2) 75 کے تحت مطلوبہ ارکین کی حمایت حاصل ہو گئی ہے۔ لہذا محرک اپنی تحریک التوانہر 1 پیش کریں۔

جناب شناہ اللہ بلوچ: جناب اسپیکر! میں اسمبلی قواعد و انصباط کار مجريہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 70 کے تحت ذیل تحریک التوانہ کا نوٹس دیتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ مورخہ 13 اگست 2020ء کو تربت ضلع کچ میں ایک تعلیم یافتہ نوجوان حیات بلوچ کو FC اہلکاروں نے دن دیہاڑے بیدردی اور درندگی سے قتل کیا۔ اس اندو ہنک واقعہ کی وجہ سے بلوچستان کے والدین تعلیم یافتہ طلبہ و طلبات، سول سو سائٹی اور عوام میں شدید احساس تحفظ اور خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔ اخباری تراشے اس کے ساتھ فسک ہیں۔ جبکہ اس واقعہ کے خلاف صوبہ سمیت ملک بھر کے دیگر بڑے شہروں میں مظاہرے اور احتجاج بھی ہو رہے ہیں۔ لہذا اسمبلی کی آج کی کارروائی روک کر اس اہم اور قابل افسوس سانحہ کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک التوانہر 1 پیش ہوئی اس کا تعلق صوبہ میں امن و امان سے متعلق ہے اور چونکہ آج کی نشست میں ایجنسڈ ایٹم نمبر 2 بھی امن و امان سے متعلق ہے۔ لہذا آیا تحریک التوانہر 1 کو ایجنسڈ ایٹم نمبر 2 کا حصہ قرار دیا جائے؟ چونکہ میرزادہ علی، رکن اسمبلی کی جانب سے بھی اسی نوعیت کی تحریک التوانہر 2 موصول ہوئی ہے۔ آیا تحریک التوانہر 2 کو تحریک التوانہر 1 میں کلپ کیا جائے؟ ہاں یا ناں میں جواب دیں۔ تحریک منظور ہوئی۔ لہذا تحریک التوانہر 2 کو تحریک التوانہر 1 میں کلپ کیا جاتا ہے۔ اور اس کو بھی ایجنسڈ ایٹم نمبر 2 کا حصہ قرار دیا جاتا ہے۔ چونکہ اسمبلی کا آج کا اجلاس اپوزیشن کے معزز زار اکین اسمبلی کی درخواست پر طلب کیا گیا ہے لہذا آج کی نشست میں ذیل اہم عوامی نوعیت کے حال مسائل کو زیر بحث لایا جائے گا۔ نمبر 1 زادہ علی ریکی، رکن بلوچستان اسمبلی پر قاتلانہ حملہ۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک دوسری تحریک اس میں کلپ کی گئی ہے دوسرے نمبر پر صوبے میں امن و امان اور جعلی ڈو میسائل کے تمام اضلاع سے فوری منسوخ کرنا۔ جو معزز زار اکین اسمبلی اس بحث کا حصہ بننا چاہتے ہیں وہ سیکرٹری اسمبلی کے پاس اپنے نام بھیجوادیں اور ملک سکندر خان ایڈ و کیٹ صاحب! آپ بحث کا آغاز کریں۔ اور تینوں ایجنسڈ ایٹم پر ایک ہی بار میں ہی بات کریں تاکہ دوبارہ بات نہ کرنی

پڑے۔

جناب شناہ اللہ بلوج: Technically مختلف subject ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شناہ بلوج صاحب! پچھلی دفعہ بھی یہی ہوا تھا پھر ہر بندہ جو ہے ہر ایجنسٹ کے پر بات کرنا چاہتا ہے۔ اتنا آپ کو پتہ ہے کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہوتا ہے۔

”جناب شناہ اللہ بلوج: سر! پہلا اور دوسرا آپ نے کلپ پر دیا ہے انکو خصم کر دیا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مطلب کے تینوں پر ایک بندہ ایک ہی دفعہ بات کریں۔

جناب شناہ اللہ بلوج: نہیں سر! جعلی ڈو میسائل اور اس میں بڑی خیم دستاویزات ہیں ہمارے پاس معلومات ہیں۔ اور وہ بلوجستان کا ایک دیرینہ مسئلہ ہے۔ جعلی ڈو میسائل والے separate رکھیں۔ پہلا اور دوسرا آپ نے کلپ کر دیا تھیک ہے سب نہیں کر سکتے۔ بالکل ہی الگ ہو جائے گا۔ یہ دو issues جو ہیں امن و امان والے جو آپ نے ابھی کلپ کئے ہیں انکا nature ہے اسکے حوالے سے ہیں ہماری طرف سے آئیں گے انکا recommendations ہیں ہماری طرف سے آئیں گے انکا nature ہی الگ ہے وہ کیا کہتے ہیں کہ لب ولہہ اور پھر جب آپ آ جائیں گے لوکل اور ڈو میسائل پر بالکل الگ ہو جائیگا۔ Thank you۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: پھر جو پچھلی دفعہ تھا ہمارا اس میں پھر ایک ہی ساتھ بات کریں۔

قائد حزب اختلاف: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ نحمدہ وصلی علی رسولہ الکریم۔ آج کے ایجنسٹ کے کام پہلا نقطہ ہے وہ حاجی زادہ علی ریکی کے قاتلانہ حملے کی بات ہے۔ جناب اسپیکر! یہ ایک ایسا واقعہ ہے اگر اس میں انصاف نہیں ہوا تو اس اسمبلی کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہاں ہماری نشست اور بحث کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہاں ہمارے تقاریر کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر اسمبلی کے ایک معزز رکن کو جان کی دھمکی دینے کے لیے انتظامیہ کو استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے بدترین صورت حال دنیا کے کسی کونے میں نہیں ملتی۔ زادہ علی ریکی کا کیا قصور ہے؟ وہ بھی ذرا دیکھ لجئے۔ جناب اسپیکر! پڑوں اور ڈیزیل لانے اور ان کو فروخت کرنے سے بلوجستان کے لاکھوں عوام کا روزگار وابستہ ہے۔ ہم اس سے پہلے بھی اس فلور پر آپ کے توسط سے نشاندہی کر چکے ہیں کہ روزگار عوام کا ہے لیکن ان سے بھتہ لینا ان کو لوٹانا، ان سے رشوٹ لینا، ان سے پیسے لینا ہر چیک پوسٹ پر یہ ذیادتی اور ظلم ہے۔ اور اسی ظلم کے خلاف زادہ علی نے ایک آواز بلند کی جناب اسپیکر! میں آپ کو بتاتا چلوں کہ تربت سے جب ڈیزیل اور پیڑوں اٹھایا جاتا ہے تو کوئی تک پہنچانے کے لیے 63 جگہوں پر موبائل گشت، چیک پوسٹ، یویز کارروائی کی صورت میں، جگہوں پر ان سے پیسے لیے جاتے ہیں ان سے بھتہ لیا جاتا ہے۔ ہم نے

یہاں پہلے بھی گزارش کی تھی کہ ایک جگہ جہاں سے پیڑوں اٹھایا جاتا ہے وہاں حکومت ایک طریقہ کار واضح کریں اور اس پر ٹکس کی پرچی پیڑوں اور ڈیزیل لیجانے والے کو وہ تھما دیا جائے۔ اس کو پیسہ جمع کرانے کا حکم دیا جائے۔ وہ پیسہ جمع کرائیں گا۔ یہ جو 63 پوٹھیں ہیں جو 63 جگہوں پر یہ جو چیک ہوتی ہیں یہاں سے پیسے جیبوں میں جاتے ہیں۔ سرکار کے خزانے میں نہیں جاتے۔ اگر ایک جگہ یہ پیسے سرکار کے خزانے میں چلے جائیں تو گورنمنٹ کے ایکس چیکر کو بھی فائدہ ہوگا۔ اگر اس علاقے پر صرف کیئے جائیں تو علاقے کو بھی فائدہ ہوگا۔ اور وہ پرچی اُن کو دے اور یہ order کر دیں کہ خبردار پیڑوں اور ڈیزیل carry کرنے والوں کو کسی بھی جگہ تنگ نہیں کیا جائے گا۔ چیک پوسٹ بنی ہیں order and law کے لیے بھی، دہشت گردوں کو پکڑنے کے لیے بھی یہ تو ہونے چاہیے اس میں ہمیں کوئی وہ نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ پرچی اُن کو دی جائے تو 63 جگہوں پر سرعام، ایک تو یہ ہے نہ جی کر پشن چھپ کے کی جائے۔ رشوت چھپ کے لی جائے،۔ یہاں تو کرپشن سرعام ہوتی ہے۔ اور ریٹ مقرر ہے اس چیک پوسٹ پر 2000 ہزار اس چیک پوسٹ پر 500 ہزار اس چیک پوسٹ پر 3 ہزار۔ اس طرح کی صورتحال ہوتی ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! ہمارے معلومات کے مطابق چھوٹی گاڑی جو ہے وہ جب وہاں سے نکلتی ہے اور یہاں مستونگ یا کوئی تک پہنچتے ہوئے ہزار روپے کا بھتہ ان چیک پوسٹوں پر لوگوں کو 30 ہزار روپے کا بھتہ دیتے ہیں۔ اور اسی طرح جو بڑی گاڑی ہے وہ ڈھائی لاکھ روپے میں مستونگ یا کوئی تک پہنچتی ہے۔ اب تو جناب اسپیکر! یہم سب کے لیے انہائی باعث شرم بھی ہے اور انہائی باعث ندامت بھی ہے اور انتظامیہ کی تمام تر مفلوجیت بالکل واضح اور غیر مہم ہے۔ اور رشوت اور کرپشن اعلانیہ ہو رہی ہے۔ یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ حق ملے گا حق کیسے ملتا ہے کہ سرعام کرپشن ہو رہی ہے اس کے لیے زابد نے کہا کہ جی ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ پیسے نہیں لیے جانے چاہیے اور اسی کو بنیاد بنا کے ایک نائب تحصیلدار اپنی لیویز کے پانچ، چھ ساہیوں کے ساتھ زابد علی پر فائزگ کرتا ہے۔ یہ تو اچھا ہوا کہ زابد علی نے تحمل کا ثبوت دیا۔ انہوں نے صبر کیا۔ انہوں نے کچھ بھی نہیں کہا اور نہ اگر کچھ وہاں ان کی طرف سے بھی ہوتا تو جناب اسپیکر! وہاں کشت و خون بھی ہوتا اور پھر بتاہی بھی ہوتی۔ تو یہ بھی شاید ایک pre planned منصوبہ تھا کہ کسی طریقہ سے ان کو اس طرح خوار و ذلیل کیا جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک MPA ہے جو بلوجستان اسمبلی کا ممبر ہے اور اس MPA نے اس کو پلیٹ میں یہ سیٹ نہیں ملی ہے۔ اس نے محنت کی ہے۔ اس نے دن رات ایک کی ہے۔ عوام نے اس کا ساتھ دیا ہے۔ عوام نے اس کو ووٹ دے کر اپنا نمائندہ مقرر کیا اب عوام اگر مطالبہ کرتی ہے کہ جی ہم سے قدم قدم پر رشوت لی جاتی ہے اس کو روکا جائے۔ اور یہ زابد علی کا فرض نہ ملتا ہے اور ہم

سب کا چاہے اس طرف بیٹھے ہیں یا اس طرف بیٹھے ہیں جہاں لوگوں کے حقوق پامال ہو رہے ہو یہ ہمارا فرض بتا ہے کہ ہم اُسکے لیے آواز بھی بلند کریں اور ہم اس کے لیے یہاں اس اسمبلی میں بھی بولیں اور باہر بھی بولیں اور ہر جگہ اس آواز کو ہم بلند کرے۔ اور جناب اسپیکر! اب یہ جو میں نے آپ سے عرض کیا کہ یہ جو 63 جو چیک پوسٹیں ہیں۔ یہ اگر تربت سے آپ لے تو تمپ پولیس ہے، آسیہ آباد چیک پوسٹ ہے، ناصر آباد ہے۔ پھر گنسا ہے، پھر کلاتک 1 ہے، پھر کلاتک 2 ہے، پھر تربت کی پولیس ہے۔ پھر تربت کی پولیس 2 ہے۔ پھر ایکسا نز ہے، پھر دس نمبر پر FIA ہے، پھر گیارا نمبر پر نارکو ٹکس ہے، پھر کیسا ک لیویز ہے، پھر تیرا نمبر پر کیسا ک لیویز کا گشت ہے۔ پھر 14 نمبر پر کشم ہے۔ پھر پندرہ نمبر پر کشم مانی جس ہے۔ پھر 16 نمبر پر ہوشاب پولیس ہے۔ پھر سترہ ہوشاب چیک پوسٹ ہے۔ پھر اٹھارہ نمبر پر بلیدہ کراس لیویز ہے یہ تربت کا ہے۔ یہاں سے پھر پنجگور شروع ہوتا ہے۔ گوران لیویز ہے۔ پھر بلوجستان چیک پوسٹ ہے۔ پھر بائی پاس گشت ہے۔ پھر شہید چوک پنجگور ہے۔ پھر ایکسا نز پنجگور ہے۔ پھر بزر آپ ہے۔ پھر بزر آپ 2 ہے یہاں پنجگور تک آتا ہے۔ پھر سوراب واشک میں شامل ہو جاتا ہے۔ واشک سوراب کا ہے۔ پھر ناگ واشک ہے۔ بسمیہ 1 ہے۔ بسمیہ 2 جس کو لفظی چیک پوسٹ بھی کہتے ہیں۔ پھر یہاں سے سکندر آباد ضلع شروع ہوتا ہے۔ گدر 1 ہے۔ گدر 2 ہے، جوری کراس ہے۔ لیویز گشت ہے۔ گدھر کشم ہے۔ سوراب بائی پاس ہے۔ سوراب پولیس ہے۔ ایکسا نز گشت بازار سوراب ہے۔ کشم چیک پوسٹ ہے۔ پولیس چیک پوسٹ ہے۔ پھر مل لیویز چیک پوسٹ ہے۔ پھر نجی لیویز چیک پوسٹ ہے۔ پھر قلات پولیس چیک پوسٹ ہے۔ پھر قلات پولیس اور ایکسا نز گشت ہے۔ پھر کراس پولیس گشت ہے۔ پھر فیملی ہوٹل لیویز چیک پوسٹ ہے۔ پھر ملچھ کشم گشت ہے۔ پھر خالق آباد لیویز چیک پوسٹ ہے۔ پھر خالق آباد ٹوکونہ سائیڈ پھر ایک چیک پوسٹ ہے۔ کڈکوچہ لیویز چیک پوسٹ ہے، تحصیل موبائل گشت ہے۔ مستونگ پولیس چیک پوسٹ ہے۔ پڑنگ آباد کراس جنگل پولیس چوکی ہے۔ پھر مستونگ چھاٹک لیویز چیک پوسٹ ہے۔ دشت لیویز تھانہ ہے۔ لکپاس کشم ہے۔ لکپاس لیویز چیک پوسٹ ہے۔ پھر میاں غنڈی لیویز چیک پوسٹ ہے۔ میاں غنڈی کراس سبی روڈ پولیس چیک پوسٹ ہے۔ پھر میاں غنڈی پولیس موبائل گشت ہے۔ پھر 63 نمبر پر پولیس موبائل گشت ہزار گنجی ہے۔ تو یہ وہ سانحہ ہے جس میں حاجی زابد نے اپنا فرض ادا کرنے کے لیے اس عوام کے حقوق کے لیے اور اپنے نمائندگی کی جو ذمہ داری تھی وہ پوری کرنے کے لیے ان نے وہاں کی انتظامیہ کو کہا کہ جی آپ ایسا نہ کریں۔ اس سے پہلے انہوں نے DC صاحب سے رابط کیا کہ یہ جتنے چیک پوسٹ سے جو یہاں

پسیے لیے جاتے ہیں خدا کے لیے ایک توپرے بلوجستان کو آپ corrupt کر رہے ہیں۔ ایک پوری انتظامیہ کو آپ corrupt کر رہے ہیں۔ اس کرپشن سے ان لوگوں کی جان بچائے۔ تو DC صاحب نے ان کو یہ جواب دیا تھا کہ کل تک یہ پوٹھیں ساری ختم ہو جائیں گی۔ تو وہ پنچور سے وہاں سے جب روانہ ہوئے یہاں آئے تو پتہ چلا کہ وہ چیک پوٹھیں اپنی جگہ پر بدستور موجود ہیں۔ اور وہ جو کام ہے وہ اپنی جگہ پر بدستور جلس رہا ہے وہاں۔ پھر وہاں کے نائب تحصیلدار سے کہا کہ جی آپ کی ذمہ تو یہ لگا تھا آپ کو DC صاحب نے نہیں بتایا کہ یہ چیک پوٹ اور اس طریقے سے پیڑول اور ڈریزیل carry کرنے والوں کو آپ نہیں کپڑیں گے۔ آپ ان سے بھت نہیں لیں گے۔ آپ ان سے پیٹھیں لیں گے۔ لیکن اُس نے کہا کہ نہیں یہ تو ہمارا کام ہے یہ چیک کرنا اور یہ آپ کون ہوتے ہیں اس میں مداخلت کرنے والے۔ تو انہوں نے کہا کہ جی یہ میری ذمہ داری ہے اور میرے ساتھ DC صاحب نے وعدہ بھی کیا ہے اور یہ جو ذیادتی ہے اس کو کم سے کم نہیں ہونا چاہیے میرے حلقے میں اور میرے علاقے میں اس قسم کی ذیادتی ناقابل قبول ہے۔ لیکن اُن کی بات نہیں مانی گئی اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو دبانے کے لیے، ان کو اپنے اس موقف سے دستبردار کرنے کے لیے ان پرفارمنگ بھی کی۔ یہ تو اللہ پاک کا کرم رہا کہ حاجی زابد علی بھی نجع گئے اور بھی کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ پاریمنٹ پریم ہے لیکن اس واقع نے یہ ثابت کیا کہ MNA یا MPA جو اگر اپوزیشن سے تعلق رکھتا ہے تو اُس کو جینے کا بھی حق نہیں ہے اُس کو مار دیا جائے تو بہتر ہے اُس کو ختم کیا جائے بہتر ہے۔ اُس کی اگر اچھی بات بھی ہو اُس کو بھی نہیں سنائے۔ وہ اگر کوئی حق کی بات کرتا ہے اُس کو بھی نہیں سنائے۔ لیکن ایسا نہیں چلے گا جی۔ جناب اپسیکر! ایسا نہیں چلے گا کب تک اس طریقے سے حق تلفیاں ہوں گی؟ کب تک اس طریقے کا ظلم ہوتا ہے گا؟ جناب اپسیکر صاحب! آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ناگ کی انتظامیہ، کیا واشک کی انتظامیہ، کیا پورے بلوجستان کی انتظامیہ کو اس بات کا علم نہیں کہ ایک صوبائی اسمبلی کے ممبر جو اپنے حلقے کا ممبر ہوتا ہے اُسکی کیا حیثیت ہے۔ اُس کا کیا status ہے اس معاشرے میں بھی اور اس علاقے میں بھی۔ اُن کو اچھی طرح پتہ تھا یویز کے سپاہی سے لے کر نائب تحصیلدار تک۔ لیکن قصد اور آمدی یہ قدم اٹھایا گیا۔ تو اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر اُس کی اپنی مرضی ہوتی تو ناگ کی اسٹیبلشمنٹ یا for that matter واشک کی administration قطعاً حاجی زابد علی پر نہ بندوق تانگی اور نہ ہی اُس پرفارمنگ کرتی۔ لگتا اس طرح ہے کہ یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اپوزیشن کو جس طریقے سے lay down کر سکتے ہو، جس طریقے سے اُن کو بے قدر کر سکتے ہو، جس طریقے سے اُن کو بے تو قیر کر سکتے ہو اس طریقے سے اُن کو بے تو قیر کرو۔ تو یہ بھی بہت بڑا المیہ

ہے۔ اور یہ بھی ناقابل برداشت ہے جناب اسپیکر! اپوزیشن کے ممبران جیسے بھی ہیں لیکن وہ اس اسمبلی کا ایک آئینی Holders Notification ہیں۔ ان کا ایک آئینی status ہے۔ ان کا ایک آئینی حق ہے۔ اس آئینی حق کو کسی بھی طور سے کوئی بھی اس کو deny نہیں کر سکتا اور اگر اس کو deny کیا جاتا ہے تو یہ معاشرہ جو ہے وہ انارکی کا شکار ہو گا اور پھر یہاں انصاف نام کی کوئی بات نہیں ہو سکے گی۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ زائد علی ریکی کے ساتھ جو واقعہ ہوا ہے اس میں ان کو انصاف دلایا جائے۔ جو ڈیشل کمیشن کا مطالبہ کیا تھا، یہ ایک آئینی اور قانونی حق ہے۔ جناب اسپیکر! ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ جو ڈیشل کمیشن تشکیل دی جائے۔ FIR درج کرنا ایک شخص فائرنگ کرتا ہے سرعام کسی پر۔ اُس پر جی FIR کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ FIR درج نہیں ہوتی۔ یہ کیسا انصاف ہے، یہ کیسی صورتحال ہے، یہ کس قسم کی حکومت ہے؟ تو میرا پہلا مطالبہ تو یہ ہے کہ جو ڈیشل کمیشن مقرر کیا جائے اس کی جناب روونگ دیں۔ اور FIR درج کرنے کی جناب روونگ دیں۔ کیوں کہ FIR حق بتا ہے۔ اُس کی investigation ہو گی جو innocent ہو گا وہ بڑی ہو جائے گا۔ جو ملوث ہو گا اُس کو ایسی سزا ملے گی تاکہ دوبارہ کسی معزز رکن اسمبلی کی اس طرح بے تو قیری نہ ہو سکے۔ اور ایک تحریک استحقاق ان کی طرف سے آئی ہے شاید اس وقت جناب کے سامنے نہیں ہے۔ میری گزارش یہ ہو گی کہ یہ جو تحریک استحقاق ہے اس پر بھی جس ممبر کے ساتھ اگر ذیادتی ہوتی ہے تو اُس کے استحقاق کے بنیاد پر اُس کا مادا کیا جائے۔ تو جہاں تک مجموعی law and order کی صورتحال ہے جناب اسپیکر! یہ بھی آپ کے سامنے ہے کہ اس ملک کے ساتھ آج سے نہیں 70 سالوں سے یہ مذاق ہو رہا ہے۔ جس کا بھی بس چلا ہے اُس نے الفاظ کی حد تک تو بڑی اچھی باتیں کی ہیں لیکن عملًا جو ہے وہ عوام کے ساتھ مذاق ہوتا رہا ہے۔ اب یہاں جو صورتحال ہے وہ جناب اسپیکر law and order کی ہم کہاں سے اس مسئلے کو اٹھائیں اگر آپ مسئلے اٹھاتے ہیں کوئی میں ہزارہ ٹاؤن کا مسئلہ آج تک حل نہیں ہوا ہے کہ اتنے بڑے ہجوم میں بے گناہ لوگوں کو مارا ہے۔ یہ تو میں اس شہید کے والد کو یقیناً داد دیتا ہوں۔ جس نے کھڑے ہو کر کہا میرے بیٹے کے قتل میں جو لوگ شریک ہے اُن کو بھی یقیناً خارج تحسین کا مستحق ہے۔ اُس نے ایک بہت بڑی مصیبت کو پناہ کہہ کر ہر جگہ تقریر کر کے کہ جی میرے بیٹے کے قاتل مجھے معلوم ہیں وہ arrested ہیں انہیں ہی کو سزا دی جائے۔ انہوں نے میرے بیٹے کو مارا ہے تو اس طرح اگر آپ چن کا واقعہ دیکھ لیں کہ اس کی کیا صورت حال ہے لوگوں پر اس سے پہلے احتجاج شروع ہوا جناب اسپیکر! اگر اس احتجاج کے دوران ان کی باتیں سنی جاتی۔ ان کا مدد اور ہوتا ان کی بات آگے چلتی تو پھر نوبت

کشت و خون تک نہیں پہنچتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اور نتیجہ اس طرح ہوا کہ بے گناہ لوگوں کو مارا گیا۔ بے گناہ لوگ شہید ہوئے۔ اس طرح حیات بلوچ کا ایک آج تحریک التوا بھی ہے اُس پر بھی ساتھی بحث کریں گے۔ ایک نوجوان تعلیم یافتہ CSS کی تیاری کرنے والا جناب اپسیکر! آپ دیکھ لیں ایک بچے کو یہاں تک لانے میں اور ان کے والدین کی جو تصویر ہے شاید جناب کے سامنے بھی ہوا اور میں گزارش کروں گا۔ اب یہ غریب باپ اور غریب ماں اس بچے کی لاش پر کیا واویلا مچار ہے ہیں۔ یہ دیکھیں جناب اپسیکر! اب اس حد تک انہوں نے اپنا پیٹ کاٹ کر اس بچے کو تعلیم دلائی اور اس بچے کو آگے چل کر وہ ایک بلوجستان کا سپوت بانا چاہتے تھے ان کے والدین۔ لیکن اس برابریت کے ساتھ اس کو قتل کیا گیا اب ان والدین کا کیا حل ہو گا؟ ان کی آرزو کیسے خاک میں مل گئی اور اس طرح شاہ نظر نام کا ایک واٹک کا بنہ اُس کو بھی اپنی دکان میں جا کر لوگوں نے لوٹنے کی غرض سے اُس کے دکان پر ہلہ بول دیا۔ اب وہ ایک آدمی میں دکان میں بیٹھا ہے۔ اُس کی law and order situation اتنی بڑی ہو کہ وہ اگر اُس کو ماریں اور اُس کا سامان لیکر جائیں۔ اس طرح کوئی نہیں میں جناب ولی کا کڑ کا جناب کے سامنے ہے اس سے پہلے بھی اس پر بات ہوئی اور اس قسم کے ہزار ہائیسے واقعات ہیں جہاں لوگ مار دیئے جاتے ہیں۔ اور اس طریقے سے لوگوں کی جان اور مال کا بالکل تحفظ نہیں ہے۔ یہاں اس معاشرے میں صبر و برداشت جو ایک حکومت کی ذمہ داری ہے جو انتظامی کی ذمہ داری ہے کہ ایسے معاشرے کو پر وان چڑھائے جس میں صبر اور برداشت تخلی ہو۔ لیکن ہمارا معاشرہ ان تمام چیزوں سے اب تکمیل طور پر عاری ہے۔ جناب اپسیکر! آپ خود اندازہ لگائیں یہاں کے لوگ کس طریقے سے یہاں امن امان ہو گا۔ کس طریقے سے لوگ محفوظ ہو گئے اور کس طریقے سے لوگ اپنے آپ کو محفوظ سمجھیں گے۔ جب ایک آدمی کے پاس کچھ نہیں ہے وہ خالی ہاتھ جا رہا ہے اور دوسری طرف سے بغیر کسی لائنس کے کلاشنکوف سے بھر گاڑیاں چلتی ہیں۔ روڈ پر لوگوں کو آنکھیں دکھاتے ہیں تو اس طریقے سے وہ جو شریف ہے وہ جو بے بس ہے اُس شخص کی کیا احساسات ہونگے؟ وہ کیا سوچے گا کہ جی اب اگر کلاشنکوف بردار گاڑیاں کسی جگہ چل رہی ہوں۔ لوگوں کی زمینوں پر بھی قبضہ کر سکتے ہیں لوگوں کے گھروں پر بھی وہ قبضہ کر سکتے ہیں لوگوں کو بے دخل بھی وہ کر سکتے ہیں۔ اُن کے پاس قوت ہے بندوق ہاتھ میں لیکر کوئی اُن کا چیلنج نہیں ہوتا۔ یہ انتظامی کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون کو نافذ کرنے میں کوئی تفریق نہ کرے۔ لیکن ہمارے یہاں قانون نافذ کرنے میں تفریق ہو رہی ہے۔ اس سے کوئی شخص ان کا نہیں کر سکتا کہ ہمارے ملک میں اور particularly ہمارے صوبے میں قانون جو ہے وہ صرف

غريب کے لیے ہے، امير کے لیے کوئی قانون نہیں ہے۔ اگر کوئی غريب ہے اُس پر ہر قانون لا گو ہوتا ہے۔ لیکن دوسرے جو لوگ طاقتور ہیں جن کے ہاتھ میں بندوق ہے، ان پر دنیا کا کوئی قانون نافذ نہیں ہوتا۔ ہمارے اپنے شہر میں بھی بڑا آدمی اُس کو کہا جاتا ہے جو سُنّل پر کھڑا ہوتا ہے تو اُس کو کہتے ہیں کہ یا ریکیا بڑا آدمی ہے یہ تو بڑا آدمی نہیں ہے یہاں تو سُنّل پر کھڑا ہو کر wait کرتا رہا جب سُنّل کھل گیا تو چلا گیا۔ تجب اس طرح کی ذہنیت ہو یہ کسی کی ذمہ داری ہے؟ یہ انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون نافذ کرے۔ اور قانون کی بالادستی کو یقینی بنائے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جب تک قانون کی بالادستی کو یقینی نہیں بنایا جائے گا اُس وقت تک ہمارے لوگ جو وہنی طور پر بھی مغلوب ہیں۔ دلیں بھی اُن کے مردہ ہیں۔ حوصلے بھی اُن کے پست ہیں۔ احساس محرومی کا شکار ہیں بے انصافیوں کے بھی شکار ہیں ظلم اور جرکے بھی شکار ہیں۔ اس معاشرے کو ہم اوپر نہیں لے جاسکتے۔ جناب اپسیکر! میں عرض کروں گا کہ ایک ہی راستہ، ایک ہی طریقہ ہے۔

(خاموشی۔ مغرب کی اذان)

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ۔ کارروائی کافی زیادہ رہتی ہے ایک ایک کر کے نماز کے لیے جائیں۔ جی ملک صاحب

قائد حزب اختلاف: اس میں میں جناب اپسیکر! ایک گزارش کروں گا کہ ہمیشہ کے لیے اگر یہ طریقہ کار رکھا جائے کہ اذان کے بعد 15 منٹ کا وقفہ ہو تو اس طریقے سے اُس نماز کا تقدس، ہمارے اسلامی روایات کا تقدس اور اس اسمبلی کا تقدس برقرار رہے گا۔ ہم جب یہاں تھے ہم باقاعدہ اذان کے بعد نماز کا ایک وقفہ دیا کرتے تھے اور اس کے بعد ساتھی دوبارہ آ جاتے تھے۔ تو اگر یہ by order ہو جائے تو یہ مشکل ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ ہمیشہ اذان ہوتی ہے کبھی لوگ چلے جاتے ہیں کبھی رہے جاتے ہیں۔ تو اس کا اجر بھی اللہ پاک آپ کو دے گا آپ کو اس کا ثواب بھی دے گا۔ ویسے یہ ہر اسمبلی میں ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب آپ کی بات صحیح ہے اسمبلی میں 15 منٹ کا وقفہ دیتے ہیں پھر ایک گھنٹے تک جو ہے ہمارے اراکین نہیں آتے دوبارہ پھر اجلاس میں۔

قائد حزب اختلاف: جب آپ ایک order کریں گے order in future ایک میری گزارش ہو گی کہ نماز کا وقفہ آپ یقینی بنادیں تاکہ یہ ساری پریشانیاں دور ہوں۔ تو جناب اپسیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ law and order میں یہاں امن امان بھی قائم رہ سکتا ہے۔ یہاں انصاف بھی

برقرار رہ سکتا ہے۔ یہاں ظلم کا خاتمہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب یہ house فیصلہ کرے کہ کوئی بھی سیکرٹری اپنے محکمہ کا ذمہ دار ہے اور اس پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہوگا۔ وہ آزادانہ طور پر اپنے فیصلہ کرے گا اپنے محکمے کو چلانے گا اس طرح پولیس کو بھی اگر یہ اختیار دیا جائے کہ آپ کے ذمہ law and order کو control کرنا ہے اور قانون کی بالادستی کو یقینی بنانی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ 6 مہینے کے بعد اب ہم FC کو extend کرتے کرتے کتنے سال ہو گئے ہیں میں یقین دیلاتا ہوں۔ جناب اسپیکر! اگر ہماری اس پولیس کو یہ ہدایات مل جائے یہ politicise ہوان کو حکومت دباؤ میں نہ رکھیں ان کو آزادی سے اپنا کام کرنے دیں تو جو FC کی ہمیں ضرورت ہے وہ ضرورت ہماری ختم ہوگی۔ ہماری پولیس اتنی capable ہے کہ وہ اس law and order situation کو control بھی کر سکتی ہے اور قانون کی بالادستی کو یقینی بنائی جاسکتی ہے یہی ایک واحد حل ہے اور میری نزارش ہے جناب اس پر آپ روشنگ دیں اور اس پر عملدرآمد کو یقینی بنائے۔ بہت شکریہ یہی۔
جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک سکندر خان ایڈ ووکیٹ صاحب۔ جی نواب صاحب۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ جناب اسپیکر! یہاں حیات شہید کا واقعہ پہلا واقعہ نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ نظر ڈالیں تو اکثر واقعات پر اسرار طریقے سے کئیے جاتے ہیں۔ اور یہ اللہ کا شکر ہے کہ یہ حیات کا واقعہ تو معلوم ہوا کہ یہاں فوجیوں نے اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اُس بیچارے کو شہید کیا۔ اب جناب اسپیکر! دیکھنا یہ ہے کہ پولیس اسٹیشن میں تو ایک FC کے سپاہی کو انہوں نے دھر دیا ہے اور IG-FC ابھی اپنے سپاہی کی خاطر حیات کے والدین کے گھر گیا فاتحہ کے لئے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ FC کا یہ سپاہی اُس باغ میں جہاں حیات کے والد بھورا تارہ ہے تھے۔ آیا FC کا سپاہی اکیلا گھوم رہا تھا یا FC کے سپاہی کے ساتھ پوری بکتر بندگاڑی ہوگی اور لوگ بھی ہونگے؟ پھر یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ FC کا سپاہی ایک تو نہ وہ اکیلا تھا اور نہ اُس نے بندوق تان کے اُس نے اس بچے کو شہید کیا۔ اس بچے کو اُس کے والدہ محترمہ کی چادر کیسا تھا اُس کے ہاتھوں کو باندھ ہے۔ اب آپ دیکھیں اس میں کم از کم 20,15 یا آدھا گھنٹہ نہیں لگے اس میں کم از کم 5 منٹ تو لگیں گے۔ کیونکہ ہم جنگوں میں رہے ہیں ہمیں پتہ ہے کہ 5 منٹ بھی کافی time ہوتا ہے۔ تو میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ صرف ایک سپاہی نہیں ہے بلکہ اُس وقت جو بھی ایک پلٹون تھی یا جو بھی نفری تھی اُن سب کو شامل تفتیش کیا جائے۔ اور جس وقت حیات کو اس سپاہی نے گولی ماری تو اُس وقت ایک کرو لا گاڑی بھی وہاں گزر رہی تھی۔ اور کرو لا گاڑی وہاں رکی ہے اور وہ کرو لا گاڑی والے کا کہنا یہ ہے کہ ہم نے سمجھا کہ مار پیٹ کر اس کو چھوڑ دیں گے۔ تو ان سارے معاملات کو دیکھنا چاہیے۔ اب FC اس کاری ملازم ہے وہ ظاہر اپنے ماتحت کے

لیے وہ وہاں ہمدردی کرنے بھی گیا اور فوٹو سیشن بھی کیا اور اپنے سپاہی کے لیے۔ لیکن حکومت کی طرف سے میرے خیال میں کسی نے بھی ہمدردی نہیں کی۔ پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے۔ اُس میں میں نے ایک بات کی تھی کہ پنجابی فوج۔ تو میرے بہن جی اور بھائی جان لوگ بہت ناراض ہوئے۔ انہوں نے اتنا بڑا پر لیں کافرنس کیا۔ میں نے کوشش کی کہ یہ پنجابی فوج کا جو میں نے کہا تھا میں پاکستان بیچارے کو بچا کے اس کو پنجاب میں کھینچھاواں۔ لیکن انہوں نے کہا کہ نہیں کہو کہ پاکستانی فوج نے بربریت کی۔ پاکستانی فوج نے حیات کو قتل کیا، ٹھیک ہے۔ بالکل جس طرح سرکار کا حکم ہے میں یہ کبھی بھی نہیں کہوں گا کہ پنجابی فوج۔ میں کہوں گا کہ پاکستان کے فوج نے اس پر بربریت کی۔ اب جناب جس طرح پہلے میں نے آپ دوستوں سے گزارش کی کہ بہت سے واقعات پر اسرار ہوتے ہیں۔ اور بہت سے واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ میرے نظر سے دو video-clips گزرے۔ بلکہ بہت سے لوگوں نے ان ویڈیو کلپس کو دیکھا ہے کہ فرٹیز کور کے یا پاکستانی فوج کے پک آپ سے اس شخص کو اُتار کر کوئی دوسپاہی اُس سے بات کرتے ہیں۔ پھر اُس کو چھوڑ دیتے ہیں اور اُس کے بعد گولی مار کر اُس کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ دوسرے کلپ میں سب نے دیکھا ہوگا کہ فوجی پاکستانی فوجی اس مکان میں گھے ہوتے ہیں وہاں کسی کو مار پیٹ کے اُسکو نیم مُردہ حالت میں گھیٹ کر اُس مکان کے دروازے کے پاس اُس کو لے آتے ہیں اور پھر وہاں اُسکو گولیوں سے چھلنی کرتے ہیں۔ تو ان ساری واقعات کو دیکھنا ہے کہ آخر کیا بلوجستان مفتوحہ علاقہ ہے اور اگر مفتوحہ علاقہ بھی ہے تو منتوحہ علاقے میں ان مظلوم لوگوں کے ساتھ ان غریب لوگوں کے ساتھ یا جو یہاں کے باسی ہیں اُن کے ساتھ اس طرح یعنی اس طرح روپی نہیں رکھا جاتا۔ کاش کہ میر عبد القدوس بن جوہ آپ کی جگہ پر ہوتا میں اُن سے پوچھتا کہ آواران میں کتنے گاؤں جلا دیئے گئے ہیں آواران کے کتنے لوگ غائب کیئے گئے ہیں۔ اور آواران کے کتنے لوگوں کو بعد میں اُنکے مسخ شدہ انکی لاشیں یہاں وہاں پڑی ہیں۔ آپ اگر، اب توبات چلی پاکستان کی۔ آپ اگر دیکھیں ارمان لونی کی بات کی تھی۔ آپ دیکھیں نقیب اللہ محسود کی بات۔ ساتھ وزیرستان میں یا بلوجستان میں یا سندھ میں آئے دن یہ لوگ اٹھائے جارہے ہیں۔ کیا مطلب ریاست کا یہ کام ہے کہ وہ انغو اور انگو برائے تاوان یا قتل میں وہ اپنے آپ کو ملوث کریں۔ نہیں جناب میرے خیال میں اگر کوئی قبول کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بہتر کام ہے اور اس جبرا استبداد سے ہم لوگوں کو ہم رام کریں گے۔ لوگوں پر ہم دباؤ ڈالیں گے اور حالات کو ہم ٹھیک کریں گے میرے خیال میں جناب اسپیکر! اس طرح حالات کبھی ٹھیک نہیں ہوں گے۔ آپ جناب یہ بھی دیکھیں کہ کون محمد علی جناح کے پاس گیا کہ خان احمد یار خان نے جو سمیسل اسٹیمسل ایگر یمنٹ کی۔ کون محمد علی جناح کے پاس کراچی میں گیا اور جو اسے سیمیسل

اگر یمنٹ تھی اُسکی، اُس پر گڑ بڑ کیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ چیف منٹر آئی جی ایف سی کے ساتھ وہاں جاتا۔ آئی جی ایف سی تو سرکاری ملازم ہے وہ تو گیا اپنے سپاہی کو بچانے کے لئے۔ اب جس طرح حاجی زابد کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ یہ بھی بہت بڑا افسوسناک واقعہ ہے لیکن یہ بات بھی آپ سوچیں کہ ہم بحیثیت جوار اکین اسمبلی ہیں صرف ہم بلوجستان کے معتبرین نہیں ہیں ہمارے علاوہ بھی یہاں معتبرین ہیں ہمارے علاوہ بھی وہ ایسے معتبر ہمارے لوگ ہیں جو منتخب ہو کر کے نہیں آ سکتے۔ یعنی اس وطن میں پشتون اور بلوج میں یہ بھی دیکھنا ہے کہ ان معتبرین کا بھی کیا انکا کوئی احترام نہیں ہے؟ نہیں، ان کا صد احترام ہماری نظروں میں چاہے وہ ایک دفعہ یا بیس دفعہ ایکشن ٹریں۔ ایکشن میں ہار جائیں لیکن ہمارے لیے وہ قابل احترام ہیں۔ جناب اسپیکر! میں نے بات کی پنجاب فوج کی۔ پھر میں کہوں گا کہ انہوں نے میری تصحیح کی میں ابھی کہوں گا کہ جو جبرا و استبداد پاکستان کا فوج کر رہا ہے ہم سب کی نظروں میں ہیں۔ رنجیب سنگھ جو بہت، میاں نواز شریف پنجاب کے سب سے بڑے لیڈر ہیں، اب کوئی جائے اور میاں نواز شریف سے پوچھے کہ وہ کیوں اندن میں بیٹھے ہوئے ہیں؟ کبھی کوئی کہتا ہے کہ وہ محکمہ زراعت کی وجہ سے۔ میں نے ایک *twit* پڑھی۔ محکمہ زراعت کی وجہ سے وہ چلے گئے۔ یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ کسی نے نہیں کہا کہ محکمہ حیوانات کے بڑے بڑے انجکشن سے وہ ڈر کے وہ اندن چلے گئے۔ میاں نواز شریف یعنی اپنے ملک میں یعنی تین دفعہ وہ وزیر اعظم رہے ہیں۔ وہ آج پاکستان آنے کو تیار نہیں ہے۔ ہم آئے دن یہاں سے وہاں سے یہ باتیں اب ہم سنتے ہیں کہ انکو واپس لے آنے کی کوشش کی جاری ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یعنی جبرا و استبداد یعنی اتنا تنگیں حالت اختیار کر گیا ہے کہ ایک پنجابی لیڈر بھی وہ پاکستان میں بیٹھنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ جناب اسپیکر! یہ بالکل سوچنے کی باتیں ہیں۔ پھر ایک وفاقی وزیر ہے جس کو فواد چوہدری کہتے ہیں۔ ایک دن اُس نے کہا کہ کشمیر پنجابیوں اور کشمیر کا مسئلہ ہے۔ اب میں حساب کرتا ہوں اُس۔ لیکن اتنی بڑی فوج پاکستان نے رکھی ہے کیا شیخ رشید یا عمران خان کی ایک منٹ خاموش ہو جانے سے کشمیر آزاد ہو گا؟ کیا ایسا نقشہ بنا لیں گے کہ یعنی وہ کہتے ہیں کہ اب ہم نے نقشہ بنانے سے کشمیر فتح کر لیا۔ یہ سارے معاملات یہ ریاست پاکستان کو یہ خراب کرنے کا ایک مضموم ایک طریقہ ہے۔ جو ہم ہمیشہ کہتے ہیں، میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ اس فیڈریشن کو اس طرح نقصان مت دو۔ اس فیڈریشن کو، اگر کچھ ہوتا ہے ہم تو اپنی آدھے سے زیادہ تقریباً تقریباً اپنا، میں اب پنٹھ سال کا ہوں، میں اپنی age میرے خیال میں ختم کر چکا ہوں۔ اب اگر ایک سال دو سال میری زندگی ہے لیکن جو ہماری نسلیں ہیں ہم ان کو ایک نئے آگ میں جھوکنا نہیں چاہتے۔ اپنے بچوں کو اپنے نواسوں کو ہم ایک اور فساد یعنی ایک جنگ میں نہیں جھوکنا چاہتے ہیں۔ تو اس معزز ایوان کے تو سط سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ چیزیں ختم

ہونے چاہئیں۔ اب فرنٹنیر کو پراؤنسل گورنمنٹ وہ کرتی ہے۔ اس پر بھی ہم سب کو، اس پر سندھ حکومت کو بھی اور ہم سب کو مل بیٹھ کر دیکھنا چاہئے کہ آیا ہم اپنی یو یور فورس کو اپنی پولیس کو ہم اتنا equipped کر سکتے ہیں، ہم اتنا trained کر سکتے ہیں کہ وہ یہ سارے معاملات وہ دیکھیں۔ پھر آج صحیح میں نے جام کمال کا ایک twit میں نے دیکھا انہوں نے 2008ء سے لیکر 2013ء کا ذکر کیا کہ اُسمیں کیا ہوا۔ اب جناب میرے ہزارہ بھائی لوگ یہاں نہیں ہیں۔ یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ جب شیعہ زائرین جب ایران سے آتے ہیں تفتان سے لیکر کے کوئی تک اگر کوئی گیا ہوا آپ دیکھیں تفتان سے نوکنڈی تک بالکل میدان ہے۔ نوکنڈی سے آپ آئیں گے یک مجھ تک بالکل میدان ہے۔ کوئی اتنی خاص وہاں کوئی آبادی نہیں ہے۔ پھر یک مجھ سے آپ والبندین۔ والبندین سے آپ چھیت۔ چھیت سے آپ پدک۔ پچکی، احمد وال، نوشکی اور آپ آتے ہیں یعنی ڈسٹرکٹ مستوگ میں داخل ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ واردات یعنی شیعہ زائرین کو شیخ واصل ریلوے اسٹیشن اور سبزی منڈی کے پیچ میں مارا جاتا ہے۔ یہاں سے شیعہ زائرین وہ جھنگ میں بھی جاتے ہیں۔ کراچی بھی جاتے ہیں لا ہو رہی جاتے ہیں وہاں انکو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ یعنی شیخ واصل میں فوج کا ایک کمپ ہے بر گیڈ ہے۔ ہیڈ کوارٹر ہے وہاں۔ یعنی ہمیشہ آپ دیکھ لیں کہ شیخ واصل سے لیکر کے سبزی منڈی میں یعنی اس پیچ میں شیعہ زائرین کو مارا جاتا ہے۔ سراج کا بم دھما کہ بھی یعنی خود کش بھی کہتے ہیں، وہ بھی دریا نگر ہ پر ہوتا ہے۔ اچھا! ویسے تو ایک پیلی بھی بھی مر جائے تو اُسکی بھی جوڑیشن انکو ازری کی جاتی ہے۔ لیکن سراج کو آپ چھوڑیں۔ یہ شیعہ زائرین جو مارے گئے ہیں آج تک شیعہ بھائیوں نے مطالبہ کیا کہ اس پر انکو ازری کرو۔ چلو پہلے تو میری حکومت تھی میں قصور وار تھا۔ آج میں کہتا ہوں کہ میں قصور وار ہوں۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ لیکن آج آپ کی حکومت ہے۔ آپ دیکھیں تحقیقات کریں کہ شیخ واصل سے کوئی شہر تک سبزی منڈی تک یہ شیعہ زائرین یعنی اس اسٹریچ پر میرے خیال میں کوئی بیس بائیس تینیں کلو میٹر کا اسٹریچ ہے۔ اب اس میں کوئی ہزار آٹھ سو سے زیادہ شیعہ زائرین مارے گئے ہیں جناب اسپیکر! یہ ساری سوچنے کی باتیں ہیں۔ اُس دن میں نے پنجابی فوج کی بات کی۔ تو یہ بہن جی اور بھائی جان بہت ناراض ہوئے انہوں نے اتنی بڑی پر لیں کانفرنس کر دی آپ بھی بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے بھی پر لیں کانفرنس کی۔ ٹھیک ہے آپ نے اچھا کیا آپ نے اپنی روزی حلال کر دی ہے۔ لیکن جناب! ہم سب کو ایک بات سوچنی چاہئے یہ جو آتے ہیں یہ سرکاری جرنیل یہ تجوہ دار لوگ ہیں۔ اب تو آپ ان کی مہرو محبت آپ دیکھتے ہیں۔ کیونکہ اُنکے پاس اقتدار ہے۔ اُنکے پاس طاقت ہے آپ کو سرگاؤں کر سکتے ہیں۔ آپ سے اپنی بات منو اتے ہیں لیکن جب ریٹائرڈ ہو کر کے جاتے ہیں کبھی آپ انکو دیکھتے ہیں؟ سراج میرا

بھائی۔ ٹھیک ہے وہ آپ کا candidate، لیکن سراج میرا بھائی ہے۔ آج یعنی میرا گھر جلا ہے۔ میرا گھر جس نے بھی تباہ کیا جام کمال نے کیا یا اُنکے آقاوں نے کیا۔ لیکن جناب ہم سب کو دیکھنا چاہئے کہ آج سراج کے قبر پر فتحہ پڑھنے کے لئے کون جاتا ہے؟ میں جاتا ہوں لشکری جاتا ہے باجوہاتا ہے حمل جاتا ہے اور کوئی نہیں جاتا۔ چھوڑ دیا خلاص۔ اپنا مقصد نکالا۔ چھوڑ دیا۔ ایسی باتیں بھی میری شنید میں آئی ہیں کہ سراج کے پاس اتنے راز تھے۔ اور سراج نے کہا تھا انکو کہ اگر مجھے اس چیز سے جتواد گے تو میں آپ کے راز میں چھپاؤں گا۔ ورنہ اگر میں نہیں جیتوں گا میں راز افشا کروں گا۔ یہ ہم سنتے ہیں۔ ہرگز، اس دوران جب سراج کا بیٹا مارا گیا اُس نے مجھ سے قطع تعلق کیا۔ مجھ سے وہ ناراض ہوئے۔ تو یہ ساری چیزیں اس ریاست پاکستان میں دیکھنے والی ہیں۔ اب اسلام آباد جو دارالخلافہ ہے جہاں سرکاری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی ہوتی ہیں جو کیمرے ہیں جو safe-city کے نام پر ہیں۔ اچھا! وہاں سے بھی لوگوں کو انخوا کیا جاتا ہے۔ پویس آفیسر کو انخوا کیا جاتا ہے فوجی آفیسروں کو وہاں سے انخوا کیا جاتا ہے صحافیوں کو وہاں سے انخوا کیا جاتا ہے۔ بیت اللہ محسود کو آپ دیکھ لیجئے۔ احسان اللہ احسان کا ویڈیو آپ سب نے دیکھا ہے۔ احسان اللہ احسان جس مکان میں پشاور میں بند ہے فرمائش وہ پاکستان ایئر فورس کے گلف کور کے ساتھ اسکو لے جاتے ہیں۔ لیکن بڑا آپ کا صحن ہے اسکا دروازہ وہ توڑ کروہ جاتا ہے۔ اور بائیکس دن، بائیکس دن وہ کہتا ہے کہ میں گھوما پھرا ہوں۔ ویب سائیٹ پر میں نے رابطہ بھی کیا ہے۔ اور ان کو پتہ نہیں ہے کہ تم کہاں ہو۔ یعنی یہ چیزیں، یہ سوچنے کی باتیں ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس طرح مت کرو۔ اس فیڈریشن کو نقصان مت پہنچاؤ۔ ٹھیک ہے خان احمد یار خان کے ساتھ جو محمد علی جناح نے جو ایک ایگر یمنٹ کی یہ دستاویز جو 1940ء کی قرارداد ہے وہ بھی تو محمد علی جناح کی صدارت میں وہ پاس ہوئی۔ اگر ان کو بھی آپ نہیں مانتے ہیں لیکن وہ فیڈریشن ہے اسکو تباہ مت کرو۔ ہماری آنے والی نسلوں کو بر بادمت کرو۔ ثم تو تنخوا لیکر کے ریٹائرڈ ہو جاؤ گے ریٹائرڈ منٹ کے بعد تمہارے پاس پیسہ آئے گا تو کوئی آسٹریلیا چلا جائے گا کوئی امر کیکہ کوئی دعیٰ چلا جائے گا ہم تو یہاں قبرستان والے لوگ ہیں ہم تو ہزاروں سالوں سے یہاں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم پشتون بھائی ہماری جان محمد بھائی، ہم تو اس وطن کے باسی ہیں ہم یہاں بلوج پشتون جانوں کی ہم جہاں ہم رہتے ہیں۔ ہم اپنی قبرستانوں کو چھوڑ کر کہاں جائیں گے۔ یعنی اپنے جو ہمارے عزیز واقارب ہیں جو ہمیں چھوڑ کر کے اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے ہیں تو کیا ہم اُنکی قبریں کھود کر اُنکی ہڈیاں ایک پلاسٹک کے تھیلے میں ڈال کر کے اپنی ساتھ لے جائیں گے۔ یہ کوئی انگریز ہی کر سکتا ہے ہم کوئی انگریز نہیں ہیں۔ یہ دیکھنے کی باتیں ہیں۔ ابھی جس طرح حاجی زا بد کے ساتھ ہوا اُن پرفارنگ کی گئی۔ اگر

حاجی زا بدوہاں مارے جاتے تو کیا ہوتا کوئی بیٹھ کر کے افسوس کرتا کوئی بیٹھ کر کے تقریر کرتا کوئی دعا و فاتحہ کرتا۔ جناب اسیکر! میں اس ایوان کی تو سط سے کہنا چاہتا ہوں کہ حیات کا مسئلہ اب معلوم ہے لیکن جو بھی اس میں ملوث ہیں انکو شاملِ تفتیش ہونا چاہئے۔ ہم لوگ اعتدال پسند سیاسی لوگ ہیں ہم پارلیمانی سیاست کرتے ہیں لیکن میں ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ حیات جیسے اور بھی مارے گئے ہیں۔ میرے خیال میں کوشش انکی یہ ہے کہ پارلیمانی سیاست اعتدال پسندی کی سیاست کو کٹ کر کے ہم جیسے لوگوں کو انتہاء پسندی کی سیاست میں دھکیل لیں۔ تاکہ ہم بھی اس آگ میں جلیں اور وہ بھی اس آگ میں جلیں۔ یہ چیزیں ہم سب کے سامنے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ مت کرو۔ اور اس میں، میں نے اُس دن بھی اپنی تقریر میں بتایا کہ جو چغل خور ہیں جو یہاں کی بات وہاں پہنچاتے ہیں یہ ان کا بھی قصور ہے۔ کیا اُس باغ میں یعنی اُس آفیسر نے، جو بم دھما کہ ہوا۔ حیات جو اپنے والدہ اور اپنے والدکی ساتھ وہاں بھجور جمع کر کے پیکنگ کر رہے تھے۔ وہ جو بھی اپنے باغ میں کام کر رہے تھے۔ کیا وہاں بھی تو کوئی ہو گا کہ اس نے کہا کہ اس لڑکے نے کیا ہے۔ شاید جس نے اشارہ کیا ہو گا شاید حیات شہید کیسا تھا اُس کی کوئی عداوت ہو گی۔ یہ یعنی آج پاکستان میں صرف بلوجستان میں نہیں۔ آج سندھ کی آپ حالت دیکھیں۔ آپ پختونستان کی آپ حالت دیکھیں۔ آپ بلوجستان کی حالت دیکھیں۔ یہاں ایک خانہ جنگل کی کیفیت ہے۔ کوئی قبول کرتا ہے کوئی نہیں کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے حالت ٹھیک ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں حالت ٹھیک نہیں ہے۔ جب میں چیف منسٹر تھا مجھ سے بہت لوگوں نے پوچھا میرے دوست گواہ ہیں کہ حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ اُس دن میں نے پنجابی کی بات کی بہت سے دوست، جب میں چیف منسٹر تھا آتے تھے میرے دفتر میں وہ پنجابیوں کو برا بھلا کہہ کر جاتے ہیں اور آج وہ بڑے چینچپن بنے ہوئے ہیں کہ اس طرح مت کہو۔ اگر کوئی بات اگر میں نے کہہ دی۔ یعنی یہ تو factual position ہے جو آج پاکستان میں ہو رہا ہے، کوئی انکار کر سکتا ہے؟ اگر کوئی انکار کریا وہ بالکل غافل ہے۔ اگر کوئی انکار کرتا ہے تو وہ دماغ سے فارغ ہے۔ اگر کوئی انکار کرتا ہے وہ مفاد پرست ہے۔ اور اچھا بھر میری بہن جی نے کہا کہ پا سپورٹ اور شناختی کارڈ بھی اٹھا کر پھر یہ پھینک دیں۔ یا! اگر مجھے اللہ کوئی اور شناختی کارڈ کوئی اور پا سپورٹ دے میں اُس کو بھی قبول کروں گا۔ ہمارے پاس ایک dual nationality ہے تو ہم تو گندے لوگ ہیں ہم یہاں کی بات وہاں پہنچا سکیں گے۔ لیکن جو یہاں سے ریٹائرڈ ہو کر جاتے ہیں ان کے بچوں کے پاس dual nationality ہے۔ ان کے خاندان کے پاس dual nationality ہے۔ کیا مطلب صرف ہم گنہگار ہیں؟ یعنی ہم ایک پی اے فنڈر میں کوئی جھک مارتے ہیں نہیں مارتے ہیں نہیں ایک دم ایک رسی ڈالتے ہیں نیب۔ نیب ہمیں چھانسی کے پھنڈے کیسا تھے میں

ٹانگ دیتی ہے۔ اب پچھلے دنوں ایک جرنیل نے جوانڈو نیشا (جکارتہ) میں جو سفیر تھا اُس نے پاکستانی سفارتخانہ بچا ہے۔ یہ اخبارات میں ہے آپ دیکھیں۔ اُس نے سفارت خانہ بچا ہے۔ ہم کر سکتے ہیں ایسا؟ اگر ہم کریں وہ ہمیں بھی ماریں گے اور ہمارے خاندان کو بھی ہمیں بتاہ کر کے رکھ دیں گے۔ جناب اتنی نہ مجھے تقریر آتی ہے نہ باتیں آتی ہیں۔ یہ سب سوچنے کی بات ہے۔ یہاں کوئی اپنا اقتدار کو طول دینے کیلئے جو قتل و غارت گری اور جبرو استعداد جو پاکستانی فوج کرہی ہے اس کو نہیں ہونا چاہیے۔ اس کو بند ہونا چاہیے۔ اُس دن چمن میں ہوا کیا ہوا چمن میں؟ ایک لغڑی آتا ہے وہ ٹاڑپر دوسرو پے لیتا ہے اس کو کہا کہ اب نیا صاحب آیا ہے وہ کہتا ہے پانچ سورو پے دو۔ وہ کہتا ہے خانہ خراب میں تمہارا تصویر بھی چوتا ہوں۔ میں تمہارا ہاتھ بھی چوتا ہوں۔ یعنی دوسرو روپے سے زیادہ مجھے وارہ نہیں کھاتا ہے۔ یعنی سرحد کے اس طرف اپسین بولڈک سے میں ٹاڑخرید کر اپنی پیٹ پر لے آتا ہوں۔ تو یہ صرف دوسرا اور پانچ سورو پے پر یہ سرحد بند ہوا۔ اس کے بعد اخبار میں آتا ہے کوئی سات آدمی مرے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ تقریباً ساٹھ، پنیٹھ لوگ مرے ہیں۔ یہ ساری سوچنے کی باتیں ہیں اور میں سارے ایوان کا مشکور ہوں انہوں نے مجھے غور سے سن۔ اور میں سوچتا ہوں کہ ان ساری باتوں پر ہمارے دوست بالکل بات کریں گے۔ اور جو ہمارا طن ہے سب کی کوشش ہے کہ اس پر بات کریں۔ میرے خیال انتظار میں ہیں ہم سب کہتے ہیں کہ ہمارا طن خوبصورت ہو۔ پر امن ہو ہمارے آنے والے نسلوں کیلئے یہ خوبصورت ہو۔ بہت شکریہ جناب اپسیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جیزاد علی ریکی صاحب۔

میرزاد علی ریکی: نحمدہ، نسلی علی رسولہ الکریم۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔
جناب اسپیکر صاحب! آپ کا مشکور و ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ جو میرے اوپر قاتلانہ حملہ نائب تحصیلدار اور سپاہیوں نے کیا اُس کا story اس اسمبلی فورم میں ہمارے ایم پی اے منстроں گیرہ بیٹھے ہیں جناب اسپیکر صاحب! میں 14 اگست کو میں تربت میں تھا۔ وہاں لا لارشید بھی موجود تھے۔ منتظر ہو رہا صاحب بھی تھے۔ حمل کلتی بھی تھا۔ تو وہاں سے میرا پروگرام اپنے علاقے کی طرف ہوا تو حمل بھی ساتھ نکل گئے۔ میں رات کو جناب اسپیکر صاحب! پنجگور آیا تو حمل کلتی صاحب کوئی کی طرف چلے گئے۔ تو میں نے وہاں سے ڈپٹی کمشزرو کہا کہ سننے میں آ رہا ہے کہ یہاں پر لیویز والے بھتے لے رہے ہیں چھوٹے گاڑیوں سے۔ کوئی بیسیں ہیں۔ Mیرے آنے سے پہلے میں نہیں دیکھوں کہ یہ لیویز کی چیک پوٹھیں وہاں سے بھتے لے لیں جناب اسپیکر صاحب! میں وہاں سے نکل گیا رات کے دو بجے پنجگور۔ پہلا چیک پوٹھ آیا سوراب جو ناگ

بُونین کو نسل کا تھا۔ وہاں کچھ گاڑیاں کھڑی تھیں لیویز والے پیسے لے رہے تھے۔ میں نے کہا یہ کوئی روول، یہ کوئی گورنمنٹ نے کہا ہے کہ یہاں سے پیسے لے لیں؟ گاڑی والوں کو میں نے کہا جائیں آئندہ خبردار آپ لوگ لیویز والوں کو یہاں پسیے قطعاً نہیں دینی ہے یہ غریب لوگ ہیں یہ پتہ نہیں پروں بارڈر سے۔ چیدیگی بارڈر سے پتہ نہیں تربت سے بیچارے آتے ہیں۔ آپ آتے ہو ان لوگوں کو لوٹنے کیلئے۔ جناب اپسیکر صاحب! پھر اگلے دن میں تقریباً اس بجے ناگ تحصیل گیا وہاں سارے جتنے میرے بی این پی کے کارکن وغیرہ تھے۔ وہاں جب میں تحصیل آفس میں بیٹھا تو میں نے کہا کہ نائب تحصیلدار کو بلا و پہلے سے ایک نائب تحصیلدار وہاں موجود تھا۔ وہ، پندرہ، میں منٹ کے بعد نائب تحصیلدار اکرام سیاپاڈا آگیا۔ میں تم چالیس بندوں کے سامنے میں نے کہا یہ جو بھتہ آپ لوگ لے رہے ہیں میں قطعاً برداشت نہیں کرتا ہوں، kindly یہ بالکل ختم کریں۔ اور یہ جو آپ لے رہے ہیں کس نے آپ کو حکم دیا ہے کونسے روں کے مطابق؟ یہ میں اپنے ڈسٹرکٹ میں نہیں چھوڑوں گا۔ تو وہاں اس کے آفس سے میں نکل گیا۔ میرے دوستوں نے میری لی پارٹی کیا تھادو بجے کے بعد جناب اپسیکر! مجھے فون آیا کہ نائب تحصیلدار اکرام آپ کو بلار ہے ہیں چھٹ کے مقام پر ناگ سے تقریباً میں کلو میٹر پنجگور کی طرف جاتا ہے ڈسٹرکٹ واشک ہے۔ کہتا ہے آپ وہاں آ جائیں۔ میں اپنے دوستوں کی ساتھ آٹھ گن میں میرے ساتھ تھے۔ جناب اپسیکر صاحب! میں وہاں گیا۔ مجھ سے پہلے اکرام بدمعاش نائب تحصیلدار وہاں موجود تھا۔ اس نے جب گاڑی دیکھتے ہی میرے اوپر فائرنگ شروع کی۔ جناب اپسیکر! میرے پاس بھی گن میں تھے۔ اگر خدا نخواستہ میرے گن میں فائر کر لیتے تو لیویز والے مرتبے یا نائب تحصیلدار مرتا کہتے کہ یا ایم پی اے پچیس سال کے بعد آیا ہوا ہے اس نے لیویز کو بھی شہید کیا اور نائب تحصیلدار کو بھی شہید کیا۔ مگر میں نے اپنے گن مینوں کو کہاں چھوڑ و جو فائر کر گا مجھے مارے گا جو بھی کرنا ہے چھوڑو۔ اس نے اپنا یہ کام کر کے دکھایا۔ جناب اپسیکر صاحب! پھر میں آیا تحصیل کی طرف۔ وہاں سے وہ بھاگ گیا۔ تحصیل ناگ کے آگے وہاں ایک مقام پر روٹ بند ہو گیا ٹرینک جام ہو گیا۔ دو، تین گھنٹے کے بعد فانس ڈسٹرکٹ صاحب تربت سے کوئی طرف جا رہا تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا ٹرینک ہے رش ہے۔ وہاں گیا، کہتا ہے حاجی صاحب کیا ہوا ہے؟ میں نے یہی اسٹوری ظہور صاحب سے کی، مجھ پر یہ قاتلانہ حملہ اس نے کیا۔ ابھی اللہ جانے اس کی پشت پناہ ہی کون کر رہا ہے؟ جناب اپسیکر صاحب! اس کو سے بھیجا ہے کہ اس طرح آپ کریں ایسی حرکت کریں ایم پی اے کو ماریں۔ جب ایم پی اے کی یہ حالت ہو گی کہ عوامی نما ائندہ تو عوام اور علماء اور مسکین غریبوں کا اس لیویز اور اس نائب تحصیلدار کے ساتھ۔ یہ تو پھر کسی کو اپنے خاطر میں نہیں لائیں گے۔ یہ تو پھر شوٹ کر کے چلے

جائیں گے۔ تو منسٹر صاحب گئے کہتا ہے کہ میں جا کر اس سے پوچھتا ہوں۔ میں نے کہا بالکل جا کر پوچھ لیں۔ جب گئے پھر آدھے گھنٹے کے بعد آگئے حاجی صاحب وہ کہتا ہے مجھے معاف کرو مجھ سے ہو گیا ہے۔ میں نے کہا ظہور صاحب میں بھی بلوج ہوں آپ بھی بلوج ہیں۔ آپ میر اسرانگیں میں آپ کو دینے کیلئے تیار ہوں آپ میرے قابل احترام ہیں قابل قدر بھی ہیں۔ اللہ نے آپ کو ایک عزت دی ہے بلوجستان میں فناں منسٹر ہو آپ مجھے کہیں کہ اس موقع پر اس طرح کرنا۔ کہتے ہیں نہیں بالکل ناجائز ہوا ہے آپ کے ساتھ۔ اور ایسی حرکت آپ ایم پی اے کے علاوہ عوام کے ساتھ ایسی حرکت نہیں کر سکتے۔ تو ظہور صاحب نے چیف سیکرٹری سے بھی بات کی۔ سی ایم کے پرنسپل سیکرٹری زاہد سلیم سے بھی بات کی۔ ہوم سیکرٹری حافظ باسط سے بھی وہاں سے بات کی۔ کمشنر صاحب سے بھی بات کی جناب اسپیکر صاحب! کہ بھائی صورتحال یہ ہے۔ اس نے بالکل ناجائز کیا ہے۔ اس کو suspend کیا جائے۔ اس کے اوپر ایف آئی آر لیویز والوں کی ساتھ کائی جائے۔ مگر جناب اسپیکر صاحب! آج 24 اگست ہے ایف آئی آر نہیں ہوا ہے میرے نوٹس میں آیا ہوا ہے جو suspend کا وہ بھی نہیں ہوا ہے جناب اسپیکر! ابھی تک نائب تحصیلدار لیویز ایسے بدمعاشوں کی طرح گھوم رہے ہیں کہ نہ suspend ہوانہ میرے اوپر ایف آئی آر ہوا۔ میں ایسا گھوم رہا ہوں۔ میں نے ایم پی اے کو مارا کیا ہوا۔ جناب اسپیکر صاحب! آج میرے اوپر ہوا ہے کل ظہور صاحب کے اوپر ہو گا۔ ضیاء لاٹگو صاحب کل آپ کے اوپر بھی ہو گا۔ اور بھی ہمارے مبروغ غیرہ یہاں بیٹھے ہیں اس لوگوں کے اوپر بھی پولیس لیویز اس طرح کی حرکت کریگا۔ آخر کیوں وجہ کیا ہے میں نے گناہ کیا کیا ہے؟ میں نے سیٹ عوام مظلوم اور پھر اللہ کی بدولت رب نے مجھے لاکر بھایا ہے۔ میرے ساتھ اتنا ظلم کرنا، میرے ساتھ ناجائز کرنا ایسا حرہ ایسا پلانگ منصوبے بنانا یہ کہاں کا انصاف ہے جناب اسپیکر صاحب؟ ماشکیل میں ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب اُس کو مدرسے میں زد و کوب کیا گیا۔ اُس کے قاتل بھی ابھی تک جیل میں ہیں پتہ نہیں تفتیش بھی نہیں ہو رہا ہے۔ شاہ نواز ماشکیل میں چار بجے اُسکے دکانوں میں بھی حملہ ہوا ہے اس کو مارا۔ کوئی پہنچتے ہی وہ بھی شہید ہو گیا۔ یہ حالت ہے ماشکیل کی۔ یہ حالت ہے میرے اوپر۔ یہ انتظامیہ کی حالت ہے۔ خدا راللہ کے واسطے آپ لوگ کیوں اس طرح کر رہے ہیں؟ آپ لوگ کم از کم بتادیں اس اسمبلی فورم میں کہ آپ لوگ میرے ساتھ اس طرح کیوں کر رہے ہیں؟ میرے عوام کے ساتھ کیوں اس طرح کر رہے ہیں؟ یہ کب تک ہوتے رہیں گے جناب چیئرمین صاحب! ابھی ایک سال پہلے اسی فورم میں استنسٹ کمشنر کا امیر مزہ ماشکیل میں ہے۔ اسی فورم پر میں نے کہا کہ ماشکیل میں دو چیک پوٹھیں ہیں۔ ایک جو دار ہے ایک کا سکن ہے پیسے لے رہے ہیں۔ اُس کو

وہاں سے اٹھا کرو اشک بھیجا۔ واشک کے بھیجنے کے بعد اس کو کوئی بھیجا۔ ابھی دس دن نہیں ہوتے کہ پھر اس کو مانشکیل بھیجا۔ کیوں چیزِ میں صاحب! بلوجستان میں کوئی اور استنسٹ کمشن نہیں ہے؟ یہ ٹھیکہ مانشکیل کے بھتے لینے کا خالی امیر حمزہ نے اٹھایا ہوا ہے؟ یہ بھتے لینے کی وجہ کیا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یہ مظلوم سے لے رہے ہیں۔ جناب چیزِ میں صاحب! مفسٹر ضیاء لاگو صاحب! خدار! آپ اگر ڈپٹی کمشنر کو بھیجتے ہیں یا استنسٹ کمشنر کو بھیجتے ہیں یا نائب تحصیلدار کو بھیجتے ہیں مفسٹر سلیم صاحب بیٹھے ہیں۔ کم از کم اگر میرے کہنے پر نہیں بھیجتے ہیں میرے مخالف بندوں کو تو نہیں بھیجیں۔ اگر آپ اپنے recommendation پر اے سی، ڈی سی، نائب تحصیلدار بھیجیں گے تو الامالہ میرے اوپر بھی فائز نگ ہوگی۔ مجھے بھی قتل کریں گے۔ میری عوام کی بھی حالت یہی ہوگی تو یہ ایکشن کرنے کا پھر فائدہ کیا ہے؟ آپ پھر ایکشن کیوں کرواتے ہیں؟ ایکشن نہیں کروایں کروڑوں، اربوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ عوام بچارے نکلتے ہیں اپنی رائے دیتے ہیں کہ ہم اس کو ووٹ دینے یہ مستقبل میں ہمارے لئے، ہمارے علاقے کے لئے کام کریں گے۔ ہمارے علاقے میں امن و امان بحال کریں گے۔ ہمارے علاقے میں ترقیاتی کام کریں گے۔ ہمیں فنڈز اگر نہیں دے رہے ہیں کم از کم ہمیں جان سے تو نہیں ماریں ضیاء صاحب! آپ ہوم مفسٹر ہیں ہمیں جان سے تو نہیں ماریں؟ ہم نے گناہ کیا کیا ہے؟ اس کا ایسا رپورٹ بنادیں کہ نائب تحصیلدار کے پیچھے کون ہے۔ اسکے پیچھے ہاتھ کس کا ہے؟ اس کو بھیجا کس نے ہے؟ کس پلانگ میں کس منصوبے کے تحت اس کو بھیجا کہ آپ ایسا کام کریں؟ افسوس کی بات ہے آج حق یہی تھا سی ایک صاحب بیہاں بیٹھے ہوتے اس کا جواب دے دیتے۔ مگر جب اسمبلی سیشن ہوتا ہے نہیں بیٹھتے ہیں۔ کیا کریں کہاں جائیں؟ جناب چیزِ میں صاحب! دل درد بھی کر رہا ہے میری حالت یہ ہے پھر عوام کی حالت کیا ہوگی؟ اگر آپ میرے اوپر انتقامی کارروائی کرتے ہیں تو مجھے کھل کر بتا دیں۔ فنڈز، پی ایس ڈی پی ہمیں نہیں دے رہے ہیں۔ ابھی بارش ہوئی ہے واشک میں رات کو۔ شیر و زان میں ایک گھر گر گیا ہے۔ زمیندار کے سول ریس بھی ہوانے توڑ پھوڑ کر دیئے ہیں۔ آپ وہاں توجہ دیدیں اگر مجھے نہیں دیتے کم از کم وہاں ان مظلوموں کے اوپر رحم کریں۔ ان لوگوں کے گھر گرے ہیں۔ مفسٹر صاحب ظہور صاحب آپ ہیں ضیاء صاحب ہے۔ زلزلہ آیا وہ بھی ساجد یونین کو نسل بسمہ میں وہ میری ماں میں بہنیں اور میں گیا۔ تو میرے خیال سے میرے بعد پھر ثنا صاحب گئے وہاں۔ میری ماں میں، بہنیں باہر بیٹھی تھیں۔ ان لوگوں کیلئے گھر بنا میں۔ انکو سہولتیں دے دیں۔ آپ لوگوں کا حق بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں سے پوچھے گا بھی میں نے آپ کو مفسٹر بنایا۔ آپ کم از کم خود جائیں۔ آپ خود اپنا پوستر لگائیں۔ آپ خود اپنے نام پر کر لیں اس کو کہتے ہیں کام۔ آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے۔ ضیاء صاحب میں

محبوب ہوں کہ میں آپ کو بھی کہوں۔ ظہور صاحب کو بھی کہوں میرا حق بتتا ہے۔ کس کو کہوں کس کے پاس جاؤں؟ فنڈر سلیم صاحب تو نائب تحصیلدار ایسے بھیجتے ہیں۔ اس میں آپ بھی مجھے بتادیں اس اسمبلی فورم میں کہ یہ نائب تحصیلدار نے کیوں ایسی حرکت کی میرے ساتھ؟ سلیم صاحب آپ اس بورڈ آف ریونیو کے منظر ہیں۔ آپ اس کو بلائیں آپ اس کو suspend کریں۔ مگر آج تک سلیم صاحب اگر آپ کی جگہ میں فنڈر ریونیو ہوتا میں اسی طبق اس کو وہاں سے فارغ کرتا۔ اس کو suspend کر لیتا مگر سلیم صاحب آج تک دس دن گزر گئے آپ نے بجائے suspend کے آپ نے مجھے ایک کال بھی نہیں کیا کہ زابد صاحب آپ بچ گئے خیر سے یا زندہ ہو۔ مجھے ایک کال تو کر لیتے آپ کیسے بچ گئے۔ خدا را چیز میں صاحب! مجھے آپ لوگ کیوں اس طرح نگ کر رہے ہیں؟ آپ لوگوں کی وجہ کیا ہے؟ اس اسمبلی فورم کے سامنے آپ لوگ خود بتادیں باقی جو باتیں ہیں فنڈر ظہور صاحب جو آپ نے اپنے آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بحثیت بلوچ انشاء اللہ مجھے امید ہے آپ اس اسمبلی فورم میں سب کے سامنے جو آپ آئے ناگ میں موجود تھے۔ آپ وہ باتیں بھی خود کر لیں کہ یہ کیوں اس طرح ہوا میرے ساتھ؟ اور آپ نے خود کہا کہ بس حاجی صاحب اس کو معاف کریں۔ میں نے کہا ظہور صاحب اس کو معاف کرنے کی یہ جگہ ہی نہیں ہے۔ اگر خدا نخواستہ چیز میں صاحب! اگر میرے گن میں فائز کر لیتے تو آج کہتا یہ بدمعاش ایم پی اے ہے۔ اس نے لیویز کو قتل کیا۔ یہ بدمعاش ایم پی اے ہے اس نے نائب تحصیلدار کو شہید کیا۔ مگر نہیں کچھ بھی نہیں ہے۔ تحصیلدار نے مارالیویز والے سرعام گھوم رہے ہیں۔ گورنمنٹ کی طرف ابھی دیکھ رہے ہیں ایسے۔ میرے دوستوں نے ریکوویشن اسی وجہ سے بلا یا تھا چیز میں صاحب! اس میں کمیٹی بنائیں جو ڈیشل انکوائری بنا میں جو ہو سکتا ہے اس کے خلاف کریں۔ اگر آج اس نائب تحصیلدار سے اور سپائیوں کو آپ لوگ اسی طرح چھوڑا کل انشاء اللہ آپ لوگوں کے اوپر بھی لیویز والے فائز کریں گے۔ پولیس والے بھی انشاء اللہ آپ لوگوں کے اوپر فائز کریں گے۔ میں اور کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ میں انشاء اللہ بدعا تو کر سکتا ہوں اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھا سکوں گا کہ اے اللہ میں مظلوم ہوں ان لوگوں نے میرے لئے کچھ بھی نہیں کیا۔ ابھی دیکھتے ہیں دس دن ہو، میں دن ہو مہینہ ہوا بھی انصاف آپ لوگوں کے پاس ہے۔ قلم بھی آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے آپ لوگ کیا کریں گے۔ جی چیز میں صاحب! اس پر میں اپنی بات مختصر کرنا چاہتا ہوں کہ باقی دوست بھی بات کرنا چاہتے ۔۔۔ (مداخلت۔ آوازیں)۔۔۔ جناب چیز میں صاحب! میں آپ کا مشکور ہوں اور باقی دوستوں کا بھی مشکور ہوں کہ سب نے اس ہمدردی کے حوالے سے اسمبلی اجلاس بھی بلا یا میرے اچنڈے پر۔ اور اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو سلامت رکھے، thank you جناب چیز میں صاحب۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین یونس عزیز زہری نے اجلاس کی صدارت کی)

میر سلیم احمد کھووسہ (وزیر مکملہ مال): جناب چیئرمین صاحب! میں اگر دو منٹ مہر بانی کر کے۔
جناب چیئرمین: جی۔

وزیر مکملہ مال: نہیں وضاحت تو ہوم فنڈر صاحب کریں گے میں تھوڑا سا کہنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ بار بار انہوں نے مجھے مخاطب کیا۔

جناب چیئرمین: کھووسہ صاحب دو منٹ کے لئے۔

جناب نصر اللہ خاں زیریے: جناب چیئرمین صاحب! جو نام دیئے گئے ہیں اس ترتیب سے چلے تو اچھا ہوگا
جناب چیئرمین: نصر اللہ زیریں صاحب، حمل صاحب please تشریف رکھیں اس کے بعد آپ کو نام دوں گا۔

وزیر مکملہ مال: شکریہ جناب چیئرمین صاحب زا بدب صاحب ہمارے معزز بھائی ہیں ان کا بڑا احترام ہے۔
جناب چیئرمین: آپ نے مجھ سے نام نہیں لیا وہاں سے لے لیا۔

وزیر مکملہ مال: نہیں آپ نے نام دیا ہے سرتیب میں بول رہا ہوں۔ آپ کا احترام ہے چیئرمین صاحب!
اس طرح نہیں ہم زور زبردستی نہیں کرتے ہیں بروز شمشیر اپنے آپ ۔ ہم request کر کے اور اس چیئرمکا بڑا احترام ہے۔

جناب چیئرمین: اچھا، جی please۔

وزیر مکملہ مال: گزارش یہ ہے کہ زا بدب صاحب محترم ہیں۔ انہوں نے بار بار ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے بات کی ہے۔ یہ ٹرانسفر، پوسٹنگ میرٹ پر ہوتی ہیں اور ڈیپارٹمنٹ کرتا ہے۔ میرا اس میں کوئی کسی قسم کا بھی انفلورنیس نہیں ہے۔ ایک نائب تحصیلدار کوئی individually کوئی ایکٹ ہے اس کو دیکھا جا رہا ہے۔ ایک کمیٹی بھی بنادی گئی ہے۔ سی ایم صاحب کے knowledge میں جب یہ واقعہ پورا آیا تھا تو CMIT ٹیم جو ہے وہ conduct کر رہی ہے اس کمیٹی کو۔ اور 17 تاریخ کو یہ کمیٹی بنا بھی دی گئی ہے اور پندرہ دن دیئے ہیں کہ اس کی رپورٹ پیش کی جائیگی۔ صرف میں گزارش ضرور کرنا چاہوں گا۔ میرا بہت ہی محترم بھائی ہے دوست ہے یہ معاملہ اتنا سادہ نہیں ہے جس طرح انہوں نے ایک طرفہ بات کی ہے۔ ابھی میں یہاں وہ باتیں نہیں کرنا چاہتا ہوں کہ اسمبلی کا ماحول یہاں خراب ہو جائے۔ ہم اس کمیٹی پر چھوڑتے ہیں باتوں کو وہ انشاء اللہ تعالیٰ investigation کر کے چیزوں کو اس ایوان میں clear کر کے لے آئیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

جناب چیئرمین: جی نصر اللہ زیریے صاحب۔

جناب نصراللہ خان زیرے: ایسا ہے کہ میرا دوست حمل کلمتی صاحب نے مجھے request کی کہ میرے مہمان بیٹھے ہوئے ہیں لہذا اسکے بعد میں بات کروں گا۔

جناب چیئرمین: پھر آپ گلہ نہیں کرنا پھر آپ کا نمبر آخری پر جایگا۔

جناب نصراللہ خان زیرے: نہیں اس کے بعد میں بات کروں گا۔

جناب چیئرمین: فرمائشی نہیں ہے پھر آپ کا نمبر آخر پر چلا جائیگا۔ جی حمل کلمتی صاحب پھر آپ ابھی تشریف رکھیں ناں آپ کا نمبر بالکل آخر میں آجائیگا۔

میر حمل کلمتی: شکریہ چیئرمین صاحب۔ بسم اللہ الرحمن الرحيم، میں اپنی speech بیشربدار کے شعر سے شروع کرتا ہوں۔

پدا تغمیر شلاناں ہونے ہو ریں۔

پدا تغمیر شلاناں ہونے ہو ریں۔

گشے ہونے نہ انگوکچیجے طوریں۔

گشا بچو برatal روچے رحمن۔

گبن دے چنان وتنوں ظلم عدوریں۔

جناب چیئرمین! جیسا کہ سب کے علم میں ہے، حیات بلوچ جس کو 13 اگست کو تربت کے علاقے آبرمیں شہید کیا گیا۔ حیات بلوچ وہ بچ تھا جو ایک نونہار، قابل اور خوش رواستہ ڈمٹس میں سے تھا۔ جو کراچی کی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اسکے والد کھجور، آمین کا جب سیزن ہوتا ہے اس سیزن میں پکی کھجوریں درخت سے اکٹھ کرتا تھا اور ان کا ٹھیک لیکر ان کو مارکیٹ میں سپلائی کر کے اپنے بیٹے کو پڑھاتا تھا۔ ان کھجوروں کے پیسوں سے اس کے بیٹے کا علاج نہیں ہوتا تھا۔ اس کے ٹپھر ز جو اس کو پڑھاتے تھے وہ اپنے بھی سو شل میڈیا پر سنائے کہ اس کی فیس ادا کرنے کے پیسے بھی نہیں ہوتے تھے۔ چھٹیاں تھیں کورونا وائرس کی وجہ سے۔ کھجور کا سیزن آیا وہ اپنے ماں باپ کا ہاتھ بٹانے تربت پہنچا کہ میرے بزرگ والدین کی کیونکہ کھجور کا سیزن ہے، وہ محنت کر رہے ہیں، میں ان کا ہاتھ بٹاؤں۔ لیکن وہ دن 13 اگست اسکے لئے زندگی کا آخری دن تھا۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ آبرم کے ایک باغ میں۔ والد درخت سے کھجور توڑ رہا تھا وہ نیچے کھڑا تھا۔ اسی دوران کوئی واقعہ ہو جاتا ہے اور ایف سی کی گاڑیاں اس کی والدہ بھی سائیڈ میں اُسی باغ میں کام کر رہی ہوتی ہے۔ فائزگ کی یہ آواز سن کر سارے لوگ بھاگ جاتے ہیں لیکن وہ اپنے باپ کو نہیں چھوڑتا۔ اسی درخت کے نیچے دھوپ میں کھڑا رہتا ہے۔ اور ایف سی وا

لے آتے ہیں اُس کو دہاں سے اٹھاتے ہیں۔ گھستیتے ہوئے اُس کی آنکھیں بند کر کے اُس کے ہاتھ پیر باندھ کے۔ کیونکہ ویڈیو زار اسکی دائرے ہو چکی ہے، اُسکو گھست کر ایک موبائل والے لیجاتے ہیں۔ دوسرا موبائل سے ایک سپاہی اُتر کر اسکو برسٹ مار کے گولیوں سے چھلنی کر دیتا ہے اور وہ شہادت نوش کر لیتا ہے۔ جناب چیزِ میں! یہ پہلا واقعہ نہیں ہے جو اختر مینگل اس پاکستان کے آئین کو تسلیم کر کے ایوان میں بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کا بھائی پہلا مسنگ پر سن ہے بلوجستان کا۔ لیکن وہ آج تک اس آئین کو بھی مانتا ہے اسی ملک میں سیاست بھی کر رہا ہے اور اپنی بات ان ایوانوں میں رکھ رہا ہے۔ نواب بگٹی آپ کے سامنے ہے۔ تو تک کا واقعہ لے لیں اس میں کمیشن بن آج تک ان لوگوں کو سزا میں نہیں دی جاتی۔ اس طرح کے بہت سارے واقعات ہیں، کتابوں میں ہم نے پڑھے تھے لیکن آج تو live ہم ان کو دیکھ رہے ہیں۔ جناب چیزِ میں! اتنا بڑا واقعہ ہو گیا حکومت خاموش ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب اتنے بڑے واقعہ پر ان کو چاہیے تھا کہ وہ اپنی ساری فیملی یا personal visit پر پڑتے وہ close کر کے آتے اس پر نوش لیتے۔ کیونکہ کوئی بھی ادارہ ہو چاہے پولیس ہو چاہے ایف سی ہو چاہے یویز ہو وہ سب بلوجستان گورنمنٹ کے under allow کرتی ہے۔ تو آتے اس واقعے کا نوش لیتے چونکہ آپ دیکھ رہے ہیں آئئے روز مختلف علاقوں میں لوگ احتجاج کر رہے ہیں۔ ان کو بھی پتہ ہے کہ حیات بلوج اس دنیا میں نہیں رہے۔ ان کو بھی پتہ ہے کہ یہ ایک روز کا معمول بن چکا ہے۔ ان کو بھی پتہ ہے کہ جس نے اس کو مارا تھا اس کی والدی شاخت پر اس کو پکڑا گیا ہے وہ اس وقت جیل میں ہے۔ لیکن وہ اس وجہ سے احتجاج نہیں کر رہے ہیں کہ حیات بلوج واپس آئے گا۔ وہ اس وجہ سے احتجاج کر رہے ہیں کہ ایک routine بن چکا ہے آیا کب تک اس طرح کے روز حیات بلوج مارے جائیں گے؟ وہ اسی لئے احتجاج کر رہے ہیں خداراہ بس کیا جائے روزہ ہمارے بچوں کو مارنے سے۔ کیونکہ اس کا آپ کو پتہ ہے خطرناک متانج پھر نکلیں گے۔ جناب چیزِ میں! اس واقعہ کے بعد میرے ڈسٹرکٹ میں ایک لڑکا جو یونیورسٹی میں پچلر کر چکا تھا۔ اُس نے اپنی ساری ڈگریاں پھاڑ دیں۔ مزید اکیس لڑکے صرف میرے ڈسٹرکٹ جن کا مجھے پتہ ہے باقی ڈسٹرکٹوں کا مجھے نہیں پتہ ہے دوست بتا سکیں گے۔ اکیس بچوں نے اعلان کر دیا کہ آگے ہم نہیں پڑھیں گے۔ کیونکہ ہم پڑھتے ہیں حیات بلوج کے جیسے ہی وہ بچے ہیں جن کے والدین پتہ نہیں کہاں محنت مزدوری کسی factory میں کام کرتے ہیں۔ کسی جگہ مزدوری کرتے ہیں کسی کے گھر میں کام کرتے ہیں اور ان بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم نہیں پڑھیں گے کیونکہ ہم اپنے والدین کا پیسہ ضائع نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے بہتر ہے ہم ابھی سے ہی۔ جبکہ ہمیں مرتا ہے تو اس سے بہتر ہے کہ ہم محنت مزدوری کریں۔

جناب اسپیکر! لوگ ہم سے سوال کر رہے ہیں اس ایوان سے۔ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے کیا جب ہم اسلام آباد سے سندھ تک جاتے ہیں کوئی چیک پوسٹ نہیں ہے۔ ہمیں کسی چیک پوسٹ پرو کا نہیں جاتا۔ پوچھا بھی نہیں جاتا۔ آپ دیکھ لیں کچھ دن پہلے اتنا بڑا واقعہ جو ہماری معیشت، اسٹاک ایکچین کراچی میں جو ہوا تھا۔ اس اسٹاک ایکچین پرجس سے ہماری معاشریات بہت پیچھے چلی گئی۔ وہ ایک اہم ادارہ ہے۔ لیکن ہم نے نہیں دیکھا کہ اسلام آباد یا باقی صوبوں سے چیک پوسٹیں وہاں لگ گئی ہیں اور لوگوں سے پوچھا جاتا ہے۔ ہمارے لوگ ہم سے سوال کر رہے ہیں کہ ہم اسلام آباد سے ڈیرہ اسماعیل خان تک آتے ہیں کسی چیک پوسٹ پر ہم سے نہیں پوچھا جاتا۔ ہمارے لوگ ہم سے سوال کر رہے ہیں ہم اسلام آباد یا باقی صوبوں سے جب ڈیرہ غازی خان تک آتے ہیں تو کوئی ہم سے نہیں پوچھتا کہ کہاں جا رہے ہیں۔ پوچھا صرف ہمیں یہاں اس صوبے میں داخل ہونے کے بعد ہزاروں فورسز۔ چاہے ایف آئی اے کی صورت میں ہو، چاہے ایکسائز کی صورت میں، لیویز کی صورت میں ہو، پولیس کی صورت میں ہو ایف سی کی صورت میں ہو کوئی گارڈ کی صورت میں ہو۔ آیا ہم اس ملک کے شہری نہیں ہیں یا محبت وطنی میں ہم باقی لوگوں سے کم ہیں؟ آیا ہمارے پاس NIC نہیں ہے یا ہم اپنے NICs ماتھے پر کھکھلا کر اس بات کی گارٹی دیں کہ ہم اس ملک کے شہری ہیں ہم پاکستانی ہیں؟ اور میں سمجھتا ہوں بلوجستان کے لوگوں نے اس ملک کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ میں جس شہر سے تعلق رکھتا ہوں میرے بھی بزرگ ابھی تک missing persons میں۔ وہ بلوجستان سے حمل جیندہ کہتے ہیں۔ جو جا ش ایران سے لے کر ٹھہر تک اس کو سٹ لائیں کو پورا وہ اکیلے پر ٹکیز یوں سے اپنی فورس کے ساتھ لڑ کر انہوں نے سنبھالا تھا۔ شاید اگر وہ نہ سنبھالتا تو یہ ساحل ہمارا نہ رہتا۔ اور وہ آج تک missing persons ہے۔ مجھے نہیں پتہ میرے خاندان میں کسی کو نہیں پتہ کہ اس کی قبر کہاں پر ہے۔ تو لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کیا ہمیں اس ملک کے شہری کب ہم ٹھرائیں گے یا ہم کس کو اپنی شناخت کی گارٹی دیں کہ ہم پاکستانی ہیں، ہم پاکستانی ہیں۔

جناب چیئرمین: میر ذرا مختصر کر دیں دوسری کوئی بات کرنی ہے۔

میر حمل کلمتی: ہم جس صوبے سے تعلق رکھتے ہیں مالا مال صوبہ اسے کہا جاتا ہے۔ پوری دنیا کی نظریں ہمارے پاس گیس ہمارے پاس تیل ہمارے پاس۔ گوادر پورٹ جو ختم نہ ہونے والا ہے وہ mineral sitt ہے وہ ہمارے پاس اتنے resources کے باوجود بھی صوبے کے لوگ روزگار کے لیے ترستے ہیں۔ اندھری یہاں پر نہیں ہیں۔ آبادی ایک کروڑ 23 لاکھ ہے۔ رقبہ 47% 45% پاکستان، بلوجستان کا رقبہ ہے۔ غربت 86% ہے۔ یہ وزگاری 68% ہے۔ ناخاندگی 90% وسائل 100%۔ سارے دنیا کے

بہترین green water ہمارے پاس ہے۔ معدنیات اعلیٰ درجہ اور وافر مقدار میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اموات یہاں آبادی کے لحاظ سے نہیں رتبے کے لحاظ سے ہوتی ہیں۔ زچ و بچ کی اموات پوری دنیا میں سب سے زیادہ اس صوبے میں ہیں۔ کرپشن اور بھتے پوری دنیا میں سب سے زیادہ یہاں ہے۔ یہاں آج کل تو کینسر، فی بی، پپٹاٹس آج پولیوس صوبے میں جو عام ہیں جو پوری دنیا میں ختم ہونے جا رہی ہے اور یہاں روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔ پھر بھی گورنمنٹ، اپنے چار، پانچ دن پہلے ہمارے معزز دوستوں نے جو حکومت کی نمائندگی کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نے صوبے میں یہ کارکردگی دکھائی۔ مجھے تو خود پر بھی گھن آ رہا ہے۔ جو ترقیاتی کام، بسول ڈیم ہم نے بنایا۔ سوات ڈیم ہم نے بنایا۔ میرانی ڈیم ہم نے بنایا۔ فلاں ہم نے بنایا یہ ہم نے بنایا۔ ریکارڈ جا کر چیک کریں کہ کس نے بنایا ہے کس کے ادوار میں بنتا ہے؟ آپ کی ادوار میں ہمیں تو صرف لاثین مل رہی ہیں۔ اُن بچوں کی، اُن ماوں کے آنسو ہمیں مل رہے ہیں جناب اپنیکر! اب کہتے ہیں کہ بلوچستان کا رقبہ آپ دیکھیں۔ آپ بلوچستان سے این ایف سی ایوارڈ جس کو اٹھارویں ترمیم کو ختم کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اگر اٹھارویں ترمیم بلکہ میں سینٹ کے ایوان میں میں نے دیکھا ہے کہ موجودہ جو حکومت ہے جو ہماری چیف منسٹر کی پارٹی ہے۔ اس میں بھی اٹھارویں ترمیم کو ختم کرنے کی حمایت کی ہے سینٹ میں۔ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اٹھارویں ترمیم سے آپ پہلے دیکھ لیں 96ء کو دیکھ لیں۔ بلوچستان کا ڈیپو لپمنٹ، نان ڈیپو لپمنٹ بجٹ 12 ارب روپے اس سے 10 سال آپ پہلے دیکھ لیں 5 ارب روپے۔ اس سے پہلے دیکھ لیں شاید لاکھوں کروڑوں میں ہوگا۔ یہ پیسے جو این ایف سی ایوارڈ کے بعد مل رہے ہیں یا اس عوام کے پیسے ہیں۔ قوم کے پیسے ہیں سرز میں کے پیسے ہیں۔ خداراء اس مالا مال صوبے میں لوگوں کو اور کچھ نہیں چاہیے۔ لوگوں کو education چاہیے۔ جو ایک شہری کو health چاہے pure drinking water چاہیے missing facilities چاہیے

دیئے جاتے ہیں وہ سہولتیں چاہیے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مالا مال صوبے ہے لیکن لوگ دن بدن احساس کمتری کی طرف جا رہے ہیں۔ کیوں جا رہے ہیں؟ یہ ایک سوالیہ نشان ہے اس ایوان کے لیے۔ ہمیں سوچھنا ہوگا۔ لوگ زندگی مانگ رہے ہیں۔ بلوچستان کا مسئلہ کوئی politically issue نہیں ہے۔ بلوچستان کا معاشری مسئلہ ہے۔ بلوچستان کے لوگوں کو روزگار دینا پڑیگا۔ جس طرح میرے بھائی حاجی زا بد کے ساتھ ہوا۔ یہ لوگ کیا کریں۔ یہاں کوئی کاروبار نہیں ہے کوئی امندشتی نہیں ہے کوئی اسٹیل مل نہیں ہے کراچی کی طرح کہ 15 سے 20 ہزار لوگ اس میں کام کریں گے۔ یہاں کی سب سے بڑی امندشتی یا تو بارڈر ٹریڈ سے لوگ 10-5 ہزار روپے لوگوں کو ایک بیل تیل پر 50 روپے ملتے ہیں، جو وہاں سے لاتا ہے اور یہاں تک مطلب

ہزاروں کلو میٹر جو بیٹھے ہوئے ہیں وہاں لوگ حضروں اپوزیشن لیڈر صاحب نے فرمایا جو بحثہ مافیاء بیٹھے ہوئے ہیں وہ ہمارے لوگ ہیں ہمارے بھائی ہیں۔ وہ ہماری گورنمنٹ کے under ہیں۔ جبکہ اٹھارویں ترمیم میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ بلوجستان میں کوئی چیک پوسٹ نہیں ہوگی۔ غلطی اٹھارویں ترمیم کی نہیں، غلطی حکومت کی ہے۔ حکومت ان اداروں کو آرڈر دیتی ہے کہ آپ جا کر سیکورٹی سنبھال لیں۔ چاہے وہ لیویز ہو، پولیس ہو باقی جتنے فورمز ہوں۔ بالکل سیکورٹی سنبھال لیں یہ ملک ہمارا ہے یہ سرزی میں ہماری ہے۔ ہم اس کے وارث ہیں اور کون نہیں چاہتا کہ اپنے گھر میں کہ وہ safe ہے سارا بلوجستان سارا پاکستان چاہتا ہے کہ ہم secure ہیں۔ سارے بلوجستان اور پاکستان کے لوگ چاہتے ہیں کہ ہم آزادی سے پھریں۔ ہم دنیا میں جہاں جاتے ہیں آزادی سے پھرتے ہیں لیکن ہمیں وہ ملک پسند نہیں ہے۔ کیونکہ ہم اس سرزی میں کے وارث ہیں۔ لوگ یہاں رہنا چاہتے ہیں۔ لیکن جب کہ آپ دیکھ لیں اگر اس طرح کے واقعات ہوتے رہے تو پتہ نہیں، میں نہیں سمجھتا کہ کیا ہو گا۔ آگے جو ہو گا اس کا تو نہیں پتہ ہاں کچھ چینیں ضرور آپ کو بتاؤں گا میں۔

جناب چیئرمین: ذرا مختصر کریں میر۔

میر حمل گھمتو: ہم روزگار کی بات کر رہے ہیں۔ آپ دیکھ لیں کچھ دنوں سے میڈیا پر چل رہا ہے Chinese ٹرالر، آپ کو پتہ ہے کہ ٹرالنگ پر ہماری صوبے بلکہ اس ملک میں یہی لگا ہوا ہے illegal fishing پر۔ ہم بلوجستان والے سندھ کے ٹرالروں سے بیزار ہیں وہ چوری چکے آ کر ٹالر لگ کرتے ہیں۔ اب Chinese یہاں ٹالر لارہے ہیں فیڈرل گورنمنٹ کو این اوسی بھیجی ہے کہ ہم یہاں آ کر ٹالر چلا کیں گے۔ تو ہمارے لوگ کہاں سے روزگار لائیں گے؟ ہمارے پاس یہاں ایک ہی لوکل انڈسٹری ہیں یا تو زراعت ہے یا تو فرشیز سیکٹر ہے یا تو ماٹریز اینڈ منری ہیں۔ Chinese fisheries sector میں میری بھی فیملی کا ایک پلانٹ گواڈر میں لگا ہوا ہے اس کو IPOF کہتے ہیں جو بچھے 15 سال سے بند ہے۔ اگر میں اس کو ایک دن چلاوں ایک روپے fish کی قیمت بڑھاؤں تو 20 فیکٹریاں بند ہو گیں وہاں پر۔ ہر فیکٹری میں 300 غریب لوکل لوگ کام کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے بڑوں کی طرف سے پابندی ہے کہ آپ اسکو نہیں چلاوے گے۔ جب کہ چائیز وہاں آ کر۔ وہ آئیں بالکل یہاں کاروبار کریں۔ لوگوں کو روزگار دیں انڈسٹری لگائیں۔ لیکن وہ انڈسٹری نہ لگائیں جو یہاں لوکل لوگوں کی ہو وہ ایک پلانٹ لگائیں گے اس پر چار لوگ کام کریں گے۔ چار یا پانچ۔ full auto plant ہو گا۔ وہ ایک روپیش بڑھائیں گے آپ کی پوری سی بیلٹ میں جتنی بھی انڈسٹری ہیں

جن میں ہزاروں لوگ، لاکھوں لوگ وہاں سے معاشری حوالے سے وہی سے کمار ہے ہیں۔ ان کے گھر کے چوہہ انہیں سے چل رہے ہیں تو اس طرح کی چیزوں کو ہم نے روکنا ہوگا۔ ہاں آپ دیکھ لیں specially میں کران کی بات کہوں گا۔ پہلے ایک ہیر وئن کا نشہ ہوتا تھا جو 80 میں پھیلا یا گیا اب تو آپ۔ میں ظہور بلیدی کی family کو سیلوٹ کرتا ہوں کہ انہوں نے بلیدہ میں پچھلے ایک مہینے سے stand لیا ہوا ہے اور ہم بھی بھی drug election اور drug supporter نہیں رہیں۔ ہم تو بلکہ ان سے fight کر کے اس ایوان میں آئے ہیں اور لوگوں کی محبت سے ایسے لوگ ہمارے سامنے کھڑے کیتے گئے لوگوں نے ہمیں تین گناہ زیادہ ووٹ دیئے۔ کیونکہ لوگ نفرت کرتے ہیں اس لعنت سے۔ اور شیشہ کرٹل پتھریں انجکشن، صدم بولڈ جو نشے میں۔ میں تو آج تک، سنتا ہوں لوگوں سے روزانہ صحیح گوارد رجاتا ہوں یا cocaine تورات کو کسی کا والد کھڑا ہو گیا تو صحیح کسی کی والدین کھڑے ہو گئے کہ میرے بیٹے کی زندگی بچالو۔ یہ کون لوگ ہیں کس کی پشت پناہی ہیں؟ آج ہوم مسٹر صاحب ہمارے دوست ہے بھائی ہے، قابل قدر ہیں ہمارے لیے بلکہ ایک اچھی فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ایک اچھے باپ کے بیٹے ہیں۔ جنہوں نے اس سرزی میں کے لیے قربانی دی۔ میں ان سے یہی امید کرتا ہوں کہ وہ آج اس فلور پر announce کریں گے اور اپنی فورسز کو bound کریں گے کہ اس بلوجستان کی سرزی میں نہ کوئی نشیات بیچ گا نہ کوئی پیئے گا۔ اور حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ جو اس نشے کی لعنت میں بیٹلا ہو گئے ہیں ان کا علاج کرائے گا۔ یہ میری میر حمل کی ڈیمانڈ نہیں ہے۔ یہ اس عوام کی ڈیمانڈ ہے جن سے پوچھیں جس طرح جن کے بچوں کو مار کر ان کی لاشیں پھینکی جاتی ہیں۔ اسی طرح اس نشے سے ہمارے لوگ برباد ہو گئے ہیں۔ ہر گھر میں لوگ اس سے مر رہے ہیں۔ حاجی زابد کی بات کروں گا۔

جناب چیئرمین: شکر یہ میر تھوڑا مختصر کر لیں۔ حاجی زابد نے خود اپنے بارے میں بات کی ہے۔

میر حمل کلمتی: انہوں نے کوئی غلط stand نہیں لیا۔ وہ راستے سے میں ظہور بلیدی صاحب لالا گوارد سے نکلے اس دن کوئی آنے کے لیے حاجی صاحب کا میتھ تھامیرے فون پر کہ میں تربت میں ہوں۔ میں نے ان کو جیسی تربت میں سکن آئے میں نے انکو جوان کیا۔ ہم 2 یا 3 گھنے ساتھ بیٹھے۔ ہم ساتھ نکلے میں نے ان کو کہا کہ ساتھ چلتے ہیں انہوں نے کہا کہ مجھے جانا ہے بسیمہ، ناگ میں نے لوگوں کو ظاہم دیا ہے۔ اور جب میں صحیح کوئی اگلے دن پہنچتا ہوں تو حاجی زابد کی گاڑی پر فائزگ ہوتی ہیں۔ ہم روزا پنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں جناب چیئرمین! سب سے زیادہ بلوجستان میں اگر کوئی ایمپی اے by road travelling کرتا ہے تو میں

کرتا ہوں۔ میں روزان چیک پوسٹوں پر چاہے کسی بھی ادارے کے ہیں۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ لیکن میری گاڑی اسپیڈ ہوتی ہے۔ میں جب گزرتا ہوں تو پیسے لے رہے ہوتے ہیں۔ اور میں نے اپنے لڑکوں کو bound کیا ہے جو میرے ساتھ ہوتے ہیں میرے دوست۔ میں نے کہا آئندہ اسکی ویڈیو بنائیں تاکہ ہم اس کو اسمبلی فلور پر چلائیں کہ یہ ہورہا ہے۔ حاجی زا بد بھی اُس دن آرہا تھا۔ بقول حاجی زا بد جو لوگوں نے باتیں کیں ہیں وہاں پر۔ وہ آرہے تھے کوئی بھتے لے رہے تھے۔ انہوں نے روک کر انکو منع کیا۔ اور اُس پر آپ دیکھیں جو عوام کے تجھواہ داروہ آکر عوام کے نمائندوں پر فائزگ کریں۔ تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا؟ ہم تو دوسروں کا گلکر رہے تھے۔ یہاں تو اپنے جو ہمارے بلوجستان کے لوگ ہیں وہ آکر فائزگ کرتے ہیں۔ میں اس واقع کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہوں۔ اور میں یہی کہتا ہوں کہ انکو کھڑی سے کھڑی سزا دی جائے۔ تاکہ بلوجستان کو جو چند لوگوں نے رسوا کر کے چھوڑا ہے ان کے خلاف کارروائی ہو۔ جناب اسپیکر! آخر میں پھر میں وہ ماں اور باپ حیات بلوچ، بریش جس کی والدہ پچھلے دنوں تربت میں شہید کی گئی۔ ان سب کو سلام پیش کرتا ہوں۔ اور میں اُنکے دل کو داد دیتا ہوں کہ اتنے بڑے صدمے کے باوجود بھی وہ ساری چیزیں برداشت کر رہے ہیں۔ شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب ظہور بلیدی صاحب۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر حکومت خزانہ): شکریہ جناب اسپیکر۔ اپوزیشن کی جو تحریک اتنا ہے حاجی زا بد صاحب کے حوالے سے۔ اور سانحہ تربت جو 13 اگست کو پیش آیا تھا اُس حوالے سے۔ جناب اسپیکر! اگر تربت کے واقعہ کو دیکھا جائے۔ اُس کے محکمات کو دیکھا جائے۔ اور جو تصویر سامنے آئی ہے۔ اُس کو دیکھا جائے تو اُس واقعہ پر ہر آنکھ اشکبار ہے اور ہر روح ترپ اٹھی ہے۔ اور اس واقعہ کی جتنی بھی مذمت کی جائے اتنی ہی کم ہے۔ اس واقعہ نے نہ صرف بلوجستان میں بلکہ پورے ملک میں یا پوری دنیا میں ایک بحث چھیڑ دی ہے۔ جناب اسپیکر! دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ہم صرف تصویر کا ایک رُخ دیکھتے ہیں۔ ہماری انفارمیشن سوشل میڈیا تک محدود ہوتی ہے یا سُنی سنائی ہاتوں تک محدود ہوتی ہے۔ حیات بلوچ کی فیلمی کا میرے ساتھ ذاتی روابط ہے۔ اُسکی فیلمی مبران میرے اچھے تعلق دار ہیں۔ حیات بلوچ اور مرزا (آنکا والد) میرے حلقے کو لوایں رہتے تھے۔ اور وہاں سے migrate کر کے تربت آب سر آئے۔ غریب پیشہ لوگ تھے۔ بڑی انہوں نے محنت کی۔ بچے کو پڑھایا اور جس طرح اُس کی شہادت ہوئی انہتائی افسوسناک ہے۔ جناب اسپیکر! اگر ہم تصویر کی دوسرے رُخ کی طرف دیکھیں۔ جب یہ واقعہ ہوا میں اُس وقت تربت میں تھا۔ ڈی پی او پہنچا۔ اور وہ اپکار جو واقعہ کا ذمہ دار تھا اُس کو

اُس کے ساتھیوں نے اُدھر پکڑا، disarmed کیا۔ اُس کو لے گئے کیون۔ اور جیسے ہی ایف سی کے High-ups کو پتہ چلا۔ ڈی پی او بھی کینٹ پہنچا۔ اور تین گھنٹے میں وہ مجرم حوالات کے پیچھے تھا۔ جناب اپسیکر! تاثریہ دیئے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ شاید ادارہ ملوث ہو یا یہ جو قتل و غارت ہوئی ہے یا جو واقعہ ہوا ہے اس میں ریاست کا کوئی ہاتھ ہے۔ جناب اپسیکر! جتنا فسوس مجھے اس واقعہ پر ہوا ہے شاید کسی کو ہو گا۔ ایک تو واقعہ کی نوعیت اس طرح کی تھی۔ دوسرا میراذاتی تعلق۔ تیسرا میرے حلے کے لوگ تھے۔ جناب اپسیکر! جب ایف سی کو پتہ چلا۔ تو اُسی وقت وہ پہنچے اور پھر اُس کے گھر۔ انہوں نے جس طرح بلوجی روایت ہوتی ہے۔ معذرت خواہ ہوں۔ اور انکے والد کو یہ کہا کہ اگر آپ اس کیس میں معنی نہیں بینیں گے تو ایف سی خود مدعی بنے گی اور یہ ریکارڈ میں ہے۔ جناب اپسیکر! کیس کی نوعیت یہ ہے کہ 164 اُس کا ہو چکا ہے۔ اور ملزم نے خود عدالت کے سامنے جا کر اعتراف جرم کیا ہے۔ بلکہ یہ نہیں جو اہلکار اُس وقت اُس کے ساتھ تھے اُن سب نے جا کر تھانے میں اُس اہلکار کے خلاف گواہی دی ہے۔ اور یہ سارا سلسلہ ایک شفاف انداز میں ہوا ہے۔ میں بحیثیت نمائندہ جب مجھے پتہ چلا تو میں خود گیا حیات بلوج کے گھر وہاں تعزیت کی۔ اور انکو یہ یقین دھانی کرائی کہ اس مشکل کی گھری میں حکومت بلوجستان، ادارہ، سب آپ کے ساتھ ہیں۔ اور یہ نال کہ صرف ہم اُسکی الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔ بلکہ اس پر آپ کو انصاف بھی ہوتا ہوا نظر آیے گا۔ جناب اپسیکر! اب دیکھا یہ جا رہا ہے کہ ایک واقعہ ہوا اُس پر مختلف لوگوں نے مختلف رائے دینی شروع کر دی۔ میں شاید، میرے جو اپوزیشن ارکان ہیں۔ میرے دوست ہیں۔ میں یہ دلوقت سے کہتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کو وہ باتیں پتہ نہیں ہیں جو مجھے پتہ ہے۔ جناب اپسیکر! اس صوبے میں ایک دہشت گردی چل رہی ہے۔ اب میں کچھ سوال اپنے پورے ایوان کے سامنے رکھتا ہوں۔ ایک طرف ملک ناز شہید ہوتی ہے۔ اور اُس پر ہم اُس کے تینوں قاتل پکڑے جاتے ہیں۔ انکو جو ہے اور سارے دفاعات لگتے ہیں۔ اور وہ ابھی عدالت کے سامنے وہ prosecution مکمل ہوتا ہے۔ اُسی دوران وزیر خان جو بال کرتے ہے میں ایک انتہائی غریب آدمی ہے۔ اُس کے گھر پر کا عدم تنظیم کے لوگ جو ہے دھاوا بولتے ہیں۔ اور اُس کی بیٹی کو گولیاں لگتی ہیں۔ اور وہ کراچی کی کسی ہسپتال میں زیر علاج تھی۔ اور اُسی دو، تین دن بعد وہی وزیر خان کی بیوی، اُس کی بہن آکر پر لیں کا نفرنس کرتی ہیں۔ اور ہماری جتنی بھی political parties ہیں۔ ان سے سوال پوچھتی ہیں کہ آیا میرا خون جائز تھا کہ میرے بھائی کو مارا اور بہن وہاں پڑی ہوئی ہے۔ جو میرے لیئے کوئی نہیں بولا۔ میرے لیئے کسی نے بات نہیں کی۔ کیا وہ اُس کا انسانی حقوق نہیں تھے۔ اُس کے لیئے کسی نے بات نہیں کی۔ اسی طرح جناب اپسیکر! پانچ سال پہلے ایک واقعہ ہوتا ہے

"پرو" میں۔ بی این پی (مینگل) کے ایک اہم ورکر محمد انور کے گھر میں۔ پھر فردوں اور اُسکی بیوی خدیجہ کسی رشته کے حوالے سے جاتی ہے۔ اور اُدھر کا عدم تنظیم کے لوگ رات کو آتے ہیں۔ اور جن حالات میں فردوں اور اُسکی بیوی کو بھی قتل کر دیتے ہیں۔ اور محمد انور جب آتا ہے۔ اور ان سے کہتا ہے کہ جی میں بلوچی روایت، رسم کی جو ہے آپ نے پامالی کی۔ اور میرے گھر میں آپ نے آکر میرے مہمانوں کو قتل کیا۔ اور اُس محمد انور کو بھی قتل کر دیتے ہیں۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ محمد انور کیلئے کوئی نہیں بولا۔ محمد انور کی بات کسی نے نہیں کی۔ وَشت میں ایک واقعہ ہو جاتا ہے۔ ایک بچہ کا عدم تنظیم والے اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اُس کی بوڑھی دادی ماحل۔ اُس کو پتہ لگتا ہے کہ میرے پوتے یا نواسے کو کچھ موڑ سائکل سوار اٹھا کر لے گئے ہیں۔ وہی بیچاری ماحل شاید کسی سے پتہ کیا ہو کہ فلاں جگہ پر بیٹھے ہیں۔ اُدھر ماحل اور اُس کے پوتے کو قتل کر دیتے ہیں۔ لیکن آج تک کوئی ماحل کے لیے نہیں بولا جناب اسپیکر! میرے یہ باتیں، واقعات بتانے کا مقصد نہیں ہے کہ میں خدا نخواستہ حیات بلوج کے قتل کے واقعہ کو، اس کی weightage کرنا چاہتا ہوں۔ میرے بتانے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں اگر انسانی حقوق کے ہم سب علمبردار ہیں۔ اَنْهَمْ الدُّهْمْ open surface پر politics کرتے ہیں۔ ہم نے عوام سے ووٹ لیکر اس ایوان میں پہنچے ہیں۔ اور یہاں بیٹھ کر عوامی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔ کیا عوامی امنگوں کی ترجمانی ایسے ہوتی ہے؟ اس طرف جو ہے جہاں انسانی حقوق پاماں ہوتے ہیں یا ہر طرف ہوتی ہیں۔ جناب اسپیکر! میں بحثیت حکومت اس واقعہ میں جواہکار ملوث تھا۔ جو میں نے آپکو اس کے محکمات بتائے۔ ہم نے اس کی مذمت کی ہے۔ کیا individual act کو کسی انسان جو جہاں پر دماغی دباو کا شکار ہو گایا پاگل پن کا شکار ہو گایا جنونیت کا شکار ہو گا۔ کوئی انسان جنونیت کا شکار ہو کر اگر کوئی حرکت کر دیتا ہے۔ تو کیا ہمیں اپنے اداروں کو۔ ہمیں اپنی ریاست کو۔ ہمیں اپنی فوج کو اُسکا الزام لگانا چاہیے؟ میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں۔ کیا یہی جنونیت دُنیا کے ترقیتی ممالک میں نہیں ہوئے ہیں؟۔ یہی جنونی لوگوں نے مارکیٹوں میں اور مسجدوں میں۔ گرجا گھروں میں جا کر لوگوں کو فائزگر کر کے نہیں مارا ہے؟ کیا ان ملکوں نے اپنی ریاست کو یا اپنے اداروں کو مورد الزام ہٹریا؟ یا وہاں کی پلٹیکل پارٹیز نے ایسے واقعات کو لیکر اپنی سیاست شروع کر دی؟ جناب اسپیکر! ہمیں ذمہ دار بننا ہو گا۔ ہمیں ذمہ داری کے ساتھ اپنی بات کرنی ہو گی۔ اگر قاتل نہیں کپڑا جاتا۔ قاتل سلاخوں کے پیچھے نہیں ہوتا تو ہم قصور دار تھے۔ برماش کو جس نے زخمی کیا اور اُس کی والدہ کو شہید کیا۔ کیا وہ قانون کی کٹھرے میں نہیں آئے۔ کیا وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو ہمیں یہ بھی acknowledge کرنا چاہیے۔ جناب اسپیکر! ہم سب کو اس طرح کے واقعات پر دکھ ہوتا ہے۔ اس طرح

کے واقعات پر ہمارا دل جلتا ہے۔ میں ایمانداری سے بتاتا ہوں جناب اسپیکر! یہ تصویر یہاں رکھی ہوئی ہے۔ میں تین دن تک سو شل میڈیا پر دیکھتا تھا تو اس تصویر میں میری آنکھوں میں نبی آتی تھی۔ اُس کی نعیت کو دیکھ کر اس بچے کی جو ہے۔ جو اس بچے کے ساتھ ہوا ہے اس ظلم کو دیکھ کر۔ کیا اُس ظلم کو، اُس نا انصافی کو یہ کوئی جواز بنا سکتی ہے کہ آپ اُس کو ایک ریاست کا جو ہے اُس کو لیبل لگادیں؟ یا فورس پر لیبل لگادیں یا ایف سی پر لیبل لگادیں؟ کیا اُنکے اپنے بچے نہیں ہیں؟ کیا وہ یہی ایف سی نے۔ یہی پولیس نے۔ یہی یوزنے قربانیاں نہیں دیں؟ کیا یہی یوزنے یہی پولیس یہی فرنٹنیز کو رکے لوگ جو بچارے ہیں سے پچیس ہزار کی تخریج میں کہاں سے کہاں اُڑھ کر جا کے اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں۔ کیا وہblast کا شکار نہیں ہوئے؟ کیا وہ شہید نہیں ہوئے؟ جناب اسپیکر! ہمیں انکی بھی قربانیوں کو بھی دیکھنا چاہیے۔ ہمیں اصل حقائق کو دیکھنا چاہیے۔ خُدار جناب اسپیکر! ہم اپنے ان معاملات کو انسانی ہمدردی کی نظر وہیں سے دیکھیں۔ ان معاملات کی سدابات کیلئے مل بیٹھ کر ہم کوشش ہوں۔ ہم بیٹھ کر ایکbrain-storming کریں کہ کس طرح اس قسم کے واقعات جو ہے اُن سے بچا جاسکیں۔ جس طرح اپنا کردار ادا کر سکیں۔ بجائے کہ یہاں آ کر اپنی سیاست چمکائیں۔ شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب چیرٰ میں: شکریہ۔ میڈم شکلیہ نوید صاحبہ۔

محترمہ شکلیہ نوید نور قاضی: شکریہ اسپیکر صاحب! سب سے پہلے ایجنڈا نمبر 1 ہے۔ حاجی زا بد صاحب۔ اُس پر جو قاتلانہ حملہ ہوا ہے نہایت افسوسناک عمل ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں موجودہ ایک ایم پی اے ہے۔ جہاں اُس کی جان محفوظ نہیں۔ تو ہم باقی بلوچستان کے لوگوں کی کیا بات کریں؟ اسی طرح آج بھی امن و امان کی صورت حال کے حوالے سے ہم حیات اور مرزا صاحب کی بات کرتے ہیں۔ ہمارے وزیر فناں صاحب نے تو جنونیت اور مختلف پہلوؤں کا نام دیکھا اس کو یہاں دبانے کی کوشش کی یا defend کرنے کوشش کی۔ میں یہ سمجھ رہی ہوں۔ یہاں کوئی سیاست نہیں چمکا رہا جناب اسپیکر صاحب! یہ تصویر بول نہیں رہی یہ تصویر چیخ رہی ہے جو آپکے سامنے ہے یہ وہ تصویر ہے جو ایک نہتا بچہ اُس کے بے بس ماں باپ بیٹھے ہوئے ہیں اُس کے سر پر اسکو آٹھ گولیاں ماری گئی ہیں۔ کوئی جنونیت یا اتفاق نہیں ہے یہ اور ایسا ہونہیں سکتا کہ کوئی اتنا جنونی ہو گا کہ اسی بچے کو روڈ پر گھسیتا ہو اُس کے ماں کی دوپٹے سے اُس کے ہاتھ پیر باندھ کر اور اُس کو آٹھ گولیاں مارے گئے۔ کیا اُسکے ساتھ دوسرے لوگ نہیں تھے جو اسے روک سکیں؟ کیا وہ اکیلا جنونی تھا باقی کیا کر رہے تھے؟ آج اگر منسٹر فناں صاحب گئے ہیں مجھے اس سوال کا جواب دیں وہ صرف ایک گاڑی میں ایک جنونی بندہ نہیں گیا اُس کے ساتھ پوری اسکواؤ ہو گی۔ اگر وہ وہاں سے گزر رہے تھے۔ اُس کے ساتھ لوگ ہونگے۔ ایف سی کی گاڑی اکیلی یا ایک

بندہ نہیں ہوتا۔ کیا وہ اُسے روک نہیں سکتے تھے؟ کیا یہ mindset صرف بلوچستان اور ان کے لوگوں کے لیے بناتے ہیں اگر تعزیرت کرنے والہ تحریت سے پہلے اپنا یہ mindset change کریں وہ عقل کل نہیں ہیں۔ وہ دانانہیں ہیں۔ وہ سب کچھ نہیں جانتے۔ ہمیں اس چیز کی یہاں سزا دی جا رہی ہے کیونکہ ہم بلوچستانی ہیں کیا ہم اپنی سرز میں کیلئے قربانیاں نہیں دی ہیں؟ یہاں بیٹھے ہوئے جتنے ممبرز ہیں کس نے قربانیاں نہیں دی ہے اس سرز میں کے لیے؟ کیا صرف یہ کہنے کیلئے کہ ہم نے چودہ اگست منایا اور ہم نے جلوس نکالے تو ہم پاکستانی ہیں ہم محبت وطن ہیں ہمیں کسی سے ٹھوکیٹ لینے کی ضرورت نہیں ہے جناب اپسیکر! اس بچے کا آپ بیک گراڈ میکھیں۔ اس بچے کو کس مشکل سے اس کے ماں باپ نے پڑھایا۔ وہ اس کے باپ مسکین کے جو توں سے آپ کو "پیش" کے جو جو تے پہنے اُس نے۔ اُس سے آپ کو پتہ چلے گا کہ اُس کے پیروں میں کوئی branded جو تے نہیں تھے۔ بلکہ اُسی کھجور کے درختوں کے چید سے جو بنائے جاتے ہیں وہ اُس نے پہنے تھے جناب اپسیکر! کوئی دہشت گرد ایسا نہیں ہوگا اسی پیش کے چل اُس کے والد نے پہنے ہیں۔ تصویر کو ذرا غور سے دیکھیں۔ ہمیں تصویر کے دوسرے پہلوؤں کی بات یہ نہ کریں۔ دوسرے پہلو میں آپ نے کہہ دیا جنونیت جنونیت کا آپ ہمیں جواب دے دیں۔ کیا اُس جنونی شخص کے ساتھ کوئی اور لوگ نہیں تھے جو اُس کو روک سکتے؟ کیا یہ جنونیت کی mindset یہ ساری چیزیں بلوچستان کی سرز میں اور بلوچستان کے لوگوں کے لیے ہیں؟ اگر یہ mindset صرف ہمارے لیے ہے تو میں کہتی ہوں اس میں پھر محبت پیدا نہیں ہوتی۔ اس میں شدت پیدا ہوتی ہے۔ اس میں انتہا پسندی پیدا ہوتی ہے۔ آپ صرف مرزا، میں کہتی ہوں اُس کا والد خوش نصیب تھا کہ اُس کے بیٹے کی لاش اُس کو ملی۔ اُس نے اُس کی مد فین کی۔ پتہ نہیں اور کتنی مائیں، بہنیں اور باپ بیٹے جو اپنے بچوں کی لاشوں کو دیکھنے کیلئے بھی آج تک انتظار میں ہیں۔ جنکے لاشوں کا پتہ نہیں چل رہا ہے جناب اپسیکر! میں نہیں صحیح ہوں کہ یہ جو ہے نا، ہم یہ کہیں کہ اب ہم نے کسی کو بدنام کرنے کے لیے ہم یہاں نہیں بیٹھے ہیں۔ ہم نے analyse کرنا ہوگا۔ اپنی policies کو دیکھنا ہوگا۔ ہم نے تعلیمی ادارے بند کر دیئے اپنے بچوں پر۔ ہم نے صحت کو بند کر دیا۔ ایک ہمارے یہ dual road کیلئے۔ جس کیلئے ہمیشہ اس فورم پر میں بات کرتی ہوں۔ گلرہائی ویز۔ کل کے دن کا واقعہ ہے اکیس لاشیں ہم نے مٹھڑی کے قریب سے اٹھائی ہیں۔ اگر ہم پالیسی میکنگ میں اپنا ایک منقی کردار ادا نہیں کر سکتے۔ تو میرا نہیں خیال کہ کسی کو یہاں بیٹھنے کا کوئی حق ہے۔ صرف ٹیوٹر پر یا واٹس اپ پر پریس کانفرنس پر حکومتیں یا ملک نہیں چلتے۔ اگر وہاں جو لوگ بیٹھے ہیں پیش انہیں وہ چیزیں اچھی لگ رہی ہیں۔ یہاں جو لوگ ہیں وہ بھی عوامی نمائندے ہیں۔ اپنے لوگوں سے

ووٹ لے کر آئے ہیں۔ ان کو لوگوں نے ووٹ دیتے ہیں۔ اور یہ اپنے ساحل و ساحل اور مسائل ہر چیز کو یہ جانتے ہیں۔ بلوجستان کو خدار آپ مسالکستان نہ بنائیں۔ اگر آپ لوگوں کو لانا چاہتے ہیں تو آپ انصاف دیں یہاں گلناز کی انہوں نے بات کی اور ان کو عدالت میں آج تک سزا اور جزا کہاں ہوئی ہے۔ آپ نے یہی سادیا کہ وہ ایک پاگل اور جنوئی شخص تھا آپ نے تو اپنا ایک judgment دے دی۔ اب آگے mindset کے وہ ایک پاگل اور جنوئی شخص تھا آپ نے تو اپنا ایک judgment دے دی۔ اس پر کیا قانونی کارروائی ہوگی لیکن یہ بات یہاں اقتدار میں بیٹھے ہوئے لوگ سن لیں کہ اس طرح کے حربوں سے آپ لوگوں کو محبت وطن نہیں بناسکتے۔ economically آپ نے لوگوں کو ختم کر دیا ہے۔ socially لوگوں کو آپ نے اتنا اپنے آپ سے distance کیا ہے۔ جس بچے کی گھر سے لاش اٹھی ہے اُس کی تدفین ہوئی وہیں پر 14 اگست کو باقاعدہ پروگرام اُس کے گھر کے سامنے میوزیشن آتے ہیں۔ وہاں پر وگرا مزہ ہوئے ہیں ریکارڈ میں ہے، ٹھیک ہے 14 اگست ہماری آزادی کا، ہمارے ملک کے آزادی کا دن ہے اُس کو منایا جاتا ہے لیکن کم از کم اتنا ہوتا کہ کم از کم اُس بچے کے گھر تک آواز نہ جاتی کہ جس کے گھر سے اُس کی میت اٹھی ہے۔ ۵۰ I condemn کہ ہماری اس پالیسی کو review کرنا چاہیے۔ اور اُس mindset کو change کرنا چاہیے جو عقل کل خود کو سمجھتا ہے۔ جو یہاں بیٹھے ہوئے پیشک اُن کو جو چیزیں اچھے لگ رہے ہیں but go to the wrong realities and review your policies مسالکستان نہ بنائیں اس کو بہتری کی طرف لانے کیلئے آپ کو کوشش کرنی پڑیں اور اُس پر نظر ثانی کرنی پڑیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ نصر اللہ خان زیرے صاحب۔ سردار آپ کی پرچی مجھے نظر نہیں آ رہی ہے۔ آپ اپنی پرچی روانہ کر دیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے thank you! آج ہاؤس کے سامنے یقیناً یہ اجلاس اپوزیشن کے کال پر requisite کر کے بلا یا گیا ہے۔ جس میں سب سے پہلا نقطہ ہے وہ ہمارے معزز نمبر جناب حاجی زا بدلی رکی صاحب پر جس طرح اُن پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ اُس حوالے سے ہے پھر جناب اسپیکر! جعلی ڈو میساںکل لوکل ٹھیکنیٹ کے اجراء کرو کنے اور پھر حیات بلوق کا واقعہ ہوا اور مجموی امن و امان کی جو صورت حال ہے اُس پر آج یہ بحث ہوگی۔ جناب اسپیکر! یقیناً مجھ سے پہلے ہماری بہن محترمہ شکلیہ نوید یوار صاحب نے اُن کے جذبات جس طرح انہوں نے کہا ہم اُس سے اتفاق کرتے ہیں۔ جناب اسپیکر! ہوتا یہ ہے کہ ہمیں یہاں کے عوام کو، یہاں کے اقوام کو ہمارے حکومتیں یا اسلام آباد کے حکمران یا آپ establishment کہیں جو بھی کہیں وہ ہمیں ایک غلام کی طرح ہمیں treat کرتے ہیں۔ ہمیں وہ اس ملک کا حصہ دار نہیں سمجھتے۔ ہمیں وہ

اس دھرتی کا حصہ دار نہیں سمجھتے۔ ہم جب حق کی بات کرتے ہیں، جب ہمارے اکابرین نے حق کی بات کی اُن پر غداری کے آج جو کہا جا رہا ہے ہو۔ بھوپالی الفاظ آج سے بچا سال پہلے اُس سے پہلے انگریز کے دور میں وہی الفاظ ادا کئے جاتے جو آج ہمارے متعلق ادا کئے جاتے کہ یہ تو غدار ہے یہ پتہ نہیں کیا ہے۔ ہم انگریز کے بھی غدار تھے۔ حالانکہ انگریز کے خلاف ہماری اسلامی اسلاف کے جدوجہد کے نتیجے میں انگریز کو یہاں سے جانا پڑا۔ اور اس خطے کو آزادی نصیب ہوئی۔ جناب اسپیکر! اگر ہمارے بڑوں کی قربانی نہ ہوتی تو آج بھی انگریز یہاں موجود ہوتا۔ آج جو مامے بنے ہوئے ہیں وہ سب انگریز کے اصطبل میں کام کرنے والے تھے۔ آپ ہسٹری اٹھا کے دیکھ لیں ایک ایک خاندان کی ہسٹری اٹھا کر دیکھ لیں وہ سب انگریز کے وفادار تھے۔ اور ابھی جتنے بھی حکمران ہیں سب انہوں نے اُن کے در پر۔ یعنی ہر حکمران کے در پر سجدہ ریز رہے۔ اور خدا نخواستہ اگر کل کوئی اور یہاں regression ہوئی آپ یقین کریں یہ سب لوگ جا کر کے اُن کو سلامی کریں گے۔ اور ہم لوگ ہو گے، اور ہم نے جا کر کے مذاہمت کریں گے۔ اسلئے کہ ہمیں اس سرزی میں سے پیار ہے، ہمیں اس سرزی میں سے محبت ہے اور ہم نے اس سرزی میں کیلئے خون بھائے ہیں۔ ہم نے کبھی بھی اپنی سرزی میں سے غداری نہیں کی ہے۔ جناب اسپیکر! آپ دیکھ لیں یہ جو ایم پی اے حاجی زادر کی صاحب کے ساتھ۔ اس آئین کی روح سے اس میں واضح طور پر لکھا ہے۔

(اذان عشاء۔ خاموشی)

(اس مرحلہ میں سردار بابرخان موئی خیل، جناب ڈپٹی اسپیکر نے اجلاس کی صدارت کی)

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ اس آئین کی روح سے یہ پارلیمنٹ یہ صوبائی اسمبلی یہ ملک کا سپریم ادارہ ہے اسلئے کہ عوام نے اس کو منتخب کیا ہے۔ ان کے لئے لفظ استعمال ہوتا ہے representative of the people اور ایک سرکاری ملازم کیلئے لفظ استعمال ہوتا ہے servant of the people جناب اسپیکر! ایک معزز ممبر آر ہے ہیں اُن کے حلقوں میں وہ دیکھ رہے ہیں جیسے جمل کلمتی صاحب نے کہا کہ میں روز دیکھتا ہوں ہم سب دیکھتے ہیں۔ اسی ہفتے میں میں ٹزوہ، شیرانی، فلسفیہ اللہ پھر پیشیں یہ ہم بلیں چیک پوسٹ یہاں سے چھ یا سات کلو میٹر پر ہے اگر یہ نظارہ آپ نے دیکھنا تو یہاں آپ دیکھ لیں۔ یہ سب کچھ ہورہا ہے لوگوں سے پیسے لیا جا رہا ہے۔ جب ایم پی اے صاحب نے کہا کہ ایسا ظلم کیوں ہو رہا ہے۔ لوگوں نے فریاد کی، وہاں ڈرائیور کھڑے تھے وہ گاڑیاں جہاں کھڑی تھیں انہوں نے ایم پی اے صاحب سے کہا تھا کہ ہر گاڑی والے سے تین ہزار، پانچ ہزار۔ جب انہوں نے یہ میں مزاہمت کی اس دوران وہ آئے

یہ تمام علاقے جیسے ملک صاحب نے اپنی تقریر میں ایک ایک چیک پوسٹ کا نام لیا۔ آپ یقین کریں جناب اپیکر! ایسی صورت حال تو ایک دشمن ملک بھی کسی کے ساتھ اس طرح نہیں کیا جاتا جس طرح ہمارے عوام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ہم نے کیا ظلم کیا ہے جناب اپیکر! اچھا وہ فائزگ ہوتی ایک ایم پی اے کے اوپر خدا نخواستہ اگر کچھ ہوتا۔ ان کے پاس بھی باڑی گارڈ تھے ان کے پاس بھی لیویز اہلکار تھے اگر ان کی طرف سے کوئی فائز ہوتا، کوئی بندہ وہاں مر جاتا تو پھر ایم پی اے صاحب بیچارے تو ایف آئی آر 302 میں نامزد ہوتے۔ یہ کیا صورت حال ہے جناب اپیکر! آپ چین جائیں وہاں کیا ہوا۔ ابھی تک انکا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ جو محنت کش تھے جفاکش تھے جن کا مطالبہ تھا کہ ہمیں وہ جو پرانا طریقہ کارہے اُس کے مطابق ہمیں کاروبار کرنے کی اجازت دی جائے۔ آج بھی وہ نہیں ہے جناب اپیکر!۔ جو بارڈر ٹریڈ ہے وہ قانونی کاروبار ہے اُس کو تو کوئی روک نہیں سکتا اگر یہ روکیں گے تو ولڈر ٹریڈ آر گناہ نیشن وہ ایک شکایت کر کے ان کا منہ بند کریں گے۔ آج بھی جناب اپیکر! چین کے عوام کا وہ مطالبہ اسی طرح پڑا ہوا ہے۔ آپ نے بندے مارے اور عوام کے خلاف ایف آئی آر کاٹی گئی 302 کا۔ جنہوں نے فائزگ کی وہ آج بھی قلعہ میں محفوظ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے وعدہ کیا تھا چین کے عوام کے ساتھ کہ جو ڈیشل کمیشن بنے گا۔ جو ڈیشل کمیشن کے ذریعے انکو اونٹری ہوگی۔ آج 24 تاریخ ہے جناب اپیکر! 30 جولائی کو واقعہ ہوا ہے، 25 یا 26 دن ہو گئے کہ اب تک چین کے عوام وہ انتظار میں ہیں کہ کب حکومت جو ڈیشل کمیشن بنائے گی۔ کب چین کے عوام کے جو مطالبات اُن کے سامنے رکھے تھے وہ کب حل کرے گی۔ اور میں کس کس کا نام لوں جناب اپیکر! وہ کہتے ہیں کہ حیات کی جomot ہے وہ قوم کی حیات ہے۔ آج ایک حیات بلوج نہیں جناب اپیکر! ارمان لوں کو شہید کیا گیا پروفیسر تھا غریب گھرانہ میں وہ پڑھا لکھا وہ پبلک سروس کمیشن کے ذریعے منتخب ہوا۔ دو سال نہیں گزرے تھے ان کو لوار الائی میں نہیں مارا جناب اپیکر! آج دو سال گزر گئے ان کی ایف آئی آر کو نہیں کاٹی جا رہی تھی جب کاٹی گی اس کو کر کے ختم کیا گیا کیوں؟ کس کس کا میں نام لوں جناب اپیکر! یہ کو نہیں طریقہ کارہے منظر صاحب نے ایسے جان چھڑانے کی کوشش کی؟ ابھی 14 اگست گزر رہا اس ملک کے آزادی کا دن تھا جناب اپیکر! آپ یقین کریں کہ تمام علاقوں میں جو جرام پیشہ لوگ تھے، جو سماج دشمن عناصر تھے جو ڈرگ میں involve تھے۔ جو معاشرے میں بدنام زمانہ ہے ان کے تمام حلقوں میں جا کر کے ایک ایک بندے کو ہم جانتے ہیں انہوں نے کس کی تصاویر لگائی تھی۔ وہ ان کے پیچے چھپنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ملک کا جھنڈا اٹھایا تھا۔ میری پارٹی کا جھنڈا اگر کوئی اٹھایا گا۔ کوئی منیات فروش ہو گا۔ سریاب کے لوگ جانتے ہوں گے۔ بائی پاس کے لوگ جانتے ہوں گے۔ خاران کے لوگ جانتے ہوں گے۔ بلکہ یہ سب سے

بڑا منشیات فروش ہے۔ جس طرح عمل بھائی نے کہا۔ اچھا وہ میری پارٹی کا جھنڈا اٹھا ہوئے لوگ میری لیدر شپ کے خلاف باتیں نہیں کریں گے کہ آپ نے اپنی پارٹی کا جھنڈا ان منشیات فروشوں کے ہاتھ دیا ہوا ہے۔ اس ملک کا جھنڈا کن لوگوں کے ہاتھ میں ہے؟ ابھی آپ دیکھیں کہ تصاویر لگائی گئی تھیں منشیات فروش کا نیچے نام ہے نیچے اُس کی تصویر ہے اور ملک کے سپاہ سالار کی تصویر۔ کورکمائنڈر صاحب کی تصویر، FC IG کی تصویر ہے نیچے اُن جرام پیشہ لوگوں کی سب جانتے ہیں ان لوگوں کو۔ یہ لوگوں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟ اس طرح کیوں ہو رہا ہے جناب اپیکر! ملک کے جھنڈے کو، حالانکہ آئینی طور پر ملک میں پریزیڈنٹ آف پاکستان، وزیر اعظم، چیف جسٹس آف پاکستان اور ان چار پانچ VIPs کے علاوہ کوئی پاکستان کا جھنڈا اپنی گاڑی پر نہیں لگا سکتا۔ یہ آئینی پابندی ہے اور آپ نے ہر بدمعاش کو پاکستان کا جھنڈا اٹھا کر اس کے نیچے سب پچھے غلط کام کر رہے ہیں۔ اس کو منستر صاحب آپ روکیں۔ جو اداروں کے سربراہان کی وہ تصاویر لگاتے ہیں ان کو سوچنا چاہیے کہ یہ کیوں لگا رہے ہیں۔ کس نے انکو اجازت دے دی جناب اپیکر! ابھی جو ہمارے دوست کا کیا ہوگا as a chairman آپ رولنگ دے دی۔ یہ بہت حساس واقعہ ہے۔ ایک MPA پر firing کا واقعہ ہے۔ یہ کل کسی اور کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ہمارے حکومتی benches کے اراکین ہیں ان کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ہمارے opposition کے اراکین ہیں ان کے ساتھ بھی ہو سکتا۔ میں ایک واقعہ کو اگر بیان کروں پوری list ہے میرے سامنے۔ دو سال میں کتنے واقعات ہوئے ہیں لال کٹائی میں واقعہ ہو جاتا ہے، شہید نجیب اللہ ایک طالب علم اور businessman اُس کو شہید کیا جاتا ہے اُس کے بعد اُس کے والد شہید امان اللہ SP کی شہادت کا واقعہ ہو جاتا ہے۔ سید غوث اللہ کو شہید کیا جاتا ہے۔ اسما علیل کا کڑکو عید سے ایک دن پہلے اُن کی شہادت کا واقعہ ہو جاتا ہے اور پتہ نہیں کیا کیا ہو جاتا ہے جناب اپیکر۔

جناب ڈپٹی اپیکر: ذرا مختصر کریں زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اپیکر! میں جو سمجھتا ہوں کہ یہ جو مجموعی جوامن و امان کی صورت حال ہے وہ انتہائی دُگر گوں ہے۔ ان چیزوں پر حکومت نظر رکھے۔ اور دوسری بات جو ایجنسی کا دوسرا issue ہے وہ ہے ڈو میائل ٹھنڈکیٹ۔ جناب اس طرح ہوا کہ قومی اسمبلی میں، سینٹ میں۔

جناب ڈپٹی اپیکر: ڈو میائل کو الگ رکھ دیا۔

جناب ثناء اللہ بلوج: معدرات کے ساتھ، نصر اللہ کی تقریر ہے، دیکھیں ایک اجلاس میں لاکھوں روپے کا خرچ ہے، جب ہم اجلاس requisite کرتے ہیں اس کا مطلب تقریری مقابلہ نہیں ہے، ہم چاہتے ہیں مکالمہ

ہو۔ یہ جو بلوجستان میں خون، یہ جو بلوجستان میں حالات، یہ جو بلوجستان میں firing، یہ ارکین اسمبلی کے مسائل، یہ لفکل، ڈو میسائل، جب requisite کرتے ہیں تو اس کا ایک مقصد، ایک objective purpose ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم خود حکومت کو کہہ رہے ہوتے ہیں کہ آپ بلوجستان کے وسائل کا صحیح استعمال نہیں کر رہے ہیں۔ opposition نے جو اجلاس requisite کیا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ سنچیدہ بحث ہو مکالمہ ہو یہاں تقریری مقابلہ نہیں وہ ہمیں سُنائیں ہم انہیں سُنائیں۔ ہم اس کا حل چاہتے ہیں۔ لہذا جناب والا پرسوں جو ہے بلکہ میں کہتا ہوں یہ والا آج ختم کر کے نصراللہ صاحب کی تقریر کے بعد کریں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اپیکر میرے دوست نے اچھی تجویز دی کہ آج کافی وقت ہو گیا ہے ہمارے ممبر ان کل کے لیے آپ اس اجلاس کو دوبارہ رکھ دیں۔ جناب اپیکر میری گزارش یہ ہے کہ جس ایجنسٹے کے تحت امن و امان اور حاجی زابر کی پر جو حملہ ہوا ہے اُس کے لیے میری آپ سے یہ گزارش ہو گی کہ چونکہ حاجی زابر ہمارے معزز ہیں آپ Custodian of the House rulling pass کریں۔ ایک committee کیمیٹی بنائیں وہ ان تمام چیزوں کو دیکھیں تاکہ ہم اپنے معزز رکن کے ساتھ جو ہوا ہے اُس کا ہم مداوا کر سکیں۔ اور دوسری بات جناب اپیکر اپر ہماری request یہ ہو گی کیونکہ ایجنسٹہ بڑا ہے لہذا آپ اجلاس کل پھر بُلا لیں تاکہ ہمارے تمام ممبر ان جو جعلی ڈو میسائل کے حوالے سے ہم بول سکیں۔ اور آخر میں ان شہداء کے لیے حیات شہید جو student تھا اور پروفیسر ارمان کے لیے، چمن کے جو ہمارے شہداء ہیں ان کے لیے میں اتنا ہی کہوں گا پشتہ میں کہ:

اے شہیدا! ستا په وینو می قسم دئی

اے شہیدا! ستا په وینو می قسم دئی

چی به آخرلم ده پیڑیو قصاتونه

ستا سورئی سورئی سینہ می ہیر نہ ده

چی را یاد کم ستا ده سرو وینو موجود نہ۔

ڈیرہ ڈیرہ منہ

جناب ڈپٹی اپیکر: شکریہ۔ جی شناۓ بلوج صاحب۔

جناب شناۓ اللہ بلوج: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب اپیکر صاحب۔ یہ جو تصویر ہمارے سامنے پڑی ہے اس کو اگر آپ غور سے دیکھیں اور خدا نہ کرے اس ایوان میں بیٹھے ہوئے مائیں بھی ہیں باپ بھی

ہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے انسان اگر سوچ لے کہ یہ جو دردناک واقعہ اگر ہم میں سے کسی کے ساتھ پیش آتا تو آپ تصویر کریں کہ اس درد کو اس کرب کو اس غم کو، اس پریشانی کو، ان آہوں کو، ان سکیوں کو، اس آنسوں کو اور اس سُرخ خون کو آپ کون سے الفاظ میں بیان کرتے۔ آپ تمام سمندر کو سیاہی بنالیں تمام درختوں کو قلم بنالیں میں خلافاً کہتا ہوں کہ یہ ماں کی اُٹھے ہوئے ہاتھ کا ترجمہ آپ کسی لفظ میں بھی تحریک نہیں کر سکتے۔ یہ جو آہ اس ماں نے کی ہے اس زبان کو صرف اُس کا پروار دگار سمجھتا ہے۔ اور جناب والا! مجھے ڈر ہے ہم سب اس وقت حکمیت کے عہدے پر فائز ہیں۔ گوہ ہم اپوزیشن میں ہیں لیکن ہم بہت ذمہ دار عہدے پر فائز ہیں پتہ نہیں اس ماں نے اس وقت کیا بدعا کی ہوگی۔ اُس وقت اس ماں نے کیا آہ کی ہوگی کہ بلوجستان میں محرومی، مایوسی، بھوک، افلاس اور بیماریوں سے لڑ لڑ کر کیوں کہ بلوجستان وہ بدقسمت صوبہ ہے جہاں پہلے پانچ سال میں بچے کو بیماریوں سے ٹڑنا ہوتا ہے۔ پوری دنیا میں سب سے زیادہ شرح اموات بچوں میں جو پیدائش سے لیکر پانچ سال تک بلوجستان کے بچوں کی ہے۔ پہلے پانچ سال اس ماں نے حیات کو ان بیماریوں سے بچا کر پانچ سال کے بعد علمی ادارے میں ڈال دیا۔ ان کی بھوک کا اندازہ ان کے چپلوں سے، ان کے پہنچنے ہوئے کپڑوں سے، ان کی جسم کی ساخت سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے کس بھوک کا مقابلہ کر کے اس حیات کا پیٹ پالا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے سونے چاندی زیوروہ سب کچھ بیچ کر آپ دیکھ رہے ہوں گے ایک بلوچ ماں ہے۔ اس نے جو کپڑے پہنچنے ہوئے ہیں، ہم بلوچی میں اس کو کہتے ہیں (بندوق، سخان) مختلف بلوچی کے لمحے ہیں اس نے وہ تک نہیں پہنچا یہ بلوچ عورت کی عزت ہوتی ہے۔ وہ چاندی کا سونے کا یا کسی پیتل کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس کے کانوں میں بالیاں ہوتی ہیں۔ اس کی یہ تصویر بلوجستان کی اُن تمام تکلیفوں کی عکاسی کرتی ہے۔ اُن تمام مشکلوں کی عکاسی کرتی ہے جو بلوجستان میں آج تک کسی نے بھی نہیں دیکھی ہے۔ بلوجستان میں کئی جوان لاشیں درگور کردی گئیں۔ کوئی نظر بھی نہیں آیا۔ جناب والا! اس حقیقت نے ہمارے لفظوں نے ہم دوسال یہاں بولتے رہے شائد ہمارے لفظ کسی کو بھی چھوڑنیں سکے۔ بلوجستان سُلگ رہا ہے ہم دوسال سے یہاں جب آج بحث کے لیے پیش کیا ہے اس کا مقصد کسی ادارے کی تزییں یا تزیین یا توہی کرنا نہیں ہے۔ ہم صرف آپ کو بتا رہے ہیں کہ آپ نیرومدت بنیں جب روم جل رہا تھا تب نیرو بانسری بجا رہا تھا۔ آپ بلوچ ہیں بلوجستان سے آپ کا تعلق ہے ہمارے گلی، چوں، گھروں میں یہ صورتحال پیدا ہو گئی ہے یہ مکالمہ مانگتا ہے۔ یہ بات چیت مانگتی ہے۔ یہ گفت و شنید مانگتی ہے۔ اور آج تک افسوس کے دوسالوں میں ہم نے کوئی بھی سلسلے میں پیش رفت نہیں کی۔ جناب والا! ہم اتنے ذمہ دار عہدوں پر فائز ہونے کے بعد بھی، ہمارے ایک دوست نے یہاں بات کی اور چلے

گئے کہ یہاں لاشوں کی سیاست ہوتی ہے خون پر سیاست ہوتی ہے۔ آج یورپ کا کوئی ایسا شہر نہیں ہے جہاں حیات شہید کے سانحے کے حوالے سے احتجاج نہ ہو رہا ہو۔ پاکستان میں کوئی بھی ذی شعور شہری بلارنگ فسل اور بلا تفریق علاقہ و خطہ لاہور سے لے کر کراچی کر، ملکت بلستان، سندھ کے تمام شہروں بلوچستان کے گھر گھر کاؤن گاؤں تک پُر امن احتجاج کیے گئے۔ یہ احتجاج کیوں کیے جا رہے ہیں وہ تو سیاسی لوگ نہیں ہیں۔ ان کے کسی کے ساتھ کسی سیاسی جماعت کا جھنڈا نہیں ہے۔ یہ وہ تکلیف ہے جس کی نشاندہی ہم دوسال سے کر رہے تھے کہ بلوچستان میں امن کی ٹرین وہ پڑی سے اترنی جا رہی ہے۔ یہ بات ہم ایک دفعہ نہیں دو سال سے کر رہے ہیں۔ اور ہم نے کہا کہ اگر اس پڑی کو خوشحالی کی طرف، اس ٹرین کو خوشحالی کی طرف لے جانا ہے تو آپ کو اپنی ساری policies کو review کرنی پڑے گی، اُس میں تعلیم و ترقی کی policy ہے، روزگار کی policy ہے، حکمرانی کی policy ہے۔ جناب والا! اس وقت بلوچستان میں صورتحال کیا ہے۔ ایک خوف و ہراس ہے۔ ویسے بھی اس بقسمت صوبے میں۔ ویسے یہ ہوتا کہ کوئی بھی جب آئیں کے تحت، ہمارا کام یہی ہے مقتنه کا، مقتدرہ کا، یا اعلیٰ عہدوں پر فائز لوگوں کا، حکمرانی پر فائز لوگوں کا کہ جناب والا! ہم اپنے نوجوانوں کی زندگی کو تحفظ فراہم کریں۔ Article 9 constitution کا Article 9 فرد کی سلامتی کی ضمانت دیتا ہے۔ جناب والا! ہم ان کو روزگار فراہم کریں۔ جناب والا! ہم ان کو اچھی تعلیم فراہم کریں اچھی تربیت دیں ان کو روشن مستقبل کی ضمانت دے دیں۔ تا کہ یہاں پڑھے، یہاں، لاچار، غریب ماں باپ کا کندھا بن سکیں۔ لیکن یہاں کیا ہو رہا ہے جناب والا! ہم جو ہیں نوجوانوں کی لاشیں آٹھ، آٹھ گولیاں اُن کے سینے میں بھون کر ہم اُنکی لاشیں پوڑھ وال دین کے کندھوں پر کھدیتے ہیں تا کہ وہ قبرستان تک بھی اُن کو نہ لے جاسکیں۔ یہ الیہ صرف حیات بلوچ کا نہیں ہے، آج سے آٹھ دن پہلے جب ہم نے بات کی تھی یہاں اس Floor پر آپ اُس کو ہماری تقریر کیں یا ہماری دل کی بات جب چھن کا واقعہ ہوا۔ میں نے یہی بات کی جناب والا! کہ بلوچستان جل رہا ہے اور افسوس کی بات ہے سمیع اللہ میں گل کی شہادت کا واقعہ تازہ ہے۔ ہم اُس کی ماں کی آہیں اور سکیاں ابھی تک نہیں پوچھ سکیں۔ امبریش جو ابھی تک رورہی ہے اپنی ماں کے لیے ہم اُس کو ابھی تک ماں والی مددی شفقت والی گود فراہم نہیں کر سکے۔ جہن میں درجنوں کی تعداد میں ہلاک ہونے والے، شہید ہونے والے اپنے غیرت مند پتوں بھائیوں کے ابھی تک آنسو نہیں پوچھ سکیں۔ یہ صوبہ دے کیا رہا ہے اپنے شہریوں کو 25 کے قریب لاشیں کل آپ نے کسی مہذب ملک میں، کسی اسلامی ملک میں، ایک جمہوریہ میں بھیڑ بکریوں کی طرح سڑکوں پر لاشیں جانوروں کی نہیں گرتی ہیں ہماری ہر روز سڑکوں پر لاشیں گر رہی ہیں۔ hospitals میں بیماری سے مر رہے ہیں۔

سالانہ 12000 لوگ کینسر سے مر رہے ہیں۔ یہ بہت بڑا بحران ہے۔ اس بحران کی طرف سے مجبور کر دیا کہ آج اگر ہم سب political parties 5 منٹ کے لیے خاموش بھی ہو جائیں۔ ہم اس پر بات بھی نہیں کریں میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ یہ سب سے بڑا جرم ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایسے واقعات پر بحث نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اس کا قاتل تھا وہ ایک جنونی تھا اور وہ کپڑا گیا بس اب اس پر خاموش ہو جائیں۔ یہ کیسی جنونیت ہے جو چمن کے سرحد سے شروع ہو کر تربت کی سرحد تک ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔ یہ کیسی بحثتہ خوری ہے جو ساڑھے پندرہ سو check posts پر مشتمل ہے کہیں پر ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔ آپ نے اس خوبصورت ہمارے آبا واجداد کے بلوجستان کو بحثہ استان بنادیا ہے۔ اتنی ہوں check posts میں کہتا ہوں united states of America میں، چنانچہ جس کا سب سے دنیا میں بڑی جغرافیہ ہے، اتنی زیادہ check posts نہیں ہیں۔ بحثہ استان بن گیا ہے۔ شرم آتی ہے جب ہم نام لیتے ہیں بلوجستان کا۔ کیا آپ مجھے بتائیں کہ کسی حکمران کے لیے کسی حکومت کے لیے اچھی ہے کہ بلوجستان کے نوجوان کی یہ تصویریں لاہور میں بھی گردش کر رہی ہیں اور کراچی پر لیں کلب کے سامنے بھی ہیں۔ یورپ میں بھی اٹھائی جا رہی ہیں۔ جرمنی میں بھی اٹھائی جا رہی ہیں اور تو آپ چھوڑیں ایران کے طلباء نے بھی اس پر بیانات دے دیے ہیں۔ یہ الیہ ہے، یہ بحران ہے اور یہ بہت بڑے بحران کی نشاندہی کر رہا ہے۔ آج ہمارے بچے بچیاں یہ طالبعلم جنہوں نے یہ شمعیں اٹھائی ہوئی ہیں اس کو سمجھیں۔ اس کے پیچے بہت بڑا پیغام ہے۔ یہ بلوجستان کا مستقبل ہے۔ یہی لوگ ہیں جو بلوجستان کے انتظامی معاملات سنبھالنے کے لیے تیار ہیں۔ یہی نوجوان ہیں جو بلوجستان کو تعمیر و ترقی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ آج یہ بچے کہہ رہے ہیں کہ ہم یونیورسٹی جانا چھوڑ دیں گے۔ آپ کا کیا خیال ہے کیا وہ بعد میں بھیڑ کریاں چ رائیں گے؟ ہم اور آپ جانتے ہیں ایک مایوس نوجوان کہاں جاتا ہے۔ ہم بلوجستان کے خیرخواہ ہیں۔ ہم نے پندرہ، بیس سال بلوجستان میں جنگ اور تشدد دیکھا ہے۔ ہم نے جلاوطنی کاٹی ہے۔ ہمارے بھائی لاپتہ ہوئے ہیں۔ ہم بلوجستان کو دوبارہ اُس جگہ لے جانا نہیں چاہتے۔ اور جب بلوجستان میں 2002ء 2003ء میں اس ایوان میں بیٹھے ہوئے کچھ ہمارے دوست شاید بہت چھوٹے ہوئے نہیں دیکھے ہوں گے۔ خدا واحد شاہد ہے اسی طرح کے حالات بلوجستان میں جاری تھے۔ میں ہمیشہ یہ کہتا ہوں کہ سیاستدان اور منتخب نمائندوں کا کام اپنے عوام کے اپنے سماج کے اپنے اردوگرد کے معاملات کے نفع پر ہاتھ رکھنا ہوتا ہے۔ اُس کو سمجھنا ہوتا ہے چیزیں کس طرف جا رہی ہیں۔ یہ ہم صرف آپ کی حکومت کو بُرا بھلا کہنے کے لیے نہیں کر رہے ہیں۔ بلوجستان میں جود راٹسیں پڑ گئی ہیں۔ بلوجستان میں جو faultlines ہیں۔ یہ دراٹسیں بڑھتی جا رہی ہیں، ہم آپ کو بار بار ان

کی نشاندہی کرواتے جا رہے ہیں کہ یہ اور بھی بڑھیں گی۔ ایک حیات کا واقعہ پتہ نہیں پھر کتنے بڑے انقلاب کا باعث بن جائے گا۔ کتنے بڑے صدمے کا باعث بن جائے۔ کتنے بڑے خون خرابے کا باعث بن جائے ہم نہیں چاہتے۔ میں تو سلام پیش کرتا ہوں بچے اور بچیوں کو بلوجستان کے پورے پاکستان کے کہ انہوں نے کسی کے ہاتھ میں لاٹھی تک نہیں تھی۔ حیات کے گھر فاتح پر پنچھے والوں کے بغل میں لاٹھی تھی لیکن ہمارے فرزند اور ہمارے بچے ابھی تک بھی شمع اٹھائے ہوئے باہر احتجاج کر رہے ہیں۔ وہ ابھی تک قلم اٹھائے احتجاج کر رہے ہیں۔ یہ ایک مزاج ہے بلوجستان میں۔ میں، 2004ء میں تھا ہو سکتا ہے ہماری تلخ باتوں کو کچھ لوگ سمجھیں گے نہیں۔ کیونکہ کچھ لوگ یہاں دو، تین سال نو کری کیلئے آتے ہیں۔ ہم یہاں خدمت کے لیے بیٹھے ہیں۔ ہم یہاں جینے مرنے کے لیے بیٹھے ہیں۔ ہماری موت اور زندگی کا تعلق بلوجستان سے ہے۔ اور بلوجستان ہماری ماں ہے، ہم یہ سمجھتے ہیں اس آئین کے تحت جتنے بھی ادارے ہیں، اس آئین کا ایک باب ہے باب اول، بنیادی حقوق۔ تمام ادارے اس کے بعد آتے ہیں۔ اگر فرد کی سلامتی Article-1 میں اُس کو کیوں شامل کیا گیا ہے۔ اس میں تو یہی شامل کیا جانا چاہیے تھا اظہار رائے کی آزادی ہے۔ فرد کی سلامتی Article-9 اگر آپ کہیں جناب والا! میں پڑھ کے سُؤاں تاکہ کسی کو یہ شک و شبہ نہ رہے کہ یہ Article-9 کیا کہتا ہے: فرد کی کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے جبکہ قانون میں اس کی اجازت دیں۔ کسی کو زندگی سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اچھی بات ہے کہ اُس کا جو قاتل ہے وہ پکڑا گیا۔ یہ ایک اچھی بات ہے there is some realization آئی چاہیے کہ open political leadership کے ساتھ dialogue کریں۔ ہم بلوجستان کے سب سے بڑے stakeholders ہیں۔ ہمیں لاکھوں لوگوں نے منتخب کر کے اپنے حقوق، شخصی، جسمانی، مالی، معاشرتی، انتظامی معاملات کے تحفظ کے لیے بھیجا ہے۔ وہ ہم سے تو قع کرتے ہیں، ہم سے پوچھتے ہیں اور اگر کوئی اس بلوجستان میں security forces اور جتنے بھی ادارے ہیں وہ آکر بیٹھیں کہ بلوجستان میں ایک بہت بڑے dialogue کی ضرورت ہے۔ کیوں ہے؟ 2004ء میں جب بلوجستان کے متعلق جب کمیٹی تھی میں اُس کمیٹی کا ممبر تھا۔ آج کافی دوست، میں آج وہ رپورٹ لانا چاہ رہا ہوں۔ لیکن مجھے پتہ ہے کہ یہاں مکالمہ ہوتا ہی نہیں ہے۔ یہاں کوئی اس context میں اس perspective میں اس مقصد سے بات ہی نہیں کرتا کہ یا رہم بلوجستان کے لوگوں کی تکلیف کو کم کریں۔ ہم اور کچھ نہیں دے سکتے۔ ہم اور ماوں کو اس طرح

اوپر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر آئیں سکیاں دعا میں اور بددعا میں دینے کا تو سلسلہ ختم کر سکتیں ہیں۔ لیکن کوئی نہیں کریگا۔ آج ضرورت یہ ہے کہ سب بیٹھیں۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ چن والادعہ ہو۔ ہم نے چن کا واقعہ کیا اور ہم نے اس پر تقریریں شروع کروائیں۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ بریش کا واقعہ ہو۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ سمیع اللہ مینگل کا واقعہ ہو۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ سڑکوں پر لوگ اس طرح بے دردی سے مر جائیں۔ ہم نہیں چاہتے ہیں کہ ہسپتالوں میں سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بغیر ادویات کے مر جائیں۔ اس صوبے کو دل ہزار مرتبہ ہم کہہ رہے ہیں۔ آپ سے کھل کر بات کرنا چاہتے ہیں ہم۔ حکومت سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ سیکورٹی فورسز سے بات کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ہم سب نے ملکرہنا ہے تو احساس برتری اور احساس کمتری کا شکار ہمیں نہ بنائیں۔ آپ احساس برتری کا شکار نہ بینیں۔ اگر اس ملک کی خدمت کرنی ہے۔ یہ دونی دشمنوں اور اہلکاروں کا مقابلہ کرنا ہے۔ آپ ریاست کے سب سے مضبوط ادارے ہیں۔ اب ظہور صاحب چلے گئے ہمارے بھائی ہیں، دوست ہیں محترم ہیں۔ کہ جی یہاں اگر اور لاشیں گری ہیں۔ میں آپ کو حلیفیہ کہتا ہوں میری بیس سال کی جو پارلیمانی سیاست کی تاریخ ہے 97ء سے لیکر آج تک 23 سال سے زیادہ ہے۔ میں آپ کو حلیفیہ بتا کر کہتا ہوں کہ ہم نے کسی فورم پر بھی چاہے وہ اسٹیٹ یا نان اسٹیٹ جو violent groups ہیں۔ جو تشدد، بھتے، خوف و ہراس کی بنیاد پر لوگوں کو زیر کرنا چاہتے ہیں۔ میں حلیفیہ آج کے فورم پر کہتا ہوں، ہم نے ہر فورم پر خدمت کی ہے۔ ہم نے ہر فورم پر لکھا ہے۔ ہم نے فورم پر بولا ہے۔ اور ابھی ہم چاہتے ہیں کہ وہ حالات پیدا کرنے کا موقع نہ دیا جائے کہ کچھ لوگ ایسے حالات کا فائدہ اٹھائیں جس سے بلوچستان میں دوبارہ بد امنی بڑھے۔ عدم استحکام بڑھے، سیاسی اور جمہوری ادارے کمزور ہوں۔ بلوچستان میں جو حکمرانی لوگوں کو روزگار، روزی، روٹی، سخت، تند رسی، تعلیم و تربیت دینے کی بجائے پھر بلوچستان کے سارے پیسے سیکورٹی فورسز کے اور پر خرچ ہوں۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ بلوچستان میں استحکام آئے، سیکورٹی فورسز کا خرچ کم ہو، اُن کی تکلیفیں کم ہوں وہ اپنے یہ کوں میں بیٹھ جائیں ہم لوگوں کو روزگار دیتے پھریں۔ یہ تو مجھے لگ رہا ہے ہمیں جو تکلیف ہو رہی ہے کہ یہ واقعات ہم سب کے لیے مشکلات کا باعث بنے گی۔ ایک بڑے dialogue کی ضرورت ہے۔ جو حاجی زا بد صاحب کے ساتھ ہوا۔ جناب والا! ایک منتخب رکن آپ خود یہاں بیٹھے ہیں نصر اللہ صاحب نے آپ کو کہا۔ سارے دشمنوں نے مل کے بات کی۔ مجھے تو لگتا ہے شاید اب یہ کل چلا جائیں گے ہی نہیں۔ میں صرف آپ کو دو تین چیزیں بتانا چاہتا ہوں جناب والا! اگر یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے۔ اسلام کسی کو اس طرح بے دردی سے قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ایک نہیں میں کئی حدیث شریف اور کئی

قرآن کے references یہاں پیش کر سکتا ہوں مگر وقت کی کمی ہے۔ اگر ہم جمہوری ملک ہیں اور جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں تو جناب والا! جمہوریت کا تصور انسانی حقوق کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ انسانی حقوق اور جمہوریت ایک دوسرے کے ساتھ لازم اور ملزم ہیں۔ تو ہم انسانی حقوق کی بات کریں گے تو لوگ کہتے ہیں کہ جی آپ لوگ اداروں کے خلاف بات کرتے ہیں۔ اداروں کو Human Rights میں تربیت دی جاتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ بلوچستان کا جو image ہے وہ بہتر ہو۔ ہم نہیں چاہتے کہ لوگ ہر جگہ ہمیں مظلوم سمجھیں، مکوم سمجھیں۔ ہر کوئی ہمارے کندھے پر سینے پر ماٹھے پر وہ ٹھنڈے گولیوں کے نشانات تلاش کریں کہ آپ لوگ مظلوم ہو۔ ہم یہ تصویر یہ image بلوچستان کا ختم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ بلوچستان میں Rule of Law پر عملدا آمد کریں۔ Rule of Law ہے کیا جناب والا! چار principles ہیں اس کے اخساب۔ اگر سیاسی لوگوں کا اخساب ہو سکتا ہے۔ باقی اداروں پر بینٹھے ہوئے لوگوں کا اخساب کیوں نہیں ہو سکتا ہے؟ ہم نے دو سال پہلے بھی یہی بات کر رہے تھے کہ بلوچستان میں یہ جو اس طرح کے حالات پیدا ہو گئے اس کا فائدہ کچھ طبقوں کو پڑے گا۔ آپ بلوچستان میں دس دفعہ ہم آپ کو کہہ رہے ہیں ساڑھے چھ سو چیک پوسٹس ہیں ختم کریں۔ بلوچستان کو بھتہ ستان بنانے سے بچائیں کوئی کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ یہ کوئی غلط بات ہے؟ ایک منتخب رکن کہتا ہے کہ جی میرے علاقے میں بھتہ خوری نہ ہو اس کی عزت کا سوال ہے لوگ اُن سے پوچھتے ہیں۔ میرے علاقے میں یہی صورتحال ہے باقی علاقوں میں صورتحال یہی ہے۔ جناب والا! بحیثیت رکن صوبائی اسمبلی میں بلوچستان کے لوگوں کے ہم پاسبان ہیں۔ اپنے حلقے کے ساتھ ساتھ میرے علاقے سے ثناء اللہ بلوج نامی جو میرے election campaign میں سب سے proactive بندہ تھا، تین مہینے سے لاپتہ ہے۔ میں ہر دفعہ جاتا ہوں اُس کی ماں اُسکا باپ اُسکے خاندان کے لوگ آتے ہیں میں اُن کے سامنے کیا کہوں؟ کیا جواب دوں اُنکو؟ تین مہینے سے اگر وہ لاپتہ ہے تو اُس کو عدالت میں پیش کریں۔ اُس نے دنیا جہاں کا سب سے بڑا جرم کیا ہے نیلسن مینڈیلا اگر 21 سال جیل میں گزار سکتا ہے تو ثناء بلوج بھی 21 مہینے جیل میں گزار دیا اُس کے بعد بے شک آپ خدا نخواستہ اُس نے اتنا بڑا جرم کیا ہے آپ کے آئین میں اگر پھانسی کی گنجائش ہے اُس کو دیں۔ بلوچستان میں کچھ dialogue کی ضرورت ہے۔ اگر آپ نہیں چاہتے کہ بلوچستان کے آنے والی نسل۔ جناب اسپیکر صاحب! میں آپ کی معلومات کے لئے بتاؤں 2002ء یا 2003ء میں بلوچستان کا تنازعہ شروع ہوا یہ violence groups کی شروع ہوئی تکلیفی میں یہ پڑھے ہو گئے یہ فلاں بلوچستان خون میں لخت پت ہو گیا۔ یہ جو نسل ابھی نکلی ہے اس نسل نے اُس

حالات میں سے بہت سونے کچھ دیکھا نہیں ہے۔ یہ ایک نئی نسل ہے جو سڑکوں پر شمعیں اٹھا کے نکلی ہے۔ آپ کو سمجھنا ہو گا کہ خوف کے ذریعے طاقت کے ذریعے ہم بلوچستان میں امن قائم نہیں کر سکتے۔ بلوچستان کے لوگ الگ قسم کے انسان ہیں۔ اگر آپ انسان نہیں سمجھتے میں تھوڑی دیر کے لئے کہتا ہوں بلوچستان کے لوگ الگ قسم کے جانور ہیں۔ ان کے خون میں خوف اور ڈر سے آپ حاکیت نہیں کر سکتے۔ خُدا کیلئے محبت کے ابجذالے آئیں۔ خندہ پیشانی کا ابجذالے آئیں۔ بندوق بردار چیک پوسٹوں کا خاتمه کریں۔ ڈیولپمنٹ میں چوری و ڈیکیتی کو ختم کریں۔ لوگوں کی انسانی وسائل کو ہیلتھ اور ایجوکیشن پر، صاف پانی کی فراہمی پر خرچ کریں۔ یہ 9 ارکین اسمبلی اٹھے ہیں واساکے خلاف کیا ہے؟ پینے کے صاف پانی کیلئے، اگر بلوچستان میں اتنے وسائل ہیں حمل صاحب نے گنوادیے۔ اس کے باوجود بلوچستان کو اس کا حق نہیں ملتا۔ میں ایک دفعہ اپنے حلقے گیا ایک والدہ اُس کا بچہ گم ہو گیا تھا تو میرے پاس آیا۔ میں نے کہا کہ ماں بلوچستان مشکل جگہ ہے۔ بلوچستان کی بڑی اہمیت ہے یہاں دشمن قوتیں ہیں۔ لہذا کچھ حالات ہیں صبر کریں آپ کا بچہ والپس آئیگا۔ کہتا ہے کہ بیٹا میں دعا کرتا ہوں کہ بلوچستان کے سمندر خشک ہو جائیں۔ بلوچستان کا سونا اور چاندنی زمین میں دوسوہراں کلو میٹر اور مدفن ہو جائیں۔ بلوچستان کی ساری سرحدیں بند ہو جائیں۔ اگر بلوچستان کا جغرافیہ، بلوچستان کا پانی، بلوچستان کا سونا، بلوچستان کی چاندنی، بلوچستان کے پہاڑ، بلوچستان کی جغرافیائی اہمیت ہمارے بچوں کو نگل رہا ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ یہ ساری چیزیں بلوچستان سے ختم ہو جائیں۔ آپ یہی چاہتے ہیں کہ ہماری ماں میں اب یہی دعا نیں کرنا شروع کر دیں کہ بلوچستان میں کچھ بھی نہ رہے تا کہ کسی کو بلوچستان کی ضرورت ہی نہ رہے؟ اگر آپ نے بلوچستان کو رکھنا ہے اپنے پاس۔ بلوچستان کی ماں کی اس طرح ہمارے لیے تاریخی تزلیل کی بات ہے کہ خدا نخواستہ اگر ہر دوسرے دن اس طرح ماں میں نکلیں اور اپنے ہاتھ بد دعا کیلئے اٹھائیں۔ ہمارے دوستوں نے کہا کہ پوری دنیا میں ہوا ہے امر یہاں میں جزوی۔ جناب والا! انفرادی عمل ایک الگ ہے۔ ادارے کی وردی، ادارے کی تربیت۔ ادارے نے تسلیم کر لیا ہے کہ غلطی ہوئی ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ غلطی صرف ایک جگہ نہیں ہوئی یہ غلطی کافی جگہ ہوئی ہے۔ اس کے امکانات بہت زیادہ ہیں کیونکہ 6.8 سالوں سے political strong leadership اتنی initiate کریں تاکہ بلوچستان کا یہ معاملہ خدا نخواستہ اور برائی کی طرف نہ چلا جائے۔ حیات بلوچ کو تو انصاف کرنے کی ضرورت ہے۔ لہذا ایک dialogue کی ضرورت ہے۔ حکومت آئے ایک dialogue کرنے کی ضرورت ہے۔

آپ نے دے دیا۔ لیکن بلوچستان کے کئی اور حیات ہیں۔ جناب والا! آج میں اسی تو سط سے کہ بلوچستان میں جناب والا جتنے بھی حیات معلوم نامعلوم کدھر بھی ہیں اُن کو اپس لایا جائے۔ جتنی بناں میں یہاں بدُعا میں کر رہی ہیں جن کی تصویریں شاید internet پر نہیں آتی ہیں یا فوٹو گرافر وہاں تک پہنچ نہیں سکتے۔ بلوچستان کو ایک خوبصورت صوبہ بنائیں۔ بلوچستان کو انسانوں کی رہنے کے لیے ایک جگہ بنائیں۔ بلوچستان کو ایک پنجہرہ نہ بنائیں۔ بلوچستان کو ایک بہت بڑا قید خانہ نہ بنائیں۔ بلوچستان کو خوف و ہراس، عدم تحفظ والی زمین نہیں بنائیں۔ بلوچستان میں بہت گنجائش ہے جو ہماری خدمت ہمارے تحفظ کے لیے آئے ہیں اُن کے ساتھ بھی بیٹھ کربات کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن یہ سلسلہ ختم ہونا چاہیے جناب اسپیکر! آج کے اجلاس کے تو سط سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ اس حیات بلوچ کے قتل کا جو نوٹس ہے اس کے ساتھ ساتھ security forces کے conduct، اُن کا act کے حوالے سے ایک جامع discussion یا ایک جامع میٹنگ کا اعلان کریں۔ بلاں میں سارے stakeholders کو دو دن لگیں چار دن لگیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم پوری دُنیا کی مظلوموں کی بات کرتے ہیں۔ اس ملک کا prime minister وہ بلوچستان میں اتنے بڑے ساخنے پر بھی خاموش ہے۔ پاکستان کا صدر وہ اس پر خاموش ہے۔ بڑے بڑے ادارے اس پر خاموش ہیں۔ یہ جناب والا! ایک نیک شگون نہیں ہے۔ حیات کے انصاف کے ساتھ ساتھ میں سمجھتا ہوں جناب اسپیکر! آپ نے تکلیف کرنی ہے کہ ہم کس طریقے سے بلوچستان میں ایسے حادثات اور واقعات کو روک سکتے ہیں اس پر کیا حکمت عملی بنانی ہے۔ آپ ایک dialogue initiate کریں اسپیکر کے اندر کریں اسپیکر کے ہالوں میں کریں۔ کو بلاں میں بات کریں تاکہ کم از کم اس کے بعد اور ترقی نہ بڑھے اور خرابیاں نہ بڑیں اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ گتم گتھانے ہوں۔ عوام اور ادارے ایک دوسرے کے ساتھ گتم گتھانے ہوں۔ یہ ہمارا فرض ہے as a political leadership گرہم اس پر بات نہیں کریں گے تو میرا خیال ہے کہ تاریخ ہمیں معاف نہیں کریں گی۔ شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ شاء بلوچ صاحب۔ یونس عزیز زہری!

میر یونس عزیز زہری: شکریہ جناب اسپیکر۔ میں مختصر بات کروں گا۔ جناب اسپیکر! آج یہ فوٹو جو ہم سب کے سامنے ہے اور اس ہال سے نہیں بلکہ پورے بلوچستان سے، پورے پاکستان سے اور دُنیا کے دوسرے ممالک میں یہ تصویر ہم سے سوال کر رہی ہے۔ اس کی ماں ہم سے سوال کر رہی ہے کہ آیا آپ لوگ ہمیں بتائیں کہ میرا بیٹا کہاں ہے۔ میرے بیٹے کو گولیوں سے چھلنی کر کے اُس کی لاش مجھے دے دی کیوں؟ آپ کے پاس اس

کا جواب ہے ہماری گورنمنٹ کے پاس اسکا جواب ہے ہمارے پاس تو اس کا جواب نہیں ہے کہ ہم اس کا جواب دے سکیں۔ کیوں کہ یہ فوٹو ہر جگہ پر اور حیات بلوچ کا جوا قعہ ہوا ہے ایسے ایسے جگہوں پر ہم نے دیکھے ہیں کہ وہاں شمع روشن کر دیے۔ ایسے ایسے جگہوں پر تعزیتی ریفسنس کر دیئے۔، ایسے ایسے جگہوں پر جلوس اور جلسے نکالے ہیں، ہم نے زندگی میں نہیں سنی ہے کہ وہاں کوئی سیاسی جلسہ ہوا ہے۔ آج ان جگہوں پر لوگ کھڑے ہو کر بول رہے ہیں اور یہاں ہم بیٹھے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ جی اس کا ہم نے تو مسئلہ حل کر دیا بھی۔ وہ بندہ گرفتار ہو گیا بھی اس پر ہم نے کیا بات کرنی ہے۔ جناب اپسیکر! ایسے واقعات کیوں ہو رہے ہیں؟ حیات کا واقعہ دیکھیں۔ آج تک چھین میں ہمارے پشتون بھائیوں کو شہید کیا گیا اُن کا کیا ہوا اور آخر میں یہی ہمیں کہہ رہے ہیں یہی ہمیں جواب ملے گا کہ جی چمن کا بارڈر ہم نے اس لیے بند کر دیا کہ وہاں سے دہشت گرد آتے ہیں۔ دہشت گردی کا شکار سب سے زیادہ جمعیت علمائے اسلام ہوئی ہے۔ ہمارے قائد پر چار خودکش حملے ہو گئے پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ بارڈر کھول دو۔ دہشت گردی کا شکار عوامی نیشنل پارٹی ہوئی ہے اُن کے سینکڑوں کارکن شہید ہو گئے پھر بھی وہ کہہ رہے ہیں کہ جی بارڈر کھول دے۔ وہ کون لوگ ہیں جو یہ لوگوں کا روزگار بند کر کے اور اگر کوئی بات کرے تو پھر اُس کو گولیوں سے خاموش کیا جاتا ہے۔ حیات بلوچ کو خاموش کر دیا جاتا ہے۔ وہاں چمن کے لوگوں کو خاموش کیا جاتا ہے۔ اور زابد علی کا اگر واقعہ دیکھا جائے۔ اُس پر فائزگ نگ کیا گیا کہ زابد طیش میں آجائے اور فائزگ کر لے اور ہم اُس کو مار دیں اُس کو قتل کر دیں ایک سیٹ خالی ہو جائے اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے اپنے حربے استعمال کر کر کے جس طرح زابد نے اُن کو شکست دے دی میں کہتا ہوں کہ اب بھی انشاء اللہ تعالیٰ یہ ایوان بھی اُن کو شکست دیگی۔ اگر زابد طیش میں آ جاتا ایک فائزگر لیتا تو مجھے یقین ہے کہ آج زابد ہمارے درمیان نہیں ہوتا۔ پھر ہم یہاں آ کر اُس کا فوٹو اٹھا کر آپ کو دکھاتے کہ جی یہ ہمارا دوست تھا۔ یہ زابد تھا اور اس کے ساتھ یہ ہوا وہ ہوا۔ جناب اپسیکر! ان چیزوں کو دیکھنا چاہیے ایک نائب تحصیل دار کی کیا حیثیت ہے؟ وہ زابد کو فون کر لیتا ہے کہ جی آپ آ جائیں ہم بات کر لیتے ہیں۔ زابد بات کرنے کے لیے چلا جاتا ہے اور وہاں اُس پر فائزگ نگ کیا جاتا ہے یہ کہاں کا انصاف ہے؟ میں خود recent ہمیں جاری رہا تھا میرے ساتھ یویز کا موبائل بھی تھا۔ یویز کے لوگ تھے مجھے ایک ایف سی والے نے روک دیا کہتا ہے کہ آپ کون ہو۔ اس حد تک کہ میں نے اپنا کارڈ ایف سی والے کو دکھادیا اور پھر اُس کے بعد یویز والوں کو کہتا ہے کہ آپ لوگ اپنا کارڈ مجھے show کر دیں تو کیا ہو گا اس بلوجستان میں جناب اپسیکر! اتنی چیک پوٹھیں، اتنی چیک پوٹھوں پر اتنے بھتے۔ یہ کچھ کاغذات ہیں میں آپ کے نظر کروں آپ ان کو دیکھ لیں کون بھتے لے رہا ہے کس سے لے رہا ہے کس کو جارہا ہے۔ یہ میں آپ کی طرف

بھیجا ہوں کچھ تو اس میں لکھے ہوئے ہیں۔ باقی چیزوں ہیں جناب اپیکر! آپ دیکھ لیں اگر زا بدنے یہ گناہ کیا ہے کہ جی بھتہ نہیں لیا جائے اور اُس کے بدلتے میں اُس کو گولیوں سے خاموش کیا گیا۔ تو میرے خیال میں یہ نا انصافی ہے۔ اور اس کے لیے آپ کوئی کمیٹی بنادیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ ایک جوڈیشل کمیٹی بنائے اس پر انکو اتری کی جائے کہ تینی چیک پوسٹیں ہیں اور ان پر کتنا بھتہ لیا جاتا ہے اور ان پر زا بدنے کیا کہا ہے۔ یہی لوگ ہمارے پاس آتے ہیں یہی لوگ ضیاء جان کے پاس بھی جاتے ہیں۔ یہی لوگ جو ہے آپکے پاس بھی آتے ہونگے کہ جی ہمیں ان چیک پوسٹوں سے خدارا ہمیں نجات دلائی جائے۔ ایک میٹنگ پنجو رے نکل کر یہاں پہنچتا ہے 1 لاکھ 53 ہزار روپے اُس سے بھتہ لیا جاتا ہے۔ جناب اپیکر! یہ چھوٹے گاڑیاں یہ (زمیاد) والے۔ ان کا کیا ہو گا یہ کیا کماتے ہیں بخدا آخر میں آ کروہ کہتے ہیں جی ہمیں 5 ہزار بھی نہیں پہتا اور ہر گاڑی پر کوئی 11 ہزار 700 روپے پنجوڑ سے لے کر سوراب تک صرف لیا جاتے ہیں آگے چھوڑ دیں کہ کتنا اور یہ لوگ دیتے ہیں۔ وہ کتنا کماتے ہو گئے اُس میں اپنے لیے؟ اپنے بچوں کے لیے کیا کماتے ہیں؟ اگر زا بدنے یہ قصور کیا ہے تو ہم سب کہتے ہیں کہ زا بدانہ آپ قصور وار ہو آپ نے کیوں یہ چین والے کو کہا ہے آپ نے کیوں تھصیل دار کو کہا ہے کہ بھتہ نہیں لے لو۔ اگر بھتہ لینا ہے تو پھر اس بھتہ کو legally کرتے ہیں۔ پھر تو ٹھیک ہے اس کو آئین کا حصہ بناتے ہیں کہ جی بھتہ لینا کمیشن لینا یہ legally ہے۔ اُس کے بعد اگر ہم بات کریں آپ ہمیں ہاؤس سے نکال دیں۔ جناب اپیکر! آپ ذرا ان چیزوں کو دیکھ لیں۔ اس پر کوئی کمیٹی بنادیں یا House کی کوئی کمیٹی بنادیں اپوزیشن والے ہوں اور treasury benches سے ہوں اس کی تحقیقات کر لیں کہ کیا ہے کیا نہیں ہے سب کچھ سامنے آجائے گا۔ تو میں مختصر کر لیتا ہوں۔ شکریہ جناب اپیکر آپ کا۔

جناب ڈپٹی اپیکر: شکریہ میر صاحب۔ جی اصغر خان۔

جناب اصغر خان اچکزی: شکریہ جناب اپیکر۔ جس طرح اسی مہینہ کے پچھلے سیشن میں ہم نے بات کی۔ بدقتی سے آج کے requisit اجلاس میں بھی ہمارے سامنے ابینڈا ہے یا خاص کر جو تحریک التوا ہے اس پر بھی بات کرنی ہے اور ساتھ ہی حاجی صاحب کے ساتھ ہونے والے واقعہ پر بھی بات کرنی ہے۔ لیکن سب سے پہلے آج کے سیشن میں پہلے دعا ہو گی۔ بس میں کیا کہوں کہ اس اگست کے مہینے میں جس طرح پہلے speech میں بھی میں نے کہا، آج 24 اگست ہے اور آج سے کم و بیش کوئی کتنے سال بنتے ہیں ہیں 1930ء کو 24 اگست کو پسین تیگی میں خدائی خدمتگاروں کے پر امن جلوس پر فائزگ ہوتی ہے اور اُس میں کم و بیش 80 خدائی خدمتگار جام شہادت نوش کرتے ہیں۔ اور جس طرح ہم نے پہلے بات کی بابر اک شہداء پر۔ اور وہاں بھی ظلم کیا

ہوتا ہے جناب اپنیکر! کہ اُس وقت کے انگریز سرکار جو زخمی خدائی خدمتگار ہوتے ہیں اُس کو پکڑ کر پھر اُس پر غداری کا مقدمہ بھی چلا لیتے ہیں۔ اور کل ہی کے دن 1990ء میں 23 اگست کو پشتوں سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ایک پر امن جلوس پر جو سائنس کالج چوک سے گزر رہا تھا اُس پر فائزگ ہوتی ہے۔ وہ جلوس بھی اپنے PSF کی جواکابریں ہیں جو ان کی قیادت جیل میں ہوتی ہے اُن کی رہائی کے لیے نکلتے ہیں اور اُس پر فائزگ ہوتی ہے اور ساتھ ہی میں ہمارے تین اُس وقت پشتوں سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ساتھی، محمد اللہ کا کڑ، عبدالودود یوسف زئی اور منظور کا کڑ شہید ہوتے ہیں۔ ابھی 26 اگست بھی آرہا ہے پتنیں اُس میں کیا ہونا ہے؟ اور اس سے پہلے کہ جس طرح حیات بلوج کی یہاں ہم سب کے سامنے تصویر پڑی ہوئی ہے 13 اگست کو یہ واقعہ ہوتا ہے۔ میں تو خود جیران ہوں کہ ہم تین بچے میں بات کریں، ہم پہلے اپنے آپو پھر دوستوں کو کون سا مشورہ ددیں۔ لیکن ایک شعر یہاں سمجھتا ہوں کہ آپ سب کے سامنے گوش گزار کر دوں وہ جو شاعر کہتا ہے۔

محبت گولیوں سے بور ہے ہو
وطن کا چہرہ خون سے دھور ہے ہو
یقین مجھ کو کہ منزل کھور ہے ہو۔
گمان تم کو کہ راستہ کٹ رہا ہے

جناب اپسیکر! آپ یقین کریں کہ اس وقت کی جو صورتحال ہے یقیناً جس طرح ہمارے حکومت کے ساتھیوں نے دوستوں نے کہا کہ ہم نے ملزم کو پکڑا ہے۔ ملزم حوالات میں ہے یہ یقیناً یہ ایک بڑی achievement ہے اس میں کوئی دوسرا رائے نہیں۔ لیکن جس طرح ہماری بہن نے بات کی جناب اپسیکر! یہاں مسئلہ mindset کا ہے۔ ابھی جس طرح ہمارے بھائیوں نے بات کی یہاں ایک ایک مسئلے سے ایک ایک واقعہ کی صورت میں تحریکیں بنی ہیں۔ ابھی ایک بات یہاں شاید یہ منوعہ بھی ہوگا کہ ہم PTM کا نام لے لیں۔ ابھی PTM کے ارد گرد آپ دیکھ لیں کہ یہ PTM بنی کیوں؟ جناب اپسیکر۔ PTM بنی نقیب محسود کے واقعہ سے۔ حقیقت میں یہ شروع دن سے محسود قبائل کا وزیرستان کا ایک تحریک تھا جو ادھر کے اپنے علاقے کا پھر لوکل سٹھ پر اُس میں قوت بڑھتا گیا۔ پھر جب نقیب اللہ محسود کا واقع ہوا اور یہاں تک کے اُس کے والدین کے ساتھ ہمارے آج کے چیف آف آرمی اسٹاف بھی فاتح خوانی کرنے کے لیے گئے تھے۔ تو کیا راؤ انوار کو وہ مزراں میں سمجھتے ہیں کہ کیا اُس پر کوئی بات ہو سکتی ہے؟ کس پروٹوکول میں کراچی سے اسلام آباد، اسلام آباد سے کراچی اُس کو لا یا جارہا تھا۔ آج تک یعنی خدا انخواستہ ہمارا الزام ہمارے اداروں پر کبھی نہیں ہیں۔ نہ خدا انخواستہ اس ملک کے جتنے بھی سیکورٹی ادارے ہیں جن کی تعداد لاکھوں میں ہے ہماری اُس سے کوئی گلہ نہیں ہے وہ تو ایک ملازم ہے۔ لیکن ایک جو صورتحال بنتی جا رہی ہے ابھی اُس دن جب پہچانت کا واقعہ ہوا تھا

جناب اسپیکر! ہماری اُس دن پر لیں کا نفرن تھی میں نے اُس پر لیں کا نفرن میں بات کی۔ بالفرض ہم اُن لوگوں کو غلط ٹھہرائیں جو آزادی پسندی کے نام پر یا جس بھی نام پر پیا بے انصاف کے نام پر پہاڑوں کا رخ کر کے آج کہیں اور بیٹھے ہوئے ہیں کہ غلط کر رہے ہیں۔ اُس پر ہماری طرف سے یہ الزام ہے کہ وہ دشمن کے ہاتھوں چڑھے ہیں لیکن کیا یہ واقعہ جو حیات بلوچ کا وقوع ہم سب کے سامنے ہے کیا یہ اُن لوگوں کو قوت بخشے کا سبب نہیں بنائے گا؟ وہ تو کہیں کے کٹھیک ہے میں مر رہا ہوں مجھے مار دیا جائے کیونکہ مجھے پرالزام یہ ہے کہ آپ تخلیق کر رہے ہیں آپ کسی دشمن کے ہاتھوں چڑھے ہوئے ہو۔ لیکن کیا یہ واقعہ آپ کے بہت سارے نوجوان کو اس بات پر مجبور نہیں کرے گا کہ جا کر اُن لوگوں کے صاف میں کھڑے ہو جائیں جو خدا نخواستہ کل ہمارے لیے یہاں بہت ساری مصیبتیں کھڑی کر سکتی ہے یا جس طرح ہم نے بات کی میں آج کہتا ہوں کہ میں کوشش کروں گا کہ ایک لفظ بھی تلخ نہ کہوں۔ ایک لفظ بھی خدا نخواستہ اس طرح اپنے زبان پر نہ لاوں جس سے خدا نخواستہ کسی یہاں یا کسی کی غیر موجودگی میں کسی کی دل آزاری ہو۔ لیکن جناب اسپیکر! جس طرح ابھی بھی چن کا واقعہ گردش کر رہا ہے اس ہاؤس میں۔ جس طرح میں نے بات کی اور میں نے اُس دن فارسی کا وہ شعر ہے:

لیکن بعد از خرابی بسیار است
کہ ہرچی دانا گند گند نادان۔

یعنی یہ بات یہی سلسلہ یہی demand ہم نے کی تھی کہ خدارا یہ بارڈر کھول دو۔ خدارا یہاں legal trade کے لیے آسانیاں پیدا کر دیں کتنا بڑا واقعہ ہوا۔ جس طرح نواب صاحب نے ایک بات کی بظاہر سات، آٹھ شہید ہوئے ہیں اس واقعہ کے نتیجہ میں جو جنگ چھیڑی گئی۔ جو افغانستان اور پاکستان کے درمیان جو جنگ ہوا تھا اُس جنگ کے نتیجے میں دونوں طرف اگر آپ ان شہداء کو ملا لیں تو اس کی تعداد کم و پیش جا پہنچتی ہے، دونوں طرف 30 سے 25 یا 50 تک جا پہنچتی ہے۔ ہم نے کیا فائدہ اٹھایا اُس سے اور نتیجہ میں نقصان ہمیں کتنا ملا؟ دو ملکوں کے درمیان تعلقات خراب اور وہ چن کا واقعہ اسپیکر! ابھی بہت سارے ہمارے چن کے administration کے لوگ ہیں جو خدا نخواستہ ہمارے متعلق چیزیں لکھ کر بھیجتے ہیں۔ میں اگر یہ کہوں کہ عوامی نیشنل پارٹی خدا نخواستہ بہت سارے جگہوں پر ہمارے دوستوں کو ایک نامناسب پارٹی اُس کے ذہن میں ہوا پنی جگہ تھے unacceptable ہوا پنی جگہ تھے۔ لیکن کیوں بلوچستان عوامی پارٹی تو میرا خیال میں اس وقت سب سے وفادار top ہوا پنی جگہ تھے۔ لیکن کیوں نکلے؟ اُس کے بعد پاکستان مسلم لیگ کم و پیش اگر آج تک کسی نہ کسی حوالے سے اس ملک کے establishment کے ساتھ نکر دے میں ہے لیکن پھر ہم سے تو وہ لاکھ گناہ و فادر سمجھے جاتے ہیں وہ کیوں نہیں نکلے؟ پاکستان مسلم لیگ ق جناب اسپیکر! جو اس

وقت بھی پنجاب اور وفاق میں حکومتوں کا حصہ ہے وہ کیوں نہیں نکلے؟ اور وہ چجن جہاں 14 اگست کے دن ہزاروں لوگ نکلا کرتے تھے کیوں اس طرح کیا جا رہا ہے۔ جناب اپسیکر! اس طرح یہاں بہت سی باتیں ہوئیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ کچھ لوگ اگر ہمارے اداروں کے بدنامی کا سبب بنتے ہیں ہمیں اُس پر review کرنا چاہیے، ہمیں دیکھنا چاہیے۔ جناب اپسیکر! آپ کا اپنا علاقہ ہے آپ جب ادھر سے نکلتے ہو بائی روڈ لورالائی سے گزر کر جب موئی خیل پہنچتے ہو یادوسرے راستے سے ہرنائی کے راستے جا کر اگر آپ موئی خیل پہنچنا چاہتے ہو۔ تو کیا آپ کو پتہ نہیں ہے کہ خاص کر ایک ادارے کی جس کو ہم ہر تین مہینے کے بعد extension دیتے ہیں۔ اُس کے روایہ کے حوالے سے آپ کو شکایات نہیں ہے؟ اور کیا چمانگ سے لیکر آپ کے کوئی کے جہاں بھی ذخیرہ ہیں۔ آپ کے ہرنائی سنجاوی دکی یا یہاں عام سا بندہ بتا دیتا ہے کہ یہاں سے ماہانہ کروڑوں روپے collect ہوتے ہیں۔ اگر یہ پیسے حکومت پاکستان کے خزانے میں بھی چلے جاتے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اُس کے بعد ہمارے اوپر خرچ کیا جاتا ان ہی پیسوں سے ہمارے اسکولوں کی حالت بہتر بنائی جاتی یا ان ہی چیزوں سے ہمارے ہسپتا لوں کی حالت صحیح کی جاتی تو بھی ہمیں اعتراض نہیں ہے۔ اور اس وجہ سے آپ کے پورے ادارے، بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ ہمارے ہاں جس نے بھی وردی پہنی ہو جو FC کی شکل میں ہو اُس کو فوج سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ فوجی تو نہیں ہوتا۔ لیکن بدنامی ہمارے سارے اداروں کی ہوتی ہے۔ تو کیوں نہ اس پر سوچیں یہ پیسے ان کو کہاں سے اور کیسے مل رہا ہے۔ وہ باقاعدہ قبائلی settlement کرتے ہیں پھر وہاں اُن کے فیصلے کئے جاتے ہیں اور اُس فصیلوں کے نتیجے میں اُس کا اپنا ایک حصہ جو ہے وہ side پر کیا جاتا ہے۔ اور record of the record سفید پرچی پر اُس کا نہ کوئی بینک اکاؤنٹ ہوتا ہے اُس کی نہ کوئی رسید ہوتی ہے اُس کی کوئی چیز بھی نہیں ہوتی۔ میں تو کہتا ہوں خدا نخواستہ خدا گواہ ہے میں حلقاً کہتا ہوں کہ میں اداروں پر الزام نہیں لگاتا لیکن میں اپنے اُن دوستوں کو جو حقیقت میں ہر جگہ پر ادارے ہوتے ہیں اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ انڈیا میں اگر انتخابات ہوتے ہیں لیکن وہاں کی سیکورٹی ادارے وہاں کے politician کے ساتھ ایک page پر دنیا جہاں کا کوئی بھی ملک اپنے اداروں کے بغیر نہیں چل سکتا ہے۔ اُن کے درمیان ایک understanding ایک coordination لازمی اور ضروری ہے لیکن اگر ہمارے یہاں کوئی فورس اُس کا پورے ادارے کے یا اُس پورے set up کا بدنامی کا ذریعہ بنتی ہے تو کم از کم ہمیں اس کو محسوس اور دیکھ کر اس کا حل نکالنا چاہیے۔ یہ کہ آج میں نے بات کی اور کل میں ادھر سے نکلوں خدا نخواستہ میری لاش یا اس چوک پر پڑی ہو یا اُس چوک پر۔ اس لاشوں سے مسئلے حل نہیں ہوتے۔ جناب اپسیکر! میں ایک بات کہوں یہ بات بھی میں خدا

کو حاضرونا ظریف جان کر کہتا ہوں کہ میں یہ خدا نخواستہ پروپرٹی نہیں کر رہا ہوں۔ 13 نومبر 2010ء کو جب میرے والد صاحب شہید ہوتے ہے پورا علاقہ احتجاج کے لیے اٹھ آتا ہے۔ ہر جگہ پروا قات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ خدا نخواستہ کسی کا ایک بال تک بھی کوئی نہ نکالیں۔ اور اسی دن ایک ذمہ دار آدمی، ایک ذمہ دار ادارے کے ایک ذمہ دار office میں کہتا ہے کہ کیا ہوا لیاقت علی خان کو بھی مارا گیا۔ بینظیر کو بھی شہید کیا گیا۔ اُس کو بھی شہید کیا گیا کچھ بھی نہیں ہوا۔ یقین جب یہ بتیں ہم تک پہنچتی میں ایک بات کہوں جناب اسپیکر! باوجود اس کے کہ ہم حکومت میں ہیں۔ ہمارے یہ دوست اپوزیشن میں ہیں لیکن دوسراں تک یا اُس سے پہلے یعنی جو میری معلومات ہے آج تک سردار عطاء اللہ خان مینگل نے اپنے بیٹے کی فاتحہ نہیں لی ہے۔ اُس کو آج تک confirm نہیں ہے کہ میرا بیٹے کو کس نے کہاں پر مارا ہے اور کہاں پر دفنایا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ state کے ساتھ چل رہا ہے کیا ہمیں پتہ ہے کہ بلوچستان نیشنل پارٹی مینگل پر یہ الزامات آج تک الزامات یا کچھ کئے کہ آپ ریاست کے وفادار لوگ ہیں کیا حبیب جالب سے لیکر ان کے کارکنوں تک ان کے لوگ ٹارکٹ نہیں ہوئے۔ پھر بھی ہمارا رویہ تبدیل نہیں ہوتا۔ میں عوامی نیشنل پارٹی کی مثال دوں۔ ہمارے اکابرین نے جناب اسپیکر! 79ء میں کہا کہ یہ دوزور آور قوتوں کی لڑائی ہے۔ یہاں کسی کا دور دور تک جہاد اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمیں یہاں جو باچا خان کی بہت پرانی قول ہے آج اگر ہم جزل پر بات کرتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ غدار ہے۔ ہم نے اُس وقت کہا ضیاء الحق کو ولی خان اپنے کتاب حقائق حقائق میں لکھتا ہے کہ میں نے ضیاء الحق سے ملاقات میں کہا کہ جزل صاحب آپ جس کلی میں سفر کر رہے ہو آپ کانٹوں، انگاروں پر جا رہے ہو اور آگے سے راستہ بھی بند ہے۔ لوگوں نے بات نہیں سنی اور پھر اُس جنگ کے خلاف سب سے پہلے سیاسی میدان میں ہم نے کھڑے ہو کر مقابلہ کیا۔ اور ہمارے خواتین تک کو بھی نہیں بخشا گیا۔ ولی خان کی بیٹی ڈاکٹر گلائی پر بھی فائز نگ ہوئی۔ میاں صاحب اکلوتے بیٹے سے محروم ہو گئے۔ ابھی میں کس کس کا نام لوں۔ بلوچستان میں شہداء کا نام لے لوں۔ شاہرگ سے لیکر کچلاک، چن تک جو ہمارے ساتھی اور ہمارے پارٹی کے دوست شہید ہوئے۔ لیکن لوگ بروقت کسی چیز کا احساس نہیں کرتے اور پھر ہم نے ایسی حالت میں بھی ان لوگوں کے ساتھ مذاکرات کیے کہ میاں صاحب کہتا ہے کہ میاں افتخار حسین کے سوات میں جب ہم مذاکرات کرنے گئے تو ہمارے پیچے ایک ایک خودکش کو کھڑا کر کے ہمارے ساتھ مذاکرات کیا جا رہا تھا۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس ایوان میں سے کوئی بندہ ایسا ہو گا کہ جہاں اس نے جانا ہو اُس نے مذاکرات کرنا ہوا اور اُس کے پیچے ایک خودکش کھڑا ہو۔ پھر بھی ہم نے مذاکرات کیئے۔ ہم نے ثابت کیا کہ اس ملک میں پہلی اور آخر مرتبہ سوات

میں شریعت نافذ ہوا اور ہمارے حکومت نے کیا اور جو کچھ اس وقت اُس کے علماء کی demand تھی اُس سب عمل بھی کیا۔ لیکن جس طرح ہم نے شروع میں کہا کہ یہ میں کچھ نہیں دے گا یہ میں مکھن نہیں دے گا۔ یہ میں بر بادی دے گا اور بر بادی ہماری نصیب ہوئی۔ آج اگر ہم بات کرتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ ہماری ہر level پر کمزوری ہے۔ ہماری عدیلیہ کو کمزوری نہیں کرنی چاہیے تھی ہر موڑ پر 47ء سے لیکر مشرف کے LFO تک۔ اور تو سب کو چھوڑ دیں جناب اپیکر! جس طرح آج ہم ادھر پولیس کو strengthen کرنے کی بات کر رہے ہیں ہم یویز کو strengthen کرنے کی بات کر رہے ہیں۔ میں ایک بات کھل کے کوئی شاید مجھے نوٹس بھی دیدیں contempt of court کا پتہ نہیں وہ زمرے آتا ہے کہ نہیں۔ جب یہاں یویز کی بات ہو اس ایوان نے اتفاق رائے سے یویز کے حق میں قرارداد پاس کی جب فیصلہ آیا کہ تین اصلاح کو ہم پولیس میں ضم کرنے جارہے ہیں۔ ہم پولیس کے مخالف نہیں ہیں۔ پولیس کو اپنے دائرة اختیار میں کام کرنے دیں۔ یویز اپنے دائرة اختیار میں کام کر لیں۔ جب بات نہیں مانیں تو ہم نے کورٹ کا دروازہ کٹکٹایا اس کورٹ کو جناب اپیکر! honorable special assistant غلط نظر آرہے ہیں۔ اور اُس کا نوٹس لیکر کر یا کسی client کے ذریعے سے اُس مقدمے کو چلا کے وہ special assistant کو ختم کر سکتے ہیں۔ وہ PSDP پر بات کر سکتے ہیں لیکن سال سے یویز کا کیس اُس کے table پر پڑا ہے کوئی اُس کو ہاتھ تک نہیں گا سکتا ہے کیوں؟ خدا نخواستہ ہم کسی غیر کی بات کر رہے ہیں۔ کیوں ہمارے ہاں جرات نہیں ہے جو ہم اچھا سمجھتے ہیں اُس کو اچھا کہیں اور اُس اچھائیں کے راستے پر ہم چل بھی پڑیں۔ لیکن ہم بات نہیں کر سکتے ہم پولیس کے مخالف نہیں ہیں۔ یہاں ذرا مذاق میں ایک بات کہوں کہ ایک میٹنگ میں ہمارے IG پولیس بھی تشریف فرماتے اور ہمارے ہوم سیکرٹری بھی تشریف فرماتھے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ جناب والا! آپ لوگ ایک دوسرے کے area A کے چکر میں پڑے ہو۔ وہ ایک مشہور منقولہ ہے کہ دوچوہرے آپ میں لڑ رہے تھے درمیان میں بلی آگئی۔ بلی نے دونوں کو کھالیا اور کہنے لگی کہ بد بخت اپنے آپ کو مردار ہے تھے اگر میں نہ آپ پہنچتی۔ تو میں نے ان کو کہا کہ تیسری قوت کے ذریعے سے تم دونوں کھائے جاؤ گے۔ کم از کم area آپ کے پاس ہاں پہنچنے بنائیں کہ خدا نخواستہ کسی کی جان نہ چلی جائے کسی کی مال کو نقصان نہ پہنچے۔ کسی کی کسی اور چیز کو نقصان نہ پہنچ جناب اپیکر! خدا گواہ ہے ہمارے ایک ایک خون کے ایک ایک قطر سے اللہ باخبر ہے۔ ہم یہ بتیں اس بنیاد پر نہیں کہتے ہیں کہ خدا نخواستہ کس کو طمعہ دیتے ہیں کسی کو مرد والازام ٹھہراتے ہیں کسی کے خلاف خدا نخواستہ کوئی کسی اور مقصد کے لیے یہ بتیں کرتے ہیں۔ لیکن خواہش ہماری یہ ہے، کوشش ہماری یہ ہے اُس ایوان میں مجھے کوئی

بتادیں۔ ابھی میں نے کل پرسوں سننا ہے کہ سردار فتح محمد حسni کے گھر پر راکٹ فائر ہوئے ہیں۔ یعنی یہ جو حالات جو چمن کے واقعات ہوئے۔ جو آپ کے حیات بلوچ کا واقعہ ہوا یعنی اس واقعات سے پیغام کیا جائے گا؟ ہمیں بروقت چیزوں کو اگر ہم قابو نہیں کریں گے۔ بروقت ہم چیزوں کو اپنے گرفت نہیں لائیں گے۔ جناب اپنیکر! آپ یقین کریں اس وقت جو اس خطے کے حالات ہیں بالخصوص پھر ان حالات کی وجہ سے بلوجستان کے جو حالات ہے یہ ہم سب کی ذمہ داری بنتی ہے جتنے بھی stakeholders ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر کے اپنے مسائل کا حل خود نکالیں۔ حاجی صاحب کی بات ہوئی یقیناً اس پر ایک ایسا کمیشن بنایا جائے کہ حاجی صاحب خود اس سے مطمئن ہو۔ یقیناً بات ہوگی کہ خدا نخواستے حاجی صاحب کے اپنے بھی مشکلات اور مسائل تھے جس کی وجہ سے یہ واقعہ ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حاجی صاحب کو اچھا لگے یا برالگے ایسا کمیشن ہو جو ہر قسم کی جانبدار سے بالاتر ہو کر اس وقوع کی تحقیقات کر کے جو بھی حقائق ہیں وہ سامنے table کرنا چاہیے تاکہ سب کو پتہ چل جائے کہ قصور حاجی صاحب ہے قصور اس چیک پوسٹ پر بیٹھے ذمہ داروں کا ہے اُس نائب تحصیلدار کا ہے جس کا بھی ہو۔ لیکن اگر ہم اس چیز کا نوٹس نہیں لیں گے۔ آج یہ واقعہ حاجی صاحب کے ساتھ ہوا ہے کل یہ واقعہ کسی اور کے ساتھ ہو سکتا ہے ہم سب کے ساتھ اور میں تو کہتا ہوں کہ اکثر ویژٹر دوستوں کے ساتھ واقعات ہوئے ہیں وہ چھپ چھپا کے table کرتے ہیں ہمیں پتہ ہے۔ اکثر ویژٹر لوگوں کے ساتھ یہ واقعات ہوئے ہیں۔ کسی کو روک کر کے کسی کی خدا نخواستے بے عزتی کر کے کسی کے وقار کو ٹھیس پہنچا کر تو جناب اپنیکر! اگر کچھ معاملات اس طرح ہوتے ہیں جہاں حکومت اور اپوزیشن کی بات نہیں ہوتی ہے۔ جہاں ہم سب کی عزت اور وقار کی بات آتی ہے جدھر بھی ہم سب کی بات اپنے وقار اور عزت کی آجائی ہے پھر ہم سب کو اکٹھا ہونا چاہیے پھر ہم سب کو اُس stand پر لینا چاہیے۔ اور جہاں ہماری اپنی غلطی نکل آئے اُس کو بھی سامنے لے آئیں تاکہ کل ہم اُس غلطی کو دوبارہ repeat نہ کر سکیں۔ تو جناب اپنیکر! میری یہ خواہش ہے میری یہ request ہے کہ بلوجستان کے حالات حقیقتاً جس طرح جاری ہے ہیں اُس کو ہم نیک شگون نہیں سمجھتے۔ اس پر غور و فکر کرنے کی کوشش ہونی چاہیے خدا نخواستہ ہمارا target ہمارے ادارے نہیں ہیں ہمارے setup intelligence ہیں لیکن اُس کو بھی دیکھنا چاہیے ہم بڑے بڑے level meetings کی میں سناء ہے ایک دواداروں کی لوگوں کی وجہ سے پورا بلوجستان جل رہا ہے۔ کیوں اس طرح ہو رہا ہے؟ ہمیں اعتبار اپنے لیویز پر کرنا چاہیے ہمیں اعتبار اپنے پولیس کرنا چاہیے جو A اور B کے نام سے لیویز اور پولیس کے پاس ہیں اُس کو strengthen کر کے آج بھی وثوق سے کہتا ہوں کہ جو مسائل جو صورتحال اس وقت ہمارے ان دو فورس کے پاس ہے اگر

اُس کو مضبوط کر کے اُس پر توجہ دے کر ہمیں تیسری فورس کی ضروری ہی نہیں پڑے گی کہ ہم اُس کے ذریعے سے اپنی حفاظت اور اپنی جان و مال کی حفاظت کے لیے کوئی قدم اٹھائیں۔ ہمارے پاس کافی ہے یہ لوگ لیکن اگر ہم نہیں کریں گے۔ خدا نخواستہ کل یہ تیسرا فورس نا کام ہو جاتا ہے تو چونھی مرتبہ ہم کس کو پھر بلائیں۔ پھر فوج ہماری سیکورٹی اور ہماری جان و مال کی حفاظت معموریت کے لیے بیرکوں سے نکل کر ہمارے شہروں میں گھویں گے پھریں گے اور تاثر کیا جائے گا؟ اس وقت جو صورتحال ہے۔ اس وقت جو تاثر ہے اس تاثر کو ایک پُر امن بلوچستان کی طرف لے جانے کے لئے۔ میں آج بھی کہتا ہوں اُس دن بھی میں نے کہا کہ اگر آج بلوچستان کے وسائل آج ہمارے بارڈر زہارے لوگوں کے روزگار کے لئے استعمال میں لا نہیں گے خدا گواہ ہے کہ کسی بھی بلوچستانی کو کہیں پر بھی کسی کے در پر بھی کہیں پر کسی کو کسی کی منت نو کری کیلئے ضرورت نہیں پڑے گی۔ جب ہماری چیزیں ہمارے ہاتھ میں نہیں ہوں گی اور ہاتھ سے نکلتے جا رہے ہیں۔ تو آپ یقین کریں کہ کل کے بلوچستان میں کچھ بھی ہمارے ساتھ ہو سکتا ہے تو جناب اسپیکر! میں آخر میں ایک بات شاید یہاں بات ہوئی ہوگی ہمارے انہائی قابل قدر میر حاصل خان بزنجو کو دل کی آتا ہ گہرائیوں سے خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اس ملک میں جمہوریت کے لئے اس ملک میں جمہوری اداروں کی استحکام کے لئے چھوٹے قومیوں کے حقوق کے لئے یقیناً صرف میر حاصل خان بزنجو کہ بلکہ انکی فیملی کی، میر غوث بخش بزنجو کی جو کہ خان عبدالولی خان کے ساتھ نیب سے ایکر NDP نک ساتھی رہے ہیں بلکہ ہمارے لیڈر اور ہمارے قائد رہے ہیں۔ میں حاصل خان بزنجو کو دل کی آتا ہ گہرائیوں سے اپنی پارٹی کی طرف سے خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور انہیں الفاظ کے ساتھ آپ سے رخصت لیتا ہوں۔ بہت بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ اصغر خان اچھزی صاحب۔ جی احمد نواز بلوج صاحب۔

جناب احمد نواز بلوج: شکر یہ جناب اسپیکر! آج کے اس پُر آشوب دور میں، جس میں ہمارے دوست ہمارے ساتھیوں نے حیات شہید کے اس موضوع کو اس ایوان میں بحث کے لئے منظور کیا گیا میں انکا شکر یہ ادا کرتا ہوں اپنی پارٹی کی طرف سے اُس ماں کی جو خاموش آواز اس ایوان میں پہنچ گئی دنیا کے اُن کنوں تک پہنچ گئی پاکستان کے اس ایوانوں تک پہنچ گئی۔ ہرگдан اور ہر گاؤں، ہر اُس علاقے تک پہنچ گئی، اس شہادت نے پورے ملک کو پوری دنیا کو ہل کر رکھ دیا۔ شہادتیں تو ہوتی رہتی ہیں لیکن اس علاقے میں، جیسے کہ آپ نے دیکھا کہ یورپ جاتے ہوئے ایک پہنچ کی، جب کشتی الٹتی ہے ایک بچہ جو سمندر کے کنارے پر اُس کی ڈیڈ باؤڈی ملتی ہے۔ آج اس تصویر نے میرے خیال میں جتنا بھی سخت دل انسان ہواں نا حق خون پر بولنے کا جتنا بھی وہ اپنے

آپ کو مضبوط سمجھے وہ ذکھی ہو کر کے ایسی باتیں ضرور کہے گا۔ جس طرح دوستوں نے جس انداز میں اپنے جذبات کا اظہار کیا مجھے آج افسوس ہے کہ آج ہمارے مکران سے سوائے ایک یادو کے علاوہ باقی کسی نے بات نہیں کی۔ آج اس درد بھری ایوان میں میری اُس ماں کی آہ یا اُس مظلوم باپ کی آواز ہم سب دوست یہاں بیان کر رہے ہیں۔ حیات کو تو ہم نہیں لاسکتے مگر جو سوچ جو فکر جیسے ثناء بلوچ نے کہا کہ جو شمعیں روشن ہو رہی ہیں آج جہاں بھی آپ جائیں کسی ہوٹل میں جائیں یا کسی دفتر میں جائیں یا کسی کے موبائل میں اُس شہر کو آپ دیکھیں تو یہ تصویر آپ وہاں پاؤ گے۔ یا اسی گفت و شنید کو آپ پاؤ گے۔ کیوں؟ بلوچ کا خون اتنا ستا ہے؟ بلوجستانیوں کا خون اتنا ستا ہے؟ آپ اُسے جنوں قرار دیکر کے بڑی الذمہ کر دیں۔ اور یہ منڈڈیوں کی طرح لا کر کے اُس کی دیت دیں؟ ہاں! یہ بھی ہو گا کچھ دنوں کے بعد کچھ لوگ جائیں گے سفید کپڑے پہن کر اُسکے والد کے ساتھ بیٹھ کر کے، کہ اُسکے والد نے اُسکو معاف کر دیا۔ والد تو معاف کرے یا نہیں کرے مگر اس ماں کی جوانگلیاں اُٹھی ہیں جو آگ اوپر والا اُسے معاف کرے گا تو اس نوجوان نے کس محنت سے کراپی تک پہنچا تھا۔ جیسے ظہور صاحب نے کہا کہ ہمارے علاقے کا ہے۔ آپ کے علاقے سے تربت تک یہ کیسے پہنچا کس غربت سے پہنچا ہو گا؟ آپ وہ دن دیکھ لیں کہ جیسے کہ ثناء نے کہا کہ پانچ چھ سال وہ بیماریوں سے لڑتا ہوا وہ جوان ہوا ہے۔ اس ماں نے کتنے درد سے ہوں گے اُسکو بڑا کرنے تک۔ میں نے اُس کے ساتھیوں کے بیانات کو بھی سنائیں کہ پہنچر کے بیانات کو ہم سنے ہیں۔ آج بلوجستان میں ایسے نیوٹرل لوگ جو سیاست سے اُنکا دور دُور تک واقفیت بھی نہیں ہے وہ بھی آج پر لیں کلب کے سامنے بیٹھ کر کے حیات شہید کے اس قتل کو مادرائے عدالت قتل کہتے ہیں۔ آج اگر آپ ارمان لونی کے قاتلوں کو اگر آپ عدالت میں پہنچا دیتے آپ چین واقع کے لوگوں کو جن کو انہوں نے شہید کیتے ہیں ان کو پہنچاتے تو یہ دن ہمیں دیکھا پڑتا یہ تباخیاں یہ دوریاں۔ کتنے مُنہ آپ بند کر لو گے ہر گھر سے حیات تو نکلا ہے ابھی۔ ہماری باپر دہ عورتیں روڑوں پر آ رہی ہیں اپنے بھائی کے لئے۔ صرف بلوجستان میں نہیں، لاہور میں دیکھ لیں۔ کل میں نے دیکھا کہ ڈی آئی خان میں لوگ نکل تھے مگر بلستان میں کشمیر میں حتیٰ کہ ایران کے علماء نے بھی اپنے مجلسوں میں اس واقعہ کو بیان کیتے ہیں۔ جیسے مختلف علاقوں میں جو واقعات ہوتے ہیں بالکل ہم بلوجستان کو سر بزد دیکھنا چاہتے ہیں ہم بلوجستان میں امن و امان کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے جو کوششیں ہو رہی ہیں ہمارے اکابرین کر رہے ہیں۔ ہمیں پہلے پاکستانی پھر بلوجستانی سمجھا جائے ہمیں اپنے درمیان میں وہ جگہ تو میسر کریں جیسے آپ نے بنگال کو دھکیل دیا آج بنگال ہم سے زیادہ جمہوریت پسند ہے۔ ہم نے اپنے ان بھائیوں کو زبردستی نکال دیا۔ آپ چھوٹا سا چجن جیسے، جیسا کہ

اصغرخان نے کہا کہ 14 اگست کو چون میں ایک جشن ہوتا تھا آج کیوں نہیں ہورہا ہے؟ آج اس 14 اگست کو میرے خیال میں اسکول یوں سے یونیورسٹی یوں تک ہر جگہ تقریباً کوئی دیکھتے تھے اس واقعہ کے بعد آپ دیکھ لیں کہ کہاں ہو رہی ہیں کتنی محدود ہو گئی ہیں۔ 13 اگست کو یہ واقعہ ہوتا ہے اگست کا مہینہ بلوچستان کے لئے ایسا مہینہ ہے میرے خیال میں جیسے اصغرخان بیان کرتا ہے کہ 1930ء میں بھی ہمارے لوگوں کو نہیں بخشنا گیا ہے۔ اسی اگست میں شہید نواب محمد اکبر خان بگٹی کو شہید کیا جاتا ہے اسی اگست کے مہینے میں ہمارے کتنے شہداء کتنے لوگ ہم سے جدا ہوئے ہیں۔ آج تک ہماری بہنیں روڑوں پر حسیبہ قمرانی جیسی جو پولیو میں جو اُسکی ڈیوٹی بھی ہے وہ وہاں اس ملک کے لئے کام بھی کر رہی ہے۔ مگر اُس گھر سے بھی لوگ missings ہیں۔ خدا یا! ہمارے اُن بھائیوں کو آپ عدالتوں میں پیش کریں، آپ ہمیں اپنا سمجھیں تو سہی۔ جیسے زیرے بھائی نے کہا کہ جو مشیات فروش ہیں جو دشمنگرد ہیں جو غلط کام کرنے والے ہیں وہ اس جھنڈے کو اپنے ماتھے پر باندھتا ہے۔ آیا ہمیں ہیر و نین بیچنے کے لئے جھنڈے کو اوپ کرنا ہے یا کسی کو قتل کرنے کے لئے۔ آج جتنے بھی دونمبر گاڑیاں ہیں اُس پر دیکھ لیں کس کا جھنڈا لگا ہوا ہے؟ ایک شریف شہری جو اور بیجنل، اس ملک کا شہری ہے اُسے تو دیکھنے آپ چیک پوسٹوں پر رکتے ہو۔ آپ جائیں بلیں بلیں چیک پوسٹ دیکھ لیں اور مستونگ لکپاس ٹنل ہے اسکو دیکھ لیں گھنٹوں آپ کو انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اور جو دونبر ہے۔ یہ ایوان کا تقدس ہے۔ اُس کو وہ پھٹوٹ، بلیک پپر ہے پتہ نہیں اُسکے اندر کیا ہے اُسکو جانے دیتے ہیں۔ اس ملک میں جنگل کا قانون نہیں چلے گا اس ملک میں ہمارے اکابرین نے جو قربانیاں دی ہیں۔ خان آف فلات نے اس لئے اس ملک کے حکمرانوں کو چاندی اور سونے میں نہیں تولا کہ ہمارے بلوچستان میں جو خون ریزی کرنے کے لئے بلوچستان میں پانچواں فوجی آپریشن اور اُس کے علاوہ بھی ہم اس جمہوری جدوجہد میں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا بلوچستان پھلے پھولے اور یہ ملک ترقی کرے۔ اس ملک کے لئے اس میں بننے والوں کے لئے ہم اپنے دل میں اپنی سوچ میں گجدیں تب جا کر کے یہ بلوچستان اور یہ ملک ترقی کرے گا۔ شہید اسد اور شہید احمد شاہ جیسے ہمارے دوست نے کہا کہ آج تک اُنکے لئے کوئی تعریت نہیں کی گئی۔ وہ بھی حیات کی طرح کہیں مار کر کے اُنہیں پھینک دیا گیا ہو گا اور انکی لاش ابھی تک نامعلوم ہیں۔ جیسے سمیع، جیسے ہمارے نوجوان نے مشیات کے خلاف بات کی اُسکو اُسکے ماں کی گود میں گولیوں سے چھلنی کیا گیا۔ اگر اُس کے ساتھیوں کو پکڑا جاتا تو ارمان لوئی والا واقعہ نہیں ہوتا۔ ارمان لوئی کے قاتلوں کو اگر پکڑا جاتا تو حیات شہید کا واقعہ نہیں ہوتا۔ لعل کثائی والا واقعہ نہیں ہوتا۔ یا یہ قاتل روڑ جو میری بہن کہتی ہے۔ کل کا دن ہے کتنے لوگوں کے گھر اُبڑ گئے۔ پندرہ سے سولہ dead-bodies جن کے

گھر جائیں گے ایک چھ ماہ کی بچی بھی اُسمیں فوت ہو چکی ہے۔ ہم اس صوبے کے لئے بیٹھے ہیں، ہم اس صوبے کے لئے دن رات سوچ رہے ہیں لیکن وہ out-put کیوں نہیں کل رہی ہے؟ آخرون سی قوتیں ہیں جو نہیں چھوڑ رہی ہیں اسے؟ آئے دن ہمیں کسی نہ کسی جگہ سے تکلیف دیتی ہیں۔ 13 اگست کو حیات شہید کا واقعہ ہوتا ہے 15 کو اسکود بانے کے لئے حاجی زا بد کا واقعہ ہوتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ خدا نخواستہ حاجی زا بد بھی طیش میں آتا ایک واقعہ تو رونما ہوتا۔ وہی ہم احتجاج کر رہے ہوتے۔ پھر صحن دس پندرہ یا ایک مہینے پیچھے چلتے جاتے۔ ایک ایک منٹ ہمارے لیئے قیمتی ہیں کہ ہم اس صوبے کو کیسے بنائیں اس صوبے کو ترقی دیں۔ ہمارے تعلیمی ماحول میں کیا ہو رہا ہے۔ تعلیم اس کو بڑھانے شہر میں بلوجستان کے باقی علاقوں کو تو چھوڑ دیں اس کو بڑھ کے دارالخلافہ کیپٹیڈ میں ہم ابھی تک درختوں کے نیچے اپنے بچوں کو بڑھا کر تعلیم دیتے ہیں۔ آپ ہسپتا لوں کی حالت کو دیکھ لیں۔ ہسپتا لوں میں شریف بندہ کیا میرے خیال میں کوئی ایسا بندہ اپنے مریض کو اکیلانہیں چھوڑ سکتا ایک سرخ کے لئے بھی آپ کو جناح روڈ میڈیکل اسٹو بھاگنا پڑتا ہے۔ خدارا اس صوبہ پر حرم کریں۔ جتنے بھی چیک پوسٹ ہیں حتیٰ کہ ہمارے خیال میں یہ مقدار بن گیا ہے ہمارا ہاں آپ سہولتیں دیں سہولتیں پیدا کریں۔ تو پھر یہ گریزی، یہ توابجھی ہمارے لئے جائز ہو گئی ہیں۔ ہم کہاں سے لا اُمیں روزگار اپنے بچوں کیلئے کہاں سے روزی روٹی کمائیں۔ اگر ہم اپنے صفوں میں اتحاد اتفاق پیدا نہیں کریں گے تو وہی حاجی زا بد والا واقعہ رونما ہوتا ہے حیات ارمان لوٹی یا باقی ایسے کوئی گنام واقعات ہوں گے۔ جناب اپسیکر! انہی الفاظ کیسا تحفہ میں آپ دوستوں کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے ثائم دیا اور اس واقعہ کا آپ حاجی زا بد والے واقعہ کا ایک اچھی سی کمیٹی یا انکوارٹری کمیشن یا اس کو استحقاق کمیٹی میں ریفر کریں تاکہ اس واقعہ کو صحیح معنوں میں پرکھا جائے اور دیکھا جائے۔ شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ۔ جی ملک نصیر شاہوں صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوں: بسم اللہ الرحمن الرحیم شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! آپ کی مہربانی پہلے آپ ہمیں بہت جلدی نوازتے تھے آج میرے خیال میں آپ نے ہمیں سب سے آخر میں وقت دیا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں بہت سے ساتھی ابھی رہتے ہیں ملک صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوں: ڈری یہی کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے حکومتی ارکان بھاگ نہ جائیں لیکن ہمیں خوشی ہے کہ آج وہ بڑی سنجیدگی سے ہمیں سن رہے ہیں اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اس اہم مسئلے پر خصوصاً جو امن و امان کا مسئلہ ہے حاجی زا بد ریکی کا مسئلہ ہے اور اس میں ہم نے یہ تیسری قرارداد حیات بلوج کی اس میں شامل کردی ہے۔ جس پر آج ہمارے دوستوں نے میرے خیال میں بہت سیر حاصل تقریریں بھی کیں اور بہت ساری مثالیں

بھی دیں۔ اور آج ہمارے صوبے کے اندر جو حالات ہیں جو شورش ہے اور اس کے حل کیلئے بہت سارے دوستوں نے تجویدیز دیں۔ جناب اپیکر صاحب! اس میں کوئی شک نہیں حیات بلوچ کا واقعہ ایک انتہائی دخراش ہے۔ اور گزشتہ کہی دنوں سے سوچل میڈیا پر پوری دنیا میں یہ جب والر ہوئی ہے تو پوری دنیا کیسا تھا ہمیں خوشی ہے کہ اس ملک کا بھی کوئی ایسا کوئہ نہیں جو اس واقعے پر سراپا احتجاج نہیں۔ آپ بلوچستان کے طول عرض میں جائیں۔ آپ خیر پختوا چلے جائیں۔ آپ سندھ کے مختلف علاقوں، پنجاب کے اندر اور آزاد کشمیر تک جوانسانی حقوق کے علمبرار ہیں جو جمہوریت پسند لوگ ہیں وہ اس دل خراش واقعے پر احتجاج کر رہے ہیں۔ جناب اپیکر!

جب 3-2002 میں بلوچستان کے اندر جو شورش کا ایک سلسلہ شروع ہوا اور اس کے بعد بلوچستان نیشنل پارٹی کے قائد سردار اختر مینگل گرفتار ہوئے اور ڈیڑھ سال وہ جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے رہے۔ ایک بہت بڑی بیماری ان کو وہاں لاتھ ہوئی۔ جب وہ جیل میں تھے تو اس دوران بلوچستان نیشنل پارٹی کا کوئی ایسا سینئر ساتھی نہیں تھا جو جیل سے باہر تھے۔ اس کے بعد جب بلوچستان نیشنل پارٹی کے دوست جیلوں سے چھوٹے رہے تو گولیوں کا نشانہ بنتے رہے اور جس میں بلوچستان نیشنل پارٹی کے مرکزی سیکرٹری جزل حبیب جالب سمیت پارٹی کے 70 سے زیادہ اہم اراکین جام شہادت نوش کیئے۔ اور بلوچستان میں اس وقت ایک جنگل کا قانون تھا۔ لوگ ان روڈوں پر سفر کرتے ہوئے میرے خیال میں آیات الکری پڑھ کر کوئٹہ سے کراچی تک جاتے تھے۔ کوئی انسان بیہاں محفوظ نہیں تھا اتنے زیادہ واقعات اس دوران جناب اپیکر صاحب! کہ آپ اس کی تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آدھے خضدار کے لوگ نقل مکانی کر کے کراچی اور صوبے کے دیگر علاقوں کے رخ کیئے۔ آواران آج بھی آپ کے سامنے خالی پڑی ہے۔ اسی دوران بلوچستان نیشنل پارٹی کے قائد سردار اختر مینگل ملک سے باہر تھے جب وہ واپس اس ملک کے اندر آتا ہے تو اپنے ان چھ نکات کیسا تھا آ جاتا ہے۔ اور وہ چھ نکات کیا ہیں جناب اپیکر! اس کے اندر ایک نیک نیتی شامل ہے۔ اس میں سب سے پہلا مسئلہ جو missing persons کا ہے اور وہ پریم کورٹ کے سامنے اپنے پارٹی کی پوری قیادت کیسا تھا وہاں جا کے پیش ہوتا ہے۔ جناب اپیکر! اس کے اندر وہ نیک نیتی شامل ہے اور ہم دل سے چاہتے تھے کہ بلوچستان کا مسئلہ حل ہو بلوچستان کے اندر جو شورش، خون ریزی، وارداتیں ہیں، وہ ہتم جائیں۔ اور بلوچستان جس طرح پہلے اس ملک کا ایک پر امن صوبہ تھا اس طرح کا ایک پر امن صوبہ بن جائے جناب اپیکر صاحب! لیکن اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ بلوچستان نیشنل پارٹی کے اس چھ نکات پر میرے خیال میں کوئی عملدرآمد نہیں ہوئی۔ اور یہ missing persons کا سلسلہ بڑھتا رہا۔ اور جب حال ہی میں بلوچستان نیشنل پارٹی جو ایک بہت بڑی اکثریت سے

اس ایوان کے اندر قومی اسمبلی اور سینٹ میں آئے ہیں تو اسی چھنکات کیسا تھا جناب اسپیکر صاحب! ہم وفاق میں ایک اتحادی کی شکل میں دوبارہ حکومت کا حصہ بنے ہیں۔ ہم اس چھنکات کے اندر نہ کوئی وزارت کا طلب کرتے ہیں اور نہ وہاں ہم بلوچستان کی کوئی گورنر شپ طلب کرتے ہیں۔ اگر ہماری وہ چھنکات دیکھا اور پڑھا جائے اس میں وہی بلوچستان کے مسائل ہیں جس کی وجہ سے آج بلوچستان اس نجی پرپیش چکی ہے۔ اس میں دوبارہ وہی پہلا جو نقطہ ہے وہ missing persons ہے۔ گواہ کا مسئلہ ہے بلوچستان کے جوڑو میائل پر چھ فیصد کا مسئلہ ہے۔ اور بلوچستان کے دیگر مسائل اس کے اندر شامل ہے لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ دوسال ہم اس حکومت میں رہنے کے بعد ہمارے ان نکات پر اس حد تک عمل ہوتا ہے کہ چار سو پانچ سو کے قریب missing persons بازیاب ہو جاتے ہیں لیکن اسی تعداد کے ساتھ اتنے ہی لوگ دوبارہ missing ہو جاتے ہیں جناب اسپیکر! آج افغانستان کے اندر لوئی جرگہ ہوتا ہے تو وہ گزشتہ سال سے ایک جنگ کی نظر میں ہو چکا ہے جس کے اندر لاکھوں لوگ میرے خیال میں وہاں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ وہاں طالبان اور افغان حکومت بیٹھ کر یہ فیصلہ کر دیتے ہیں کہ جیلوں سے جو ہے طالبان کو رہا کیا جاتا ہے۔ تو پھر کیوں اس ملک کے اندر بلوچستان کا جو مسئلہ ہے جس طرح میرے دوستوں نے کہا، شاء بلوچ اور اصغر خان اچکزئی نے کہا ایک سیاسی مسئلہ ہے اس مسئلہ کو بات چیت کے ذریعے حل کرنا چاہیے۔ لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ بلوچستان کے مسئلے کو ہر دور میں گولی کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور بلوچستان کا مسئلہ میرے خیال میں آپ نے دیکھا کہ اسی گولی کو جب اس کا حل سمجھا گیا اور اسی طرح بلوچستان کے اوپر فوجی آپریشن بھی ہوتے رہے۔ آج پھر جناب اسپیکر صاحب بلوچستان کے حالات ایک دفعہ کچھ قدرے تھم گئیں۔ اب دوبارہ آہستہ آہستہ اس نجی کی طرف دوبارہ جارہے ہیں کہ خدا نخواستہ کل کوئی اس قسم کا جو پہلے 2003ء یا 2004ء والے بلوچستان دوبارہ ہم اس نجی پر نہ جائیں۔ جناب اسپیکر صاحب! جب ہم کہتے ہیں ایک طرف سے اٹھایا ہمارا دشمن ہے۔ ہمارا ازی دشمن ہے تو پھر حیات بلوچ جیسے اس قسم کے واقعات کا یہاں ہونا کیوں ہم اپنے دشمنوں کیلئے وہ راہ ہموار کرتے ہیں کہ جب اس قسم کے معصوم بندے میرے خیال میں، مجھے انتہائی آج افسوس ہوا خاص کر ہمارے جو فائن مسٹر ہیں انہوں نے بڑی جلدی سے میرے خیال میں یہاں کوئی وکالت کی اور میرے خیال میں اس بندے کو بری بھی کر دیا کہ شاید اس کی ذاتی حالت کوئی اچھی نہیں ہے۔ اور پھر اس نے یہ بھی کہا کہ چونکہ یہ حیات بلوچ میرے حلقو سے ہیں اور اسکے والدین کو بھی میں جانتا ہوں وہ انتہائی غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ اس کے والد نے بڑی مشکل سے اس کو پڑھایا اور آج جس طرح اس کو والدین کے سامنے شہید کیا گیا۔ میں

اپنی بہن کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ اگر ان گاڑیوں میں ایک بندہ تھا جس کی ذہنی پوزیشن اچھی نہیں تھی اس نے حیات بلوچ کو جو ہے گویوں کا نشانہ بنایا۔ ان گاڑیوں کے اندر بارہ، تیرہ لوگ تھے انہوں نے حیات بلوچ کو پکڑا کے باندھا اور پھر سب کے سامنے میرے خیال میں ایک بندے کو جو ہے اس ڈرامے کا ڈرپ سین ہے صرف اس بندے کو مجرم ٹھہرانا میرے خیال میں حیات بلوچ اور اس جیسے دوسرا جو بلوجستان کے لوگ ہیں اُن سے نا انصافی ہے۔ اس کی تحقیقات ہونی چاہیے جناب اسپیکر صاحب! میرے خیال میں آج تک بلوجستان میں چاہے جتنی بھی حکومتیں آئی ہیں چاہے وہ جمہوری حکومت ہو یا کوئی ڈکٹیٹر یہاں آیا ہو۔ ہر حکومت نے یہ آ کر کہا ہے کہ بلوجستان کیسا تھا نا انصافی ہوتی رہی ہے۔ اور معافیاں بھی بلوجستان کے عوام سے مانگی ہیں۔ لیکن جب وہ حکومت گئی ہے اور اس نے اپنے دور میں جتنے گھرے زخم بلوجستان کو لگائے ہیں شاید پرانے زخم اور موجودہ حکومت کے زخم بلوجستان کے عوام بھول نہیں پاتے۔ تو میں کہتا ہوں جناب اسپیکر صاحب! کہ جس طرح بلوجستان کے حوالے سے جو ہماری mindset ہے اس میں جب تک تبدیلی نہیں ہو گی بلوجستان کا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ بلوجستان اس ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ آب و وسائل کے حوالے سے، ساحل کے حوالے سے لیں۔ آپ زمین کے حوالے سے لے لیں۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ بلوجستان پاکستان کا مستقبل ہے تو پھر پاکستان کے مستقبل سے یہ کھیل کیوں کھیلا جاتا ہے؟ کیوں اس پاکستان کے مستقبل کے بارے میں ہم پیٹھ کر اس پاکستان کے مستقبل کا مسئلہ ہمیشہ تک حل نہیں کرتے ہیں؟ ہم کبھی اس ایوان میں پیٹھ کر جناب اسپیکر صاحب! ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ جس طرح ہمارے دوست کبھی کبھار قوم پرست لفظ سے قوم پرست کو سمجھتے ہیں کہ شاید یہ اس ملک کے غدار ہیں۔ یہ بلوجستان کی وسائل کی کیوں بات کرتے ہیں۔ یہ دنیا کا ایک مسلمہ اصول ہے جناب اسپیکر صاحب! یہ اسلام کا بھی قانون ہے کہ جس سرزی میں سے جتنے بھی وسائل پیدا ہوتے ہیں سب سے پہلے اس سرزی میں پر لئے والے ان لوگوں کا جہاں سے وہ وسائل نکلتے ہیں وہ لوگ اس کے مالک ہیں اس کے بعد پھر اس وسائل کا مالک کوئی دوسرا ہے۔ اگر آج سوئی سے گیس نکلتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ سب سے پہلے سوئی اور ڈیرہ بگٹی کے عوام کا یہ حق بتا ہے کہ اس وسائل کو سوئی اور ڈیرہ بگٹی کے عوام پر خرچ کیا جائے۔ لیکن آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ ڈیرہ بگٹی میں آپ کو سوئی میں ایسے علاقے میں گے جو لکڑیاں چن چن کر اُس پر کھانا پکاتے ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ گیس آج ملک کے طول و عرض میں پہنچ پھکی ہے لیکن 1954ء میں جب سوئی کے مقام سے یہ گیس نکلا آج بھی وہ علاقہ اس سے محروم ہے۔ تو جناب اسپیکر صاحب! یہ جو محرومیاں ہیں یہ جو وسائل، بلوجستان کی وسائل کی بات ہم کرتے ہیں۔ اور آج وہ لوگ جن کو ہم باغی کہتے ہیں

جن کو ہم مختلف تنظیموں کا نام دیتے ہیں تو یہ یہی process سے ہوتے ہوئے آج وہ اس ملک کے باغی بن چکے ہیں۔ وہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کہ وقت کرتا ہے پروش برسوں

hadith ایک دم نہیں ہوتا۔

تو یہ وہ وقت ہے کہ مختلف ادوار میں جب بلوچستان کے ساتھ نا انصافی ہوتی رہی اور یہ نا انصافیاں بڑھتی بڑھتی آج نجی پر پہنچ چکی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آج بھی وقت ہے کہ بلوچستان کے عوام کو گلے لگایا جائے۔ بلوچستان کے عوام کو اس ملک کا شہری سمجھا جائے۔ ان کو اسی طرح treat کیا جائے جس طرح دیگر صوبوں کے عوام کو اسی طرح treat کرتا ہے۔ اگر کل ہم کہتے تھے کہ بلوچستان کے عوام سے نا انصافی ہوئی ہے تو آج ہم کم از کم ایک نئے راستے کا انتخاب کر لیں۔ آج ہم ان نا انصافیوں میں کمی کریں جسے اس کے کہ آج بھی ہماری بندوق سے، حیات شہید ہیجے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں ان بندوق کو ہماری اس آئینے میں اور اس قانون کی تابع ہونا چاہیے۔ وہ بندوقیں اتنی آزاد نہیں ہونی چاہیے کبھی حیات شہید پر جس کی فائزگ ہوتی ہے جناب اپنیکر صاحب! جب ہم دیکھتے ہیں کہ چمن کا واقعہ ہوتا ہے ہمارے دوست میرے خیال میں جس وقت چمن کے واقعہ پر ہم نے یہاں پر تحریک التوا پیش کی تھی تو ہم نے کوشش کی کہ اس واقعے سے پہلے ہم اس پر بات کریں۔ لیکن اس دن بد قسمتی سے کورٹ ٹوٹ گیا۔ اور جب کورٹ ٹوٹ گیا اس کے بعد چمن کا واقعہ آپ کے سامنے ہے کہ وہاں گولیاں بر سیں۔ بہت سارے لوگ شہید ہوئے اور اس کے بعد دوبارہ وہی تحریک التوا اس ایوان میں آیا پھر ہم اس شہیدوں کے لئے دعا مانگتے رہے۔ چمن کے واقعے پر ہم افسوس کرتے رہے میرے خیال میں مگر مجھ کی طرح ہمارے آنسو بتتے رہے۔ ہم نے اچھی اچھی تقریریں بھی کیں چمن کے واقعے پر۔ لیکن اس سے پہلے کہ جب تک یہ چمن کا واقعہ رونما نہیں ہوا تھا اس وقت جو ہے ہم اس واقعے پر بحث کرتے تو اچھا تھا۔ آج جس طرح میرے دوست حاجی زادبعلی کا واقعہ ہے جس کے لئے آج ہم نے یہ ریکوویشن جمع کیا تھا اس کے ساتھ ہی یہ دیگر اچنڈے بھی اس میں شامل کیتے تھے۔ تو حاجی زادبعلی ریکی ہمارے اس ایوان کا ایک معزر کرنے ہے۔ میرے خیال میں اس نے جتنی بھی بڑی غلطی کی ہو جناب اپنیکر صاحب! لیکن سر عام اس روڈ پر حاجی زادبعلی ریکی پر فائزگ ایک دہشت گردی ہے۔ اس تحصیلدار کو آج تک میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گرفتار نہیں کیا گیا۔ حکومت میں بیٹھے ہوئے میرے دوست، میرے خیال میں سلیم جان وہاں بیٹھا ہوا ہے اس نے مختصر سی وضاحت کی کہ ہم نے کوئی کمیٹی بنائی ہے اس کی رپورٹ

ہونی چاہیے۔ میں پوچھتا ہوں کہ ایک عام شہری یا حاجی زادری کی کوچھوڑ کراس 65 ارکین کے ایوان کوچھوڑ کر عام شہری بھی یہاں کا اتنا معزز ہے جتنا حاجی زادری کی۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا اگر کسی نے کوئی جرم بھی کیا ہو تو قانون یہ کہتا ہے کہ اس کو گرفتار کیا جائے۔ اس کو جیلوں میں ڈالا جائے۔ اس پر قانون کے مطابق وہاں کیس چلا یا جائے۔ اگر اس نے خداخواست کوئی جرم کیا ہے تو اس کو اس جرم کی پاداش میں سزا دی جائے۔ لیکن ایوان کے ایک اہم رکن پر میں روڈ پر فائزگ ہوتی ہے آج بھی وہ تحسیلدار دندناتے پھرتا ہے اور ہمارے دوست اس کی وکالت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس پر جناب اپیکر صاحب! آپ روٹنگ دیدیں۔ خاص کر حاجی زادری کی کام مسئلہ ہے اس پر ایک کمیٹی بنائے کر ملک سکدرنے میرے خیال میں جو 63 یہاں پر جتنی بھی آپ کی چیک پوشیں ہیں ان پر بحثہ لیتے ہیں وہ تمام 63 کے میں اس کو داد دیتا ہوں کہ کس نے ان کو یہ نام دیئے اور جہاں پر ایف سی کی چیک پوشیں ہیں اس نے ایف سی کا کہا۔ جہاں لیویز کی چیک پوشیں ہیں اس نے لیویز کا کہا۔ جہاں گشت والے تھے اس نے گشت کا کہا۔ جو تربت کی حدود میں تھے اس نے کہا یہ تربت والے جو پنجگور کی حدود میں تھے وہ پنجگور والے۔ پھر اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ یونس بلوق نے تو وہ پیسے بھی بتائے کہ ایک ٹینکر جو تربت یا پنجگور سے نکل کر کوئی ٹینکر ہے وہ ایک لاکھ تیرا ہزار مختلف جو حساب دیئے تھے یہ سب ریکارڈ پر ہیں جناب اپیکر صاحب! اگر اتنی چیک پوشیوں کا ذمہ صرف یہ ہے کہ وہ پیسے کمانا ہے پیسے جمع کرنا ہے اور اس میں چالیس ارب روپے جب، مم لاء ایڈ آرڈر کے لئے انہی اپنی ایکجنسیوں کو مختلف مدت میں دے دیتے ہیں کہ وہ ڈیشکر دی سے نہیں۔ اگر ان کا کام یہی ہے کہ وہ چیک پوشیوں پر پیسے اور بحثہ لیں تو میرے خیال میں یہ ہم سب کے لئے ایک الیہ اور لمحہ فکر یہ ہے اس پر سوچنا چاہیے خصوصاً ہمارے وزیر داخلہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب ڈپٹی اپیکر: ملک صاحب! اور بھی ساتھی رہتے ہیں بات کو مختصر کریں۔

ملک نصیر احمد شاہوی: میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اس کے لئے آپ ایک کمیٹی بنائیں وہ خاص کر حاجی صاحب کے جو مسئلے ہیں اس پر جا کرو وہ خود ان تمام علاقوں کا خود visit کریں۔ اور اس مسئلے کا کوئی حل نکالیں۔ بہت مہربانی۔

جناب ڈپٹی اپیکر: شگریہ ملک نصیر شاہوی صاحب۔ order in the House۔ کا روائی رہتی ہے۔ سردار صاحب آپ مہربانی کر کے اپنی speech to the point شروع کریں۔ مگر بات کرنا ہے سردار صاحب ادھر ادھر کی بات نہیں کرنی ہے۔

سردار عبدالرحمن کھیٹر ان (وزیر مکمل خوارک و بہاؤ آبادی): ایک لفظ بھی ادھر ادھر نہیں

جائیگا شہیدوں پر ہی بات ہوگی۔ بسم اللہ الرحمن الرحيم، شکر یا اپنیکر صاحب! سب سے پہلے تو میں جو یہ فوٹو پڑھوا ہے حیات بلوچ کا۔ میرے خیال ہے کہ جو بھی دل رکھتا ہے اولاد رکھتا ہے یا جس کے رگوں میں خون دوڑتا ہے یا ضمیر رکھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس ماں باپ جس طریقے سے وہ اپنے بیٹے کی لاش پر بیٹھے ہوئے ہیں یا افسوس ناک واقع ہے۔ ہر آدمی ہر انسان جس میں انسانیت ہے وہ اس پر افسوس کا ضرور اظہار کرتا ہے۔ معاف کرنا جناب اپنیکر صاحب! اس طرف کے دوستوں نے یہ تاریخ دینے کی کوشش کی ہے کہ ہم لوگوں میں شاید نہ ضمیر ہے نہ ہمارا ایمان ہے نہ ہم میں خون ہے کہ ہم نہیں چاچا *please* ابھی میرا تسلسل مت توڑیں۔ دیکھیں اتنے نوٹ میں نے بنائے ہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ ہر شخص کو دنیا کے ہر بضمیر شخص کو دلی صدمہ پہنچا ہے، ہم حیات کے والدین سے تعریزیت کرتے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ گم میں برابر کے شریک ہیں۔ جیسے میرے دوست نے کہا کہ تین راتیں میری آنکھوں میں آنسو تھے اس کے حلقة کا تھا۔ جناب اپنیکر صاحب! میں ایک واقعے سے شروع کرتا ہوں۔ صرف میں آگے تھوڑا سا بڑھوں گا۔ ہم لوگ مفرور تھے مری گئے ہم کوہ مری پنڈی سے آگے۔ ہم جگہ لے رہے تھے چھ، سات ساتھی تھے مفرور تھے۔ پہلے کراچی تھے وہاں سے جام صاحب وہ جو چیف منسٹر تھا جام صادق وہ وفات پا گئے۔ ہم ادھر سے نقل مکانی کر کے چلے گئے مری۔ مال روڈ سے نیچے ایک وہ پر اپری والا تھا اس نے کہا ایک جگہ خالی ہے۔ ہم وہاں چلے گئے۔ ایک یوہ عورت وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں ذمہ داری سے ایک واقعہ آپ کو بیان کر رہا ہوں۔ ہم نے کہا اماں! ہم مسافر ہیں سیزن میں ادھر رہنا چاہتے ہیں۔ اُس نے کہا بیٹا ٹھیک ہے آپ بھی میرے بیٹے کی جگہ پر ہو۔ اس نے اپنے ساتھ ایک فوٹو رکھا ہوا تھا جو باور دی ایک کپتان تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ اماں یہ کون ہے؟ تو وہ رونے لگ گئی۔ اُس نے کہا بیٹا یہ میرا گلوٹا بیٹا تھا، میرا شوہر فوت ہو چکا ہے میں ایک یوہ ہوں۔ میری کوئی بیٹیاں کچھ بھی نہیں ہے یہ کرائے کامکان دیتی ہوں اس پر گزارہ ہے میرا۔ یہ بچہ، یہ کپتان بلوجستان میں اپنے ملک کی حفاظت، اپنی سرحدوں کی حفاظت اپنے لوگوں کی خدمت کر رہا تھا میں بڑی خوش تھی۔ ایک دن مجھے پتہ لگا میرے بیٹے کی لاش ایک بکسے میں آرہی ہے۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کو دفن کیا ہے۔ جناب اپنیکر صاحب! تو ہم سب پریشان ہو گئے ہم نے کہا کہ ہم اس مکان میں کیسے رہیں گے۔ وہ جو اس ماں کے جذبات تھے میں بیان نہیں کر سکتا کہ وہ بوڑھی عورت کس طریقے سے رورہی تھی۔ اور مزید ہم لوگوں کو سوال کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔ ہم ایک سال تک مفرور رہے وہاں پر۔ ہم میں اتنی جرات نہیں تھی کہ اس ماں کو ہم فیس کرتے۔ ہم وقت سے پہلے کرایہ دیدیتے تھے۔ اور زیادہ تر وقت ہم ادھر ادھر گزارتے تھے شاید ایک آدھ دفعہ اس سے ملاقات ہوئی۔ ہم اس کا سامنا نہیں کر سکتے تھے۔ تو ہماری کھیتی انی

میں مثال ہے جناب اسپیکر صاحب! کہ آگ جس جگہ جلتی ہے وہ زمین گرم ہوتی ہے۔ آج ہم حیات، میں بہت معدرت کے ساتھ کہ ہم لاشوں کی سیاست کر رہے ہیں جن کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے ہم سب کو چاہیے کہ ان سب کے لئے ہم یہ تصویریں بنائے ہم یہ فٹو بنائیں۔ اور اس بلوجستان کے ساتھ جو زیادتی ہو رہی ہیں اس پر ہم بھی ان کے ساتھ آواز اٹھانے کو تیار ہیں۔ ہر لحاظ سے لیکن کون زیادتی کرتا ہے اس میں جانا چاہیے زابری کی کام سلکے ہے۔ درمیان ایک چھوٹی سی پوائنٹ۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے ہوم منستر کو بھی کہا ہے ہماری میٹنگ تھی۔ بلکل اس پر انکو اڑی ہونی چاہیے۔ غیر جانبدار انکو اڑی ہونی چاہیے۔ قصور وار جو بھی ثابت ہو چاہے وہ زابری کی یا اس کے گھن میں یا اس کے حلقوں کے لوگ یا سیکورٹی فورسز یا تھیڈلار یا کوئی بھی ہواں کو کیفر کردار تک پہنچانا چاہیے۔ ہم چاہتے ہیں انکو اڑی ہونی چاہیے۔ اب آتے ہیں دیکھیں ہم ایک ہیں۔ میں بھی اولاد والا ہوں مجھے بھی دکھ ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو، یہ جو خون کی ہنگامہ ہوتی ہے ہیں ناں جب آپ لاش اٹھاتے ہیں۔ جو شہید کیتے جاتے ہیں۔ یہ ہنگامہ ساری زندگی آپکا ذہن اور آپ کے ہاتھ پھر یہ ہنگامہ ہوت چھٹ جاتی ہے۔ رات کو خوابوں میں آتی ہے۔ دن کو آپ کسی چیز کو ہاتھ لگاتے ہیں وہ خون آپ کے ہاتھوں پر چھپا ہوتا ہے۔ آپ پچاس ہزار ڈیٹرجنٹ سے اُس کو دھوئیں۔ زابری ادوسٹ ہے۔ اُسکے ساتھ ہی بیٹھا ہوا ہے یونس بلوج اُسکے علاقے کا ہے۔ سیاسی مخالفت ہو گی ضرور ہو گی۔ آج وہ بھی روتا ہے۔ ثناء اللہ کا پورا خاندان مار دیا گیا۔ آج وہ ثناء اللہ پر کیا گزرتی ہے؟ اُسکی بیوی پر کیا گزرتی ہے؟ اُس کا بھی معصوم بچے تھے۔ کیا اسکندر اُس کا بیٹا کسی ماں کا بیٹا نہیں تھا کسی بہن کا بھائی نہیں تھا؟ اُس کی ماں آج کیا بین کرتی ہے۔ اُس کی بہنیں آج کیا بین کرتی ہیں؟ کیا نصیب اللہ مری کا بھائی اُس کو اُڑا دیا جاتا ہے ساتھیوں سمیت۔ اتنے اتنے کلکٹر میں نے اپنے ہاتھوں اس بولان میں اٹھائے اُسکے۔ کیا وہ کسی ماں کا بیٹا نہیں تھا؟ کیا اُسکے ساتھی کھمی کی طرح اُگے تھے۔ ماں باپ نہیں تھے اُسکے؟ اسکی بہن نہیں تھی۔ اُس کے بھائی نہیں تھے۔ اُسکے رشتے دار نہیں تھے؟ APS کے معصوم بچے جکلو ماں نے صحیح بڑے پیار سے ہاتھ میں لنج بکس تھما کر کہہ گئی ماں جا کر بیٹا تو پڑھ کر آؤ۔ اُنکی لاشیں، آج بھی انکی ماں میں روتیں ہیں۔ آج بھی دیا جلا کر بیٹھی ہیں۔ کیا وہ کسی ماں کے بیٹے نہیں تھے؟ کیا وہ کسی بہن کے بھائی نہیں تھے؟ کیا ایک پولیور کر جو آپ کے بچوں کی حفاظت کیلئے عورت ذات، اس کی غربت اس کو نکالتی ہے یا اس کو بلوجستانی ہونے کا جذبہ نکالتا ہے۔ وہ آپ کے بچوں کو قطرے پلانے آتی ہے اور اس کو مار دیا جاتا ہے۔ کوئی دنیا میں کونسا اسلام کہتا ہے کونسا قابلی سسٹم کہتا ہے۔ کون کہتا ہے کہ آپ عورت پر ہاتھ اٹھاؤ آپ عورت پر گولی چلاو۔ ان چیزوں کی آپ کیوں نہ مرت نہیں کرتے؟ کیا رازق بلوج، رازق بھٹی اس سر

ز میں کی مٹی سے نہیں پیدا ہوئے؟ ہم نے خود دیکھا کہ زرغون روڈ کے چوک پر اس کی گاڑی میں دو گھنٹے اُس کی لاش پڑی رہی اس کو مار دیا گیا۔ کیا حبیب جالب کی بچیاں میری بیٹی کی کلاس فیلو ہیں آج ان سے جا کر پوچھیں کہ انکے گھر پر کیا گزر تی ہے کہ وہ پریکٹس کر رہا تھا اس کو مار دیا گیا۔ کیا رازق بلوج کا یہ قصور تھا کہ وہ پاکستان کے جہنڈے کو سلام کر رہا تھا یا پاکستان کو تسلیم کر رہا تھا۔ کیا یہ قصور ہے کہ اس کو ہم موت کی نیند سلامیں۔ کیا نواز مری اس پاکستان کی دھرتی کا نہیں تھا؟ کیا وہ پاکستانی نہیں تھا اس بلوجستان کی مٹی سے پیدا نہیں ہوا تھا؟ اس کو سر عام کورٹ سے نکل کر شہید کر دیا گیا۔ کیا سنجل بلوج، ڈی آئی جی کیا اس دھرتی کا نہیں تھا کہ اس کو بم سے اڑا دیا گیا؟ کیا قاضی اپنے گھر کے دروازے پر بیوی بچے اندر بیٹھے ہیں قاضی دروازے پر آتا ہے وہ کیا بلوج نہیں تھا؟ کہ اس کو اس کے دروازے پر شہید کر دیا جاتا ہے؟ کیا مبارک شاہ پٹھان اس دھرتی کا سپوت نہیں تھا کہ اس کو شہید کر دیا گیا؟ کیا حامد شکیل اس دھرتی، کا اس کے بچے آپ جا کر اس کے گھر کی حالت دیکھیں اس کو شہید کر دیا گیا کیا وہ دھرتی کافر زند تھا اس مٹی سے پیدا ہوا اس کا قبرستان بھی اسی جگہ پر تھا یا نہیں تھا؟ تو جناب اپنے صاحب! اللہ کا نام لیں ہم نے کہا کہ ہم کب ڈائیلاگ کی بات نہیں کرتے۔ ہماری سیکورٹی فورسز دن رات آپ کی حفاظت کر رہے ہیں 25-20 ہزار روپے کے لیے۔ آپ ان کو ریوٹ بموں سے اڑا دیتے ہیں اور ویڈیو پوری دنیا میں جاری کرتے ہیں کہ یہ ہیں۔ کیا آپ کے ان اقدامات سے آپ طاقت کے ذریعے مجھے جھکاتے ہیں؟ یا جو امن پسند اور اس پاکستان کی دھرتی کی خیرمنانے والے جو سبز حلالی پر چم کو سلام کرنے والے کیا آپ اس طریقے سے ہمیں knee-down کریں گے کہ آپ جو ہیں ناں ہماری با تیں تسلیم کرو آپ پاکستان کو تسلیم مت کرو۔ آج بھی ہم باغی ہیں ہم اس ملک کے باغی ہیں۔ اس دھرتی کے باغی ہیں اس ملک کی خیرمنانے والے باغی ہیں۔ آپ لوگ غدار ہو۔ کل ایک ویڈیو چل رہی تھی انڈیا کی۔ وہاں سے ایک خاتون ہیں میں نہیں جانتا ہوں کون ہے وہ حیات بلوج کا افسوس کرتی ہے۔ کیوں یہ جو چند لوگ میں نے آپ کو گن کرتا ہے۔ کیا لال کٹائی کے جو بیٹھے ہوئے تھے سیکورٹی فورسز کے بندے وہ اس چوکی میں بیٹھے ہوئے تھے کیا کسی بحث کے لیے بیٹھے ہوئے تھے؟ پورے کے پورے لال کٹائی پر 7-6 آدمی انہوں نے شہید کر دیا کیوں ان کا کیا قصور تھا وہ آپ کی حفاظت کر رہے تھے اس لیے؟ آپ کہتے ہیں کہ ساحل و سائل کی باتیں۔ کونے ساحل و سائل کی آپ بات کرتے ہو کیا یہاں سے نکلنے والا ماربل ہر علاقے کے لوگ نہیں نکال رہے ہیں؟ یہاں سے نکلنے والے کوئلہ، مسلم باغ سے نکلنے والا کروما بیٹ، وڈھ سے نکلنے والا پتھر، چاٹی سے نکلنے والا ماربل شاہرگ، دکی سے نکلنے والا کوئلہ کیا سیکورٹی فورسز نکال رہی ہیں؟ جیسے وہ فرمائے ہیں کہ پانچ سوروں پر دیتے ہیں وہ آپ

کے لیے جانیں بھی قربان کر رہے ہیں آپ کی گاڑیوں کی، آپ کے وسائل کی، آپ کے ساحل کے حفاظت کر رہے ہیں جناب! جیسے میرے دوست نے کہا کہ ایک آدمی کا ایک انفرادی فیل ہے۔ آپ اسکو اٹھا کر کس کو خوش کر رہے ہیں؟ یہی ہماری جذباتی تقریر یہ ہماری دشمن ملک انڈیا میں بڑے زورو شور سے چینلوں پر چلا یا جاتا ہے۔ آپ کس کو خوش کر رہے ہیں اپنے سیکورٹی فورسز یا ان Law enforcement agencies کو بدنام کر کے؟ کیا حیات بلوچ کا قاتل نہیں پکڑا گیا؟ کیا اقبال جرم اس نے نہیں کیا؟ کیا آئی جی ایف سی کا اس میں قصور ہے آئی جی ایف سی نے اس کو کہا کہ جاؤ حیات بلوچ فلانے کھجور کے درخت کے نیچے کام کر رہا ہے اس کو مار دو۔ ناں کریں میں نے نیچے میں مداخلت نہیں کی پھر آپ اپنے باری پر بولیں یہ طریقہ غلط ہے۔ آپ پھر آئی جی کو بھی اسی طریقے سے tribal system ہیں۔ میرا ایک کھیت ان اٹھ کر کوئی واردات کرے گا آپ کہیں گے کہ جی سردار کو بھی پھانسی لگاؤ کیونکہ یہ اس کی قوم کا ہے۔ سردار جو ہے ناں اس کا قومی طور پر اس کو منتخب کیا ہے اسکو پھانسی لگاؤ۔ آپ منتخب ہو کر آواران سے خاران سے بارکھان سے سوراب سے آئیں آپ کے علاقے کا ایک آدمی واردات کرتا ہے کہ جی اکٹے منتخب نمائندوں کو پھانسی لگا دیں تو جناب اسپیکر صاحب! میرے سی ایم سے لے کر treasury benches میرا ہوم منستر بیٹھا ہوا ہے کس نے افسوس کا اظہار نہیں کیا ہے؟ ناں کریں یہ سیاسی چیزیں نہ کریں۔ آج اس کے ماں باپ پر کیا گزر ہی ہے آپ بار بار ان کے زخموں کو روزانہ پوسٹر کال رہے ہیں۔ ہاں چیف منستر کہتا، پرائم منستر کہتا۔ آرمی چیف کہتا، کورکمانڈر کہتا آئی جی ایف سی کہتا کہ جی ہم نے مارا ہے پھر تو ہم بھی آپ کے ساتھ احتجاج میں ہوتے۔ آئی جی ایف سی جا کر اس کے گھر میں تعزیت کے لیے بیٹھا ہوا ہے سب سے بڑی بے گناہی یہی ہے۔ ہماری روایت ہے کہ اگر ہم کسی کو قاتل یا اپنادشمن سمجھتے ہیں، ہم اپنے اس کو اپنے فاتح پر نہیں چھوڑتے ہیں۔ کیا میں غلط کہیں رہا ہوں اسپیکر صاحب؟ جب اس کے ماں باپ قبول کر رہے ہیں کہ جی جس نے انفرادی طور پر کی ہے۔ میں اس کو جنونی نہیں کہوں گا۔ ہاں ایک چیز ہے جذبات میں ضرور ہوتا ہے۔ دیکھیں ایک گاڑی جاری ہیں 13-12 ساتھی ہیں بم بلاست ہوتا ہے کوئی کسی کی ٹانگ ادھر پڑی ہے۔ کسی کا ہاتھ ادھر پڑا ہے کسی کی گردن، کوئی مر رہا ہے خون بہہ رہا ہے نزدیک ترین انسان دیکھتا ہے کہ کس نے کیا ہوگا۔ جذبات میں، میں اس کو جنونی نہیں کہتا ہوں میں اس کو پاگل۔ جذبات میں بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ ایک فرد تھا جذباتی بنا انہوں نے جا کر جونزد کی ہیں ضرور کیا ہوگا۔ یہ تو ہوم منستر تفصیل بتائیگا۔ وہ انشاء اللہ کیفر کردار تک جائیگا۔ باقی معاف کرنا تھا اس و دیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں آپ کو راستہ دیا ہوا ہے تو ہم کون ہوتے ہیں اس کو روکنے والے۔ ہمارے ندھب نے راستہ

دیا ہوا ہے۔ ہماری بلوچی پشتون روایات نے راستہ دیا ہوا ہے۔ قصاص و دیت یہ ہمارے اسلام کا بنیادی چیز ہیں۔ ہاں حقوق اللہ حقوق العباد حقوق اللہ۔ حقوق اللہ، وہ اس نے نماز نہیں پڑھی روزہ نہیں رکھا وہ بخشنے والا ہے وہ بخشنے والا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حقوق العباد جتنے تک اس کے لواحقین معاف نہیں کریں گے میرے پاس بھی اختیار نہیں ہے۔ میں بھی معاف نہیں کر سکتا۔ توجب ان کو اس نے اختیار دیا ہے، آپ کے مذہب نے اختیار دیا ہے کہ راضی نامہ ہے، دیت ہے جو بھی سلسلہ ہے اگر وہ معافی ہوتی ہے۔ تو باقی جہاں تک ریاست اور حکومت کی باتیں ہیں میں treasury benches کی طرف سے، میں اپنے چیف منستر کی طرف سے میں اپنی پوری کابینہ کی طرف سے یہ یقین دہانی کرتا ہوں کہ جو اس میں ملوث تھا جس نے کیا اس کو منطقی انجام تک پہنچایا جائیگا۔ میں یقین دہانی کرتا ہوں جناب اسپیکر صاحب۔

حاجی محمد نواز کا کڑ: سردار صاحب! بھی بس کر لیں آپ نے تنخواہ حلال کر دیا ہے۔

وزیر ملکہ خوراک و بہبود آبادی: ابھی مجھ سے ایم پی اے ہائل والے قصے مت کراو کہ جو ہیں ناں شیر وانی پہن کر ادھر بیٹھے تھے ایک بریگیڈ یئر کا فون آیا تو پکڑیاں اتار کر پر لیں کانفرنس میں آپ بیٹھیں مت کرو ملا ابھی چھوٹ دو اس وقت میں serious ہوں۔ آپ کہتے ہیں کہ بلوجستان، بلوجستان کا یہ حشر ہونا چاہیے کہ آپ ٹری نسیمیشن لائیں اور یہ اسکواڑا۔ آپ پولیور کر کو مارو۔ آپ گیس پاپ لائنوں کو اڑاؤ۔ معصوم شہریوں کے گھر میں گھس کر ان کی عورتوں کے سامنے ان کے لواحقین کو مارو کیا یہ آزاد بلوجستان ہے؟۔۔۔ (مداخلت۔)

میر اختر حسین لاغو: جناب اسپیکر! اس کو کہنے دیں جس طرف اسکا اشارہ ہے اس کا نام لے لیں ہم بھی ان چیزوں کی مخالفت کرتے ہیں اور مذمت بھی۔

وزیر ملکہ خوراک و بہبود آبادی: میں آپ کی طرف دیکھتا ہی نہیں ہوں۔ مجھے ڈرگلتا ہے۔۔۔ (مداخلت۔شور) میں چیئر سے مخاطب ہوں۔ میں کسی کا نام نہیں لیتا۔ میں کسی کا نام کیوں لوں۔ وہ آپ کو بھی اچھی طرح معلوم ہے مجھے بھی اچھی طرح معلوم ہے۔ اس حمام میں سب بنگے ہیں۔ یہاں کوئی میں آپ تھے۔ آپ صرف کوئی کے پولیس آفیسروں کا حساب کر لیں۔ پولیس سپاہیوں کا حساب کر لیں کہ کتنے لوگ شہید ہوئے۔ آپ کے وطن کی، آپ کی سر زمین کی حفاظت کرتے ہوئے سیکورٹی فورسز Law enforcement agencies کے کتنے شہداء کوں سے قبرستان میں نہیں ہیں؟ کیا یہ جناب اسپیکر صاحب! آپ ساحل و سائل کی بات کرتے ہیں۔ آپ جہاں صدیوں سے آباد جن کو 100-200 سال ہو گئے اس سر زمین پر ان کی لاشیں بھی اُدھر دفن ہوئی ہیں ان

کے باپ دادا بھی یہاں دفن ہیں۔ ان کا مرنا جینا بھی یہاں ہے کیا آپ کفن بھیج کر اس کے ساتھ کافور کی چار ٹکیاں بھیج کر اور ایک گولی بھیج کر کہ جی یہ جگہ چھوڑ دو بلوچستان نہیں تو یہ کفن ہے تمہارا۔ کیا یہ اسلام ہے یہ آزادی ہے یہ بہادری ہے؟ آج کوئئہ کی سرزی میں گواہ ہے کتنے لوگ اس کفن بھیجنے سے، گولیوں کی ڈرسے، کافور کی گولیوں سے کلاشیوف کی گولی جب ان کی عورتوں کے سامنے وہ ڈبھلتا ہے نا تو کیا ماتم ہوتا ہو گا اور کوڑیوں کے دام وہ اپنے صدیوں کی جائیدادیں بھیج کر کر آج وہ کہاں ہیں؟ کیا یہ بھی Law and forces agencies نے ان کو بھیجیں ہیں جناب اسپیکر صاحب! اپنے سینے پر ہاتھ رکھیں آپ لوگوں کو اچھا سمجھتے ہیں کہ یہون لوگ ہیں۔ آج ہم افغانستان کی بات کرتے ہیں۔ آج ہم سویزر لینڈ کی بات کرتے ہیں کہاں سے آیا آپ کے پاس یہ وسائل کہ آپ ایک سبز بگٹی ہیں جس کا آدھا کیونہیں ہے سویزر لینڈ میں بیٹھا ہے۔ مجھے فون کر رہا ہے ادھر سے کہ فلاں تمہارا کھیتر ان ہمارے 30 لاکھ روپے کھا گیا۔ ہم سردار، نواب سفید پوش لوگ ہیں ہمیں پتہ ہے کہ ہمارا گزارہ کیسے ہوتا ہے۔ سویزر لینڈ اور انگلینڈ، امریکہ ہم بیٹھے ہیں وہاں لا رڈز کی صورت میں وہ گزارے کر رہے ہیں۔ لا رڈز جیسے رہتے ہیں کہاں سے آیا پیسے۔ یہ آپ جناب دشمن کے اعلیٰ کار ہے، اس دھرتی پر اسلام کے نام پر بنا ہوا ایک ملک ہے۔ اس پر دشمنوں کی نظر ہیں اس کوٹکڑے کوٹکڑے کرنا چاہتے ہیں۔ ایک بازو تو کاٹ کر لے گئے باقی یہ جو اس طرف والا بازو ہے اس کوٹکڑے کوٹکڑے کرنا چاہتے ہیں۔ اور میں انشاء اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان کا منہ کالا ہو گا یہ ملک رہے گا یہ دھرتی ریگی۔ یہ Law enforcement agencies چاہے وہ پولیس، ایف سی، آرمی، لیویز ہے جو بھی ہیں یا اس ملک پاکستان کے باسی ہیں یا اپنے ملک کی حفاظت کرنا جانتے ہیں ہم حفاظت کرنا جانتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر کیھیتر ان صاحب بات محض کر لیں۔

وزیر چمکہ خوارک و بہود آبادی: جناب اسپیکر صاحب! بس میں windup کر رہا ہوں۔ تو مہربانی کر کے میری دست بستہ گزارش ہے کہ جو ہم سے ہیں۔ ثناء کا بھائی آری میں ہے میرا بیٹا آری میں ہے۔ کوئی گھر ہے جس کا سپاہی یا افسر یا کوئی ان Law enforcement agencies میں پولیس میں لیویز میں ایف سی میں نہیں ہیں۔ ہم ان کی خیر منا میں ہم ان کے لیے دعا گو ہیں۔ ہم انکو backup کریں۔ انفرادی فیل پر اداروں کو تاثرنا ہم چھوڑ دیں۔ ہم صرف دشمن کو خوش کر رہے ہیں باقی کچھ نہیں ہو گا۔ جس نے کیا فیل وہ بھکتے گا انفرادی فیل ہے اس کا یا کئی پر اجتماعی فیل ہے وہ بھکتے گا۔ مہربانی کر کے دست بستہ گزارش ہے کہ آپ چاہے کہ ہمارے اداروں سے کوئی غلطی بھی ہو جاتی ہے اب ہم کہتے ہیں کہ چیک پوٹھیں۔ بھائی چیک پوٹھیں اگر آپ کہتے

ہیں کہ شناہ صاحب نے figure دی تھی 642 دی تھیں۔ 642 کو آپ 60 کر لیں بھتہا گرایک سمجھ رہے ہے وہ جو 10 چینوں پر دیتا ہے وہ پھر وہی حساب ایک چین پر دیگا یہ 72 سالوں سے چلا آ رہا ہے ایک غیر قانونی کرتا ہے، کر رہے ہیں ہو گا کسی ثانم۔ میرے علاقہ N 17. ہے جناب اسپیکر صاحب! آپ کا ہے آپ اللہ کو حاضر ناظر کر کے میں قرآن کو حاضر ناظر کر کے کہتا ہوں کہ اس کی جتنی بھی پنجاب سمجھنگ ہوتی ہے ہر چیز ہو رہی ہے۔ میرے اوپر ایک پیسہ ایسا ہے جیسے میرے پھول کا خون۔ آپ قرآن پر کہتے ہیں کہ آپ کو آج تک کسی ادارے نے بھتہ دیا ہے۔ اگر انکو اور میں یہ چیز ثبوت ہو جاتی ہے کہ زابد نے اس چیز کو روکنے کی کوشش کی ہے ہم اس کے ساتھ ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ سردار صاحب۔

وزیر حکمہ خوراک و بہود آبادی: ماشاء اللہ زبردست۔ اس چیز کو بسم اللہ کریں۔ دیکھیں میرا کوئی نہیں۔ ہم ان سے زیادہ غلگین ہیں حیات کیلئے۔ ہم ان سے زیادہ غلگین ہیں رازق کیلئے۔ جالب کیلئے، آپ کی سبب کیلئے، قاضی کیلئے۔ حامد کیلئے ہم ہر دن روتے ہیں۔ حامد میرا کلاس فیلو تھا۔ قاضی میرالنگو ٹیاڈ ووست۔ مبارک صاحب میرے علاقے میں SP رہا ہے، بہترین آفسیر۔ مہربانی کریں اداروں کو مضبوط کریں۔ دشمن کا منہ کالا کریں۔ اُس کو کہے کہ یہ ہمارے گھر کی بات ہے۔ چلیں بسم اللہ کون کہتا ہے کہ آپ کے ساتھ بات چیت نہیں کرتے؟ آپ کو کہاں کا نڈر کے ساتھ بات چیت کرنا چاہیں۔ ہم دن رات حاضر ہیں آپ کے ساتھ چلے کو تیار ہیں۔ آپ آرمی چیف کے ساتھ بات چیت کرنا چاہیں۔ آپ آئی جی الیف سی کے ساتھ بات کرنا چاہیں۔ ہوم فنڈر بیٹھے ہوئے ہے ہوم سیکرٹری بیٹھے ہوئے ہے۔ ڈی جی لیویز بیٹھا ہوا ہے۔ جوفورس کے ساتھ آپ اس صوبے کی، اس خطے کی، اس سرز میں کیلئے۔ اس کی خیرمنا نے کیلئے۔ میں چلنچ سے کہتا ہوں کہ آپ چلیں۔ شناہ ایک پڑھا لکھا آدمی ہے۔ بہت اچھی چیزیں نکال کر لے آتا ہے۔ ایک پلان بنالیں۔ یہ گارٹی ہو کہ ہمارے سیکورٹی فورسز پر کوئی حملہ نہیں کریگا۔ یہ گارٹی ہو کہ ہمارے غربیوں پر کوئی زبردستی آپ کے دنبے کوئی نہیں لے جائیگا۔ اُس کی بکریاں نہیں لے جائیگا کہ یا تو سرجوار بونیا تمہارا یہ حال ہو گا۔ میرے علاقے کے لوگ بھگت رہے ہیں۔ جناب آپ کا علاقہ میرے ساتھ ہے۔ آپ بھی بھگت رہے ہیں میں بھی بھگت رہا ہوں۔ ہمارے ہمسائے بھی۔ میں کسی قوم کا نام نہیں لینا چاہتا ہوں۔ یہ گارٹی اُن سے لیں۔ وہ آجائیں اس سرز میں کوچو میں۔ یہ سرز میں ہماری ہے۔ یہ سبز ہلالی پرچم کوچو میں۔ ان اداروں کو، اس کی حفاظت کرنے والوں کو تسلیم کریں۔ پیش پیش میں ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ پہلا شخص میں ہونگا جو اُنکے ساتھ ساتھ قدم ملا کر چلو گا۔ چاہے کسی بھی اسٹچ پر یہ جائیں۔ میں تیار، میرے دوست تیار۔ میری

پوری کابینہ تیار۔ ٹریشری پخت تیار۔ چاہے کوئی بھی پارٹی سے تعلق رکھتا ہو۔ لیکن ہیں آپ گن پونٹ پر ہم کو مجبور نہیں کر سکتے۔ مجھے threat کیا گیا۔ میرے بچوں کو مطلب وہ چیزیں میں اپنی کمزوری نہیں، میں سامنا کر سکتا ہوں۔ موت برحق ہے ایک دن آنی ہے۔ غریب نہیں برداشت کر سکتا۔ مظلوم نہیں برداشت کر سکتا۔ وہ کیا کریں؟ آپ اسکو راستہ دیں۔ طریقہ کیا تھا۔ ایک آخری point۔ انگریز کے زمانے میں ٹیلیفون لائن چلتی تھی۔ ہر علاقے کا جو نمبر ار تھا اُسکی ذمہ داری تھی جی اس علاقے کا کوئی کھماں نہیں اڑاہیگا۔ کوئی تاریخیں کاٹے گا۔ ایک واردات نہیں ہوتی تھی۔ اسی طریقے سے ہم 65 اراکین کا ایوان ہے۔ سب منتخب ہو کر بیٹھے ہیں۔ ہر آدمی بیٹھ کر حلف لیتا ہے جی، ہم اپنے علاقے کے خود ذمہ دار ہیں۔ دانہ پانی بند کر دو جو اس ملک کی، اس سرزی میں کی خیر نہیں مانگے گا۔ لوگوں کو آپ تبلیغ کریں کہ انکو پانی نہیں دینا ہے۔ انکو روٹی نہیں دینی ہے۔ یہ سرزی میں کے دشمن ہیں۔ میرے خیال سے آپ چھ مہینے میں امن قائم کریں گے۔ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ مہربانی کر کے میری آخر میں یہ گزارش ہے کہ اپنے اداروں کو۔ مطلب دشمن جو آپکے سرحدوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ آپکے ملک کو تھوڑے نے کی کوشش کر رہا ہے۔ اُس کو خوش نہ کریں۔ باقی گھر کا معاملہ ہے بیٹھ جائیں۔ اکھے بیٹھیں گے۔ اس کا حل نکالیں گے۔ کوئی بھی خوش نہیں ہے کہ حیات کا گھر اجڑ گیا ہے۔ ایم اے کر رہا تھا یونیورسٹی سے۔ کرونا کے ڈر سے اپنے علاقے میں آ کر باپ کا ہاتھ بٹھا رہا تھا۔ اور وہ شہید ہو کر تھوڑی دیر میں اسکی لاش لیکر چلے جاتے ہیں۔ even مطلب ہے کہ کل، پرسوں آپنے دیکھا کہ ایک ماں کپڑے دھو رہی ہے۔ ایک بچہ پانی میں گرتا ہے۔ دوسرا اُس کو بچانے کے لیے آگے بڑھتا ہے۔ تین بیٹیے، دو بیٹیاں مرجاتیں ہیں۔ آپکو افسوس نہیں ہوا، کیا مجھے افسوس نہیں ہوا؟ اُس ماں پر کیا گزری ہو گی کہ میلے کپڑے دھونے گئی واپسی پر پانچ بچوں کی لاشیں اُٹھا کر آ رہی ہوں۔ سب میں انسانیت ہے۔ سب میں ایمان ہے۔ سب میں خمیر ہے۔ اس پر ہم آپکی ہم آواز ہیں۔ شرط یہ ہے کہ اس سرزی میں کو، اس مٹی کو۔ میں اس ایوان میں کسی کو نہیں کہہ رہا ہوں۔ انکو پیغام دے رہا ہوں کہ آئیں یا آپکی زمین ہے۔ یہ آپکی بچان ہے۔ آپ کیا ہیں؟ فلسطین کیا ہے؟ ہم نے تو وہ قربانیاں نہیں دی جتنی کشمیر نے اور فلسطینیوں نے دیں ہیں۔ کیا وہ سرزی میں نہیں ہے۔ آپکی بچان ختم ہو جاتی ہے۔ یہ ملک ہماری بچان ہے۔ یہ سب ہلاکی پر چم ہماری بچان ہے۔ یہ سرزی میں ہماری بچان ہے۔ پہلے پاکستان پھر بلوجستان پھر بارکھان پھر میرا گاؤں حاجی گوٹ یہ طریقہ ہوتا ہے۔ تو مہربانی کر کے اپنے اداروں پر مت جائیں۔ سیاست یہ لاشوں والی نہ کریں۔ مل بیٹھ کر انکا حل نکالیں۔ بہت بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ کہتے ان صاحب۔ جی زیدہ خیر خواہ صاحب۔

محترمہ زبیدہ خیرخواہ: شکریہ اپسیکر صاحب! حاجی زابر دیکی صاحب پر جو قاتلانہ حملہ ہوا ہے افسوس ناک ہے۔ جو کہ ایک صوبائی ممبر ہے۔ اس واقعہ کی تحقیقات کی جائے اور اس کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ اسکے بعد اسی طرح حیات بلوج ایک غریب طالب علم تھے اس طرح بیدردی سے شہید کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ اگر اس کو انصاف نہیں فراہم کیا تو اسی طرح آگے بہت سے بلوج، پشتو نوں کو نشانہ بنایا جائیگا۔ جناب اپسیکر! بلوجستان میں امن و امان کی صورتحال دن بدن بگڑتی جا رہی ہے۔ تو خدارا بلوجستان کو پر امن بنایا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اپسیکر: شکریہ میڈم۔ اکبر مینگل صاحب۔

میر محمد اکبر مینگل: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکریہ اپسیکر صاحب! آپ نے موقع دیا۔ جناب اپسیکر! ہمارے دوستوں نے جس طرح کہا۔ اگر یہ واقعہاتفاقی ہوتا۔ ایک دن کا ہوتا تو یقیناً ہم سہہ لیتے۔ برداشت کر لیتے۔ لیکن جناب اپسیکر! بلوجستان میں کوئی ایسا دن نہیں گزرتا جہاں ہر روز حیات۔ حیات سے مراد زندگی اور موت کا کھیل نہیں کھیلا جاتا۔ ہمیشہ جیت موت کی ہوتی ہے اور حیات ہار جاتا ہے۔ جناب اپسیکر! یہ تصویر جو یہاں لگی ہے شاید کچھ لوگ یہ سمجھ رہے ہو نگے کہ یہ فلسطین کی ہے یا کشمیر کی ہے۔ نہیں جناب اپسیکر! یہاں کشمیر اور فلسطین سے اس کی مماثلت ہیں۔ کیونکہ جو مقتول ہے چاہے وہ فلسطین کا ہو یا کشمیر کا ہو یا بلوجستان کا ہو وہ مسلمان ہے جناب! مارے جانے والے سارے کے سارے مسلمان ہیں کلمہ گو ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ فلسطین میں مارنے والا قبضہ گیریت ہے۔ اور اپنے آپ کو ایک مسلمانوں کے مارنے کو جائز قرار دیتا ہے۔ یہ حال کشمیر میں بھی ہے کہ ہندو انتہا پسند والی سوچ ہے اور وہ کشمیریوں کو شہید کروار ہے ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے بلوجستان میں مارے جانے والا بھی مسلمان اور جو مار رہا ہے وہ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہ رہا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ذہنیت کے پیچھے کیا ہے کہ ہر روز مسلمانوں کو قتل عام بلوجوں کی صورت میں بلوجستان کی سر زمین پر ہو رہا ہے۔ بات وہی ہے کہ یہاں کے وسائل دنیا کے امیر ترین خطوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہاں کے وسائل پر دسترس حاصل کرنے کیلئے یہاں کے نوجوانوں کا قتل عام کیا جاتا ہے۔ ہمارے نوجوان جو علم حاصل کرتے ہیں۔ تو علم حاصل کرنے کے بعد ان میں شعور آتا ہے۔ توجہ شعور آتا ہے تو اپنے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ اپنے وسائل کی بات کرتے ہیں۔ اور اسی پادری میں اس ملک میں اپنے حقوق کی بات کرنا غداری ہے اور اس کی سزا موت ہے جو بلوج نوجوان بھگت رہے ہیں جیسے بلوج کی صورت میں۔ جناب اپسیکر! اس سر زمین میں ایک بچے کے سامنے برش کی صورت میں اُسکی ماں کا قتل ہوتا ہے۔ جناب اپسیکر! یہاں ماں باپ کے سامنے حیات جیسے اولاد کی صورت میں بیٹے کا قتل ہوتا ہے۔ ایسا دن کوئی نہیں گزرتا کہ بلوجستان میں ظلم و ستم کا سلسلہ تھا ہو کم ہو۔ یہ جاری و

ساری ہے۔ جناب اپسیکر! ہم نے اس ملک میں اس بنابر شمولیت کی۔ آج جو تصویر آپ کے پیچھے ہے۔ ہم سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ اسلامی ریاست بننے گی۔ ہم سب مسلمان ہیں آپ کے عزت نفس کا، آپ کی زندگی کا تحفظ کیا جائیگا۔ جناب اپسیکر! ہم نے اپنی زبان کو چھوڑ کر آنے والوں کی زبان اپنائی۔ ہم نے اپنا بس کو چھوڑ کر انکا بس اپنایا۔ ہم نے انکو سو فیصد لقین دلایا کہ ہم آپ میں سے۔ ہم اس ملک کے شہری ہیں۔ لیکن عملی طور پر یہ مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ عملی طور پر یہ دکھایا جا رہا ہے کہ ہم اس ملک کے شہری نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں ملک کے حکمرانوں کا مقتدر قوتوں کی اگر دلچسپی اس سرز میں سے ہے تو یہاں کے وسائل و ساحل سے ہے۔ کسی نہ کسی صورت میں یہاں قبضہ گیریت جاری و ساری ہو۔ جناب اپسیکر! حیات بلوج ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے ماں باپ اپنا پیٹ کاٹ کر کے اُس کو تعلیم حاصل کروار ہے تھے۔ وہ انتہائی talented بچہ تھا۔ کراچی یونیورسٹی میں حصول تعلیم کیلئے جاتا تھا اور سی ایس ایس کی تیاری کر رہا تھا۔ جناب اپسیکر! کرونا کی وجہ سے چھٹیاں ہوئیں تو وہ اپنے ماں باپ کا ہاتھ بٹھانے کیلئے اپنا علاقہ تربت چلا گیا۔ لیکن شومی قسمت کا اُس دن وہ واقعہ کی صورت میں اُس کی شہادت ہوئی۔ ہمارے دوست، ہمارے ساتھی کہتے ہیں کہ یہ حادثہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حادثہ نہیں۔ اگر یہ حادثہ ہوتا تو ایک گولی حیات کیلئے کافی تھی۔ لیکن آٹھ گولیاں کیوں ماری گئی؟ باقی سات گولیاں جو ماری گئی ہیں وہ اس بنابر، اس نفرت کا اظہار ہے جو یہاں کی سرز میں کے جو سپوت ہیں اُن سے روکھا جاتا ہے بلوج ہونے کے ناطے۔ جو حقوق کی بات کرتے ہیں یہ وہ سات گولیاں اُس بناء پر ماری گئی۔ اور بلوج نوجوانوں کو یہ پیغام دیا گیا جو کوئی بھی تعلیم حاصل کریگا، شعور حاصل کریگا۔ حقوق کی بات کریگا تو وہ بھی حیات بلوج کی صورت میں اسی طرح مارا جائیگا۔ جناب اپسیکر! میں سمجھتا ہوں اس وقت امن و امان کے حوالے سے کروڑوں روپے ہم رکھتے ہیں۔ یہ کروڑوں روپے ہیں جو ہماری صحت پر خرچ ہونے چاہیے تھے۔ جو ہمارے اسکولوں اور تعلیم پر خرچ ہونے چاہیے تھے۔ لیکن اس کا ناجائز فائدہ ہو رہا ہے۔ اور ہمارے اپنے لوگ شہید ہوتے جا رہے ہیں۔ جناب اپسیکر! میں زابر کی کے مسئلے کی طرف آؤں گا معزز اسکین اسمبلی۔ میں سمجھتا ہوں کہ حملہ نہ صرف اُس پر، بلکہ اس ایوان کے تمام ممبران پر ہے۔ وہ اس معزز اسمبلی کے معزز اسکین ہیں۔ اور ہم جب بھی اپنے علاقوں سے کوئی طرف آتے ہیں ہزاروں چیک پوسٹیں ہیں۔ کئی دفعہ ہم نے دیکھا ہے کہ وہاں (زمیعاد) گاڑیوں کے یادوسری جو گاڑیاں ہیں اُنکی لائیں لگی ہوتیں ہیں چیک پوسٹوں پر۔ ان سے بھتہ وصول کیا جاتا ہے۔ ہم نے کوشش کی کہ اس مسئلے کی تدارک کیلئے یہاں آواز اٹھائیں گے، اُس کو بند کیا جائیگا۔ لیکن ہمارے ساتھی جو اپنے حلقة کیلئے ایک بلند آواز یہاں اٹھاتے تھے۔ جدوجہد کرتے تھے۔ اسکو اس گولیوں کی شکل میں جواب

دیا گیا۔ جناب اسپیکر! کہتے ہیں کہ مارنے والا سے بچانے والا بڑا ہوتا ہے۔ آج اس کی خوش قسمتی ہے کہ یہ ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ ورنہ اُسکو مارنے کی کوشش کی گئی۔ اور میں سمجھتا ہوں یہ ایک تحصیلدار کا کام نہیں ہو سکتا۔ ایک تحصیلدار کے پیچھے بہت بڑے ہاتھ ہیں۔ اور کسی کے ایسا پر یہ ہوا ہے۔ لہذا میں یہ سمجھتا ہوں اس اسمبلی کے اراکین پر، یہاں تمام پارٹیوں کی نمائندگی ہے۔ اور ہر پارٹی کا ایک نمائندہ کمیٹی کی صورت میں بنایا جائے۔ اور اس کی تحقیقات کی جائے تاکہ آئندہ کسی کو یہ ہمت نہ ہو سکیں کہ وہ معزز اراکین اسمبلی پر قاتلانہ حملہ کر سکیں۔ جناب اسپیکر صاحب! ساتھیوں نے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ انہیں الفاظوں کے ساتھ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ مینگل صاحب۔ جی اختر حسین لانگو صاحب۔

میر اختر حسین لانگو: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ جناب اسپیکر! یہ تصویر جو ہمارے سامنے، اس ایوان کے سامنے ہم نے آج یہاں پر رکھی ہے۔ اب جناب اسپیکر! ہمیں سمجھنیں آتا کہ ہم بات کہاں سے شروع کر لیں۔ کیونکہ ہم نے اپنی اصلاح اپنے سسٹم کی اصلاح، اپنے اداروں کی اصلاح، اپنے اس صوبے کی اصلاح اور اپنے اس ملک کی اصلاح کے حوالے سے، یہ مسئلہ ہم حیات بلوچ کا اس ایوان میں اٹھا کر آئے تھے۔ جناب والا! ہمیں پتہ ہے کہ حیات بلوچ کو ہم زندہ کر کے اُس کے ماں باپ کی جھوٹی میں نہیں ڈال سکتے۔ لیکن جناب والا! افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس سوچھے سمجھے دانستہ اور شعوری اس واقعہ کو بھی ہم نے ایک حادثہ کی شکل دے دی۔ ہم نے اس کو ایک جنونی آدمی کی کارستانی بتا دی۔ سردار صاحب نے ہمیں حل بھی اس کا سمجھا دیا کہ قصاص اور دیت کے نام پر کچھ روپے اس کے گھروں کو دیکراں کی غریب ماں باپ کی زبان ہم کس طرح بند کریں گے۔ وہ راستہ بھی اُس نے ہمیں دکھا دیا۔ اب جناب والا! میں آتا ہوں ظہور بلوچ کے بات کی طرف کہ ایک جنونی آدمی۔ میری بہن نے اُس پر اس ایوان کو سمجھانے کی کوشش کی۔ جناب والا! کیا وہ شخص اکیلاموڑ سائیکل پر جا رہا تھا۔ اور اسکے ذہن پر جنون سوار ہوا اور اُس نے حیات کو ماں باپ کے ہاتھ سے چھین کر روڈ پر لا کر 8 گولیاں ماریں۔

جناب والا! ایف سی کی convey جب لکھتی ہے تو ایک ذمہ دار آفسر ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ ویڈیو یو پڑے ہوئے ہیں جناب اسپیکر! اُس ویڈیو میں clear-cut اس چیز کو دیکھا جا سکتا ہے کہ حیات کے ہاتھوں کو پیچھے سے باندھا گیا ہے۔ ایک آدمی نہیں تین تین آدمی اس ویڈیو میں نظر آ رہے ہیں کہ اُس کو لا کر پہلے میدان میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ چند قدم وہ آگے جاتا ہے۔ پیچھے سے فائر کر کے اُس کو گولی مار کے زمین پر گرا یا جاتا ہے پھر آ جاتے ہیں اُس کے سر پر کھڑے ہو کر اُس کو گولیاں ماری جاتی ہیں پھر بندہ پیچھے جاتا ہے پھر دوبارہ مٹر کر آتا ہے اُس کو

گولیاں مرتا ہے۔ کیا اُس وقت وہ اکیلا آدمی تھا جس نے اُس کے ماں باپ کے ہاتھوں سے حیات کو چھین کر روٹ تک لے آیا؟ کیا اس ذمہ داروں کو اس واقعہ کو ایک بندے کے خلاف ایف آئی آر کاٹ کر قوتی طور پر دبانے کی کوشش نہیں کی گئی؟ کیا یہ واقعہ یہ FIR اُس FIR کی طرح نہیں ہے جناب اپنیکر! کہ مستونگ بازار میں جب ایک پروفیسر پر گولیاں چلانی جاتی ہیں ایک پروفیسر کو زخمی کیا جاتا ہے۔ موڑ سائیکل سوار سادہ وردی میں ایف سی کے الہکار ان کو مستونگ بازار میں عوام کپڑ کر پولیس کے حوالے کرتی ہے۔ اور رات کو بارہ بجے نج کو اُس کے دفتر میں بلا کر اُس کی ضمانت کروائی جاتی ہے۔ مجھے جناب والا! یہ FIR بھی، یہ گرفتاری بھی اُس مستونگ والے پروفیسر واقعہ کی یاد دلاتی ہے۔ اس کیس کا انجام بھی وہی ہو گا؟ میں آج ذمہ دار فلور پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں کہ چار دن بعد اس ایف سی والے کی ضمانت ہو گی۔ پھر کچھ معتبروں کو، پچھ سرکاری الہکاروں کو اُس کے والد کے پاس بھیجوایا جائیگا۔ وہ مانے یا نہ مانے قصاص کی کچھ رقم اُس کے حوالے کی جائے گی جیسے رینڈڈیوں والے واقعہ میں ہوا تھا۔ پھر عدالت میں اُن کا بیان آیا۔ پھر عدالت میں یہ لکھ کر دیا جائیگا کہ اُس کے والدین نے اُس کو معاف کر دیا۔ اور یہ chapter close ہو جائیگا۔ اب جناب والا! آتے ہیں جنونیت کی طرف۔

تھوڑا اس کی ہسٹری پر جاتے ہیں جس کاظمہ بھائی نے ذکر کیا تھا یہ 1948ء سے شروع ہوئی ہے جناب والا! یہ آج کی نہیں ہے۔ یہ قلات کے اُس مسجد کے مینار پر اس کے نشانات آج بھی موجود ہیں اُن تو پوں کے۔ آغا عبدالکریم خان، خان احمد یار خان کی گرفتاریوں میں جنونیت کی جھلک آپ کو نظر آئیگی۔ جناب والا! یہ جنونیت نواب نوروز خان کے بیٹوں اور ان کے ساتھیوں کی حیدر آباد جیل میں پھانسی کے وقت بھی آپ کو نظر آئیگی۔ یہ جنونیت ایوب خان کے دور میں بلوجستان کے پہاڑوں کو اور بلوجستان کی سر زمین کو خون میں لٹ پت کرنے کے وقت بھی آپ کو نظر آئیگی۔ جناب والا! یہ جنونیت 1973ء میں بھی آپ کو نظر آئیگی 1973 سے 1977ء تک جو بلوجستان کا حشر و نشر کیا گیا بلوجستان کو آگ اور خون میں نہلا یا گیا یہ جنونیت اُس وقت بھی آپ کو نظر آئیگی۔ یہ جنونیت اُس وقت بھی آپ کو نظر آئیگی جب معموم ڈاکٹر کے عزت پر حملے کے وقت جب نواب اکبر خان بگٹی نے اُس کے لئے آواز بلند کی تو اُس وقت بھی ہم نے اس جنونیت کے جلوے دیکھے کہ نواب اکبر خان بگٹی کے قلعہ پر ڈیرہ بگٹی میں جس توپوں سے بمباریاں کی گئی جس میں 17 کے قریب ہمارے ہندو بلوج لقدمہ اجل بنے یہ جنونیت ہمیں اسوقت بھی نظر آئی۔ اُس دن تو ساتھی کہہ رہے تھے کہ نواب صاحب پہاڑوں پر چلے گئے اور فور سز کے ساتھ لڑنا شروع کیا۔ جناب والا! وہ کون سے حالات تھے جس نے نواب اکبر خان جیسے پیر مرد کو پہاڑوں پر جانے پر مجبور کر دیا؟ اُس دن بھی ہم نے اس اسمبلی کے فلور پر کھڑے ہو کر آواز بلند

کی تھی کہ یہ بہت غلط کر رہے ہیں اس کا انجام نہ اس ریاست کے لئے اچھا ہو گا نہ بلوچستان کے لئے اچھا ہو گا نہ بہاں کے عوام کیلئے اچھا ہو گا۔ جناب والا! آج ہمارے ساتھ ہماری طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہیں کہ جی آپ نے آواز نہیں اٹھائی۔ اس کے لئے آپ نے آواز نہیں اٹھائی۔ یہ اسمبلی کا فلور اس کا ریکارڈ گواہ ہے جب بلوچستان کے اس insurgency کا پہلا ٹارگٹ کنگ کا واقعہ ہوا تھا جس میں بی ڈی اے کچھ ملازمین کو 2005ء میں پیر غائب میں گولیوں کا نشانہ بنا گیا تھا۔ اُن کی ٹارگٹ کنگ ہوئی تھی۔ اُس وقت بھی ہم نے اس فلور پر اُن کے لئے آواز بلند کی اور ہم نے اُس کو condemn کیا ناصرف بلکہ وہ ایک جو فورسز کی طرف سے ہوا اُس کو بھی ہم نے condemn کیا۔ سردار عبدالرحمٰن نے اس سے ایک دن پہلے بھی اپنی تقریب میں کہا آج پھر اُس نے اپنے اُس بات کو دھرا دیا کہ بہاں لوگوں کے گھروں میں خط، فن، گولیاں بھیجی گئی۔ جناب والا! آج بھی اس کوئی شہر میں موجود ہیں جن کے گھروں میں وہ لیٹر اور گولیاں بھیجی گئی تھی۔ سیلہا نئٹ ٹاؤن، شہباز ٹاؤن تک یہ پر چیاں دینے والے لوگ کپڑے بھی گئے۔ جناب والا! اُن کو تھانوں سے کس نے چھڑ دیا اُس کیس کو کس نے دبایا؟ اُس بات کو خاموش کس کس نے کروا یا۔ یہ بھی بلوچستان کے اور اس کوئی کے ہیں تمام لوگ جانتے ہیں کہ آج بھی وہ لوگ اسی کوئی شہر میں رہتے ہیں۔ صرف بازار کے اربوں روپے کی پراپرٹیز میں نہیں رہتے ہیں؟ نواں کلی، کلی جمعہ خان، کلی برات اور سریاب کے علاقوں میں وہ لوگ شفت ہو گئے۔ اُس وقت بھی اُن کے گھروں میں جو پر چیاں جاری ہی تھیں وہ ان کے اس کوئی شہر میں، آپ کے لیاقت بازار میں فاطمہ جناح روڈ پر، شاوششاہ روڈ پر، تیل گودام میں آپ کے آرٹ سکول روڈ پر جو ان کے قیمتی گھر تھے وہ اُن گھروں کی وجہ سے اُن کے گھروں میں پر چیاں اور گولیاں بھیجی جاری ہی تھیں۔ اگر ایوان میں کسی کو میری بات پر شک ہے وہ آئی جی طارق کھوسے صاحب کی اُس انکواڑی رپورٹ کو نکالو لیں جو اُس نے ایک انکواڑی کروائی اُس میں جن جن لوگوں کے نام آئے۔ جن زور آور لوگوں کے نام اُس انکواڑی رپورٹ میں آئے اور انہی زور آور لوگوں نے چھ مہینے کے اندر اندر آئی جی طارق کھوسے کو بلوچستان سے ٹرانسفر کروادیا۔ اگر کسی کو میری بات پر کوئی شک ہے تو وہ آئی جی طارق کھوسے کہ اُس انکواڑی رپورٹ کو نکالو لیں اور اُس کو پیک کر لیں۔ جناب والا! ملک دولخت کرنے کی باتیں کی گئی بہاں پر۔ ہم تو حیات بلوچ کے ساتھ زیادتی کی بات کر رہے تھے۔ اب آتے ہیں اس ملک کے ساتھ ہونے والے زیادتیوں کا۔ حمود الرحمن کمیشن ہم نے نہیں بنائی تھی۔ حمود الرحمن کمیشن کی وہ رپورٹ وہ ہم نے نہیں بنائی تھی۔ اگر کسی کو شک ہے کہ ملک کس نے تھوڑا اس ملک کو دولخت کس نے کیا تو حمود الرحمن کمیشن کی رپورٹ کو ایوان میں لا کر اس کو زیر بحث لایا جائے۔ جناب والا! بہت آسان ہے لوگوں

پرانگی اٹھانا۔ 70 کے قریب ہم نے اپنی پارٹی کے اکابرین کی قربانیاں دی ہیں۔ وہ کون لوگ تھے جن کی پشت پناہی کی جا رہی تھی اور اس شہر میں ٹارگٹ کلنگ ہوتا تھا۔ ان میں سے کچھ کو آپ نے OSD کر کے اپنے گھروں تک محدود کر دیا کوئی نہیں سے لیکر کراچی تک آپ کا یہ روڈ پر امن ہو گیا۔ وہ آدمی کون تھا کیا جناب والا! یہ ریاست کی ذمہ داری نہیں بنتی تھی کہ تو تک میں جس کے گھر کے سامنے جس کے دروازے پر جس کی چوکٹ پراجتمانی قبرگتی ہے اُس بندے سے آج ریاست پوچھے لیکن آفسوس کہ آج بھی ریاست اُس کو تیس کروڑ، چالیس کروڑ روپے کی ایکیموں سے نواز رہی ہے۔ حالات کیسے ٹھیک ہونگے جناب اپنیکر! ہم بخدا اکثر ہم پر الزامات لگتے ہیں کہ ہم فیں بک کیلئے تقریریں کرتے ہیں۔ ہم سوچل میدیا کے لئے تقاریر کرتے ہیں۔ ہم لاشوں پر سیاست کرتے ہیں کہ ہم نے تو نہیں کہا تھا کہ حیات کو آپ مارتے تاکہ ہمیں تقریر کا موقع ملے۔ ہم نے کب آپ سے کہا تھا کہ چون میں آپ لاشیں بچھادیں ہمیں تقریر کا موقع ملے۔ جناب والا! ہم اصلاح کے لئے یہاں چیزوں کو زیر بحث لاتے ہیں۔ اگر ہم اپنی ریاست کی اصلاح ہم اپنے اداروں کی اصلاح نہیں کریں گے تو باہر والوں سے ہمیں کیا گلہ۔ اس پر کوئی دورائے نہیں ہے۔ کس نے آج تک اس ایوان میں اختلاف کیا کہ اندیما پاکستان کا دشمن نہیں ہے۔ کوئی ہمیں ساتھی پتا دیں اُدھر سے سردار عبدالرحمٰن تو روز اٹھتے ہیں کوئی بتا دیں کہ یہاں سے کسی نے اس بات سے اختلاف کیا ہو۔ لیکن جناب والا! کیا ہماری ذمہ داری نہیں بنتی ہے کہ ہم اپنا اصلاح کر لیں؟ کون نے یہ ورنی قوت نے آپ کو کہا ہے کہ آپ ایران کی بارڈر سے لیکر جودا اور تربت، پنجگور کے بارڈروں سے لیکے کوئی تک اپنے لوگوں کے چیک پوسٹوں پر تذلیل کرتے رہیں اور ان سے بھتے وصول کرتے رہے۔ یہ کس دشمن ملک نے آپ کو یہ سبق پڑھایا ہے۔ کسی دشمن ملک نے کہا تھا کہ یہاں سے لیکر ژوپ تک ہر آٹھ یا دس کلومیٹر کے بعد آپ چیک پوسٹ لگائیں کے لوگوں کو تذلیل کرتے رہے؟ لوگوں کی تذلیل کرتے رہے؟ اور ہم جیسے ہی رکنی کے بارڈر کراس کر کے پنجاب میں قدم رکھتے ہیں پھر میں نے اُس دن بھی کہا تھا کہ پھر ہمیں چاہنا کے بارڈر تک کوئی چیک پوسٹ دیکھا دیں۔ جناب والا! یہاں لوگ اگر احساس محرومی کی بات کریں۔ اب فورسز کے رویے سے جناب والا! بلوجستان میں بلوچ اور پشتون کی تذلیل کرتے ہوئے ان کو زرہ پچکاہٹ نہیں ہوتی۔ لیکن اگر یہی چیک پوسٹ اگر یہ پنجاب میں جا کر لگائیں میں ان کو سلام پیش کروں گا۔ اندیما کے بارڈر ان کے ساتھ لگتے ہیں ہمارے ساتھ نہیں لگتے ہیں ہمارے ساتھ جن ملکوں کے بارڈر لگتے ہیں وہ ہمارے برادر ملک ہیں۔ قومی اسمبلی میں بھی ہم نے اُن کو برادر ملک قرار دیتے ہیں، ہم سینٹ میں بھی روز تقاریر سنتے ہیں، ہم ان کو برادر ملک قرار دیتے ہیں ایران اور افغانستان کو۔ بلوجستان اسمبلی میں بھی ہم نے کئی بار تقاریر یہاں سے بھی اپوزیشن پیغام اور وہاں

ٹریزیری پینچوں سے بھی ہم نے تقاریں ہیں کہ ہمارے برادر ملک ہیں۔ یہ ہمارے دوستِ ممالک ہیں۔ جن دوستوں کے ساتھ آپ کے گھر کے دیواریں لگتی ہیں اُن پر تو آپ نے بارود بچا دی ہیں اور دشمنوں کے ساتھ آپ کے جو دیواریں لگتی ہیں اُدھر تو آپ نے پھولوں اور شہد کی نہریں بچھائی ہیں۔ یہاں آپ چین میں آپ گیٹ بند کر رہے ہیں۔ آپ کرتار پور ہماری کھول رہے ہیں۔ تفان بارڈر بند اور واگہ بارڈر کھلا ہوا ہے۔ تو جناب والا! ہمیں وہ عمل کر کے بتائیں کہ ہم سمجھے واقعی یہ ہمارے دوست ہیں اور وہ ہمارے دشمن ہیں۔ میں معدرت کے ساتھ کسی کو یہ بات میری بڑی لگے یا اچھی لگے آپ نے بلوچستان کو دل سے اس ملک کا حصہ تسلیم ہی نہیں کیا ہے۔ یہ تو ہم ہیں جیخ چیخ کے جوتے بھی کھارے ہیں، پیاز بھی کھارے ہیں پھر بھی آپ کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ کسی سے پوچھا گیا کہ سوجوتے کھاؤ گے یا سوپیاز کھاؤ گے اُس نے کہا پیاز تو اچھی چیز ہے جوتے کھانے سے پیاز کھاتے ہیں۔ دوپیاز کھائے تو آنکھوں سے آنسو ہبنا شروع ہو گیا۔ تو اُس نے کہا گم کرو پیاز کو کڑوا بھی ہے گلہ بھی جل رہا ہے جوتے کھاتے ہیں۔ وہ جوتے کھائیں اسی طرح کرتے کرتے سوپیاز بھی کھالیا اور سوجوتے بھی کھائیے۔ ہمیں تو آپ نے سوجوتے اور سوپیاز کے لئے اپنے ساتھ آپ نے رکھا ہوا ہے۔ اگر ہم کالونی نہیں ہوتے تو جناب والا! پانچوں فوجی آپریشن یہاں نہیں ہو رہے ہوتے۔ ہم پہلے دن سے یہ کہہ رہے ہیں کہ بلوچستان کا مسئلہ یہ سیاسی مسئلہ حل ہے۔ اسکو سیاسی بات چیت کے ذریعے حل کر لیں۔ آپ ہر دفعہ بندوق لا کر کنپٹی پر رکھتے ہو۔ جیسے اصغر خان بھائی نے کہا کہ مذاکرات کے ٹیبل پر بٹھا دیا ہمیں اور پیچھے خودش کھڑا کر دیا۔ اب پیچھے شیر اور آگے کھائی۔ جائیں تو کہاں جائیں جناب اسپیکر! اپنے مسائل پر بات کرتے ہیں تو غداری کے ٹیبل لگتے ہیں ہم پر۔ کیا اس قتل کو کوئی بھی اس بات سے *justify* کر سکتا ہے کہ رازق بگٹی شہید ہوا یادوسرے ساتھی مارے گئے۔ وہ کونسا آپ کا پولیس آفیسر تھا چاہے سابل صاحب ہو چاہے حامد شکیل ہو جس کے گھر ہم تعزیت کیلئے نہیں گئے۔ جو کو ہم *condemn* کیا۔ اور ان کی آڑ میں یہ چھپانا اور اس کو آپ توں کیسے رہے ہیں؟ اس کا آپ موائزہ کیسے کر رہے ہیں جناب اسپیکر! دشمنگردی کو اور State action کو آپ کیسے *justify* کر رہے ہیں؟ اگر آپ دشمنگردی کو اور State action کو ملانے کی کوشش کریں گے تو پھر کیا فرق رہ جائے گا دشمنگردی اور State میں؟ یہ کون سی *justification* ہے کہ دشمنگردی کر رہے ہیں اور اگر ہم نے کر دیا تو کون سا آسمان ٹوٹ گیا۔ آپ state ہیں آپ کی ذمہ داری ہے لوگوں کے جان مال کی حفاظت کرنا آپ کو responsibility لینی ہو گی۔ اس کی ذمہ داری عائد ہو گی آپ پر۔ ہم نے کبھی ان وکیلوں پر جو کوئی میں واقعہ ہوا کیا کسی نے کبھی کہا وہ دشمنگرد معموم تھا۔ جس نے ہمارے بلوچستان کی cream کو ہم

سے چھینا۔ جناب والا! اس شہر میں اس State میں ابھی بھی ہم ان Non-State Actors کی پشت پناہیاں کر رہے ہیں۔ یہاں اکثر death squads کا ذکر آپ نے سنایا ہوگا اس اسمبلی میں جناب والا! ان non-state actors کو سپورٹ کر کے حالات کو خراب کیا جاتا ہے، justification جواز بنایا جاتا ہے ان check-posts کا تاکہ جن سے بھتوں کی وصولی کو یقینی بنایا جاسکیں۔ اس میں کوئی دورانے نہیں ہے کہ بلوچستان کی monthly check posts کروڑوں روپے رشوت کی مد میں لیے جاتے ہیں۔ اب میں آتا ہوں جناب اسپیکر legal business میں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تھوڑا مختصر کر دیں تاکہ دوسرے ممبر زبھی اپنی بات کر سکیں۔

میرا ختر حسین لاغو: یہ ڈیگاری، مارواڑ، سورنخ، ان کوئے کے کانوں میں، یہ کوئے کی کان one unit کے دور میں جب آپ کے تمام departments کے secretariat لا ہوں میں تھے اُس وقت ان لوگوں کو allot ہوئے اور اکثر ان میں اُس وقت کے ہمارے جوڑو میائل بھائی ہیں ان کو allot ہوا تھا۔ ابھی بھی آپ یکیں اکثریت mines کے نام پر ہیں دو چار mines کو چھوڑ کر۔ لیکن اس کے باوجود record یہاں کے مقامی لوگ، سورنخ، ڈیگاری کے اصلی باشندے ان کے ساتھ مزدوری کر کے اپنی روزی روٹی کرتے تھے لیکن ان کے mines کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ لیکن جناب والا! دو چار واقعات ہوئے اُس کے بعد FC نے وہاں اپنا chain گالیا کہ جی ہم آپ کو security دیں گے۔ لیکن ton کے اوپر آپ نے ہم لو 500 روپے ہمیں دینا ہے، اب جناب والا! تماشا یکیں security جو ہم نے ان mines کو دیا گیا، 500 روپے FC والے ton کے اوپر ان سے security کے نام پر لے رہے ہیں۔ 500 روپے وہ تنظیمیں جن کو ہمارے دوست دہشتگرد کہتے ہیں وہ تنظیمیں دھونس دھکی سے وہ لوگ بھی لے رہے ہیں ان سے۔ دونوں کو بھتہ دے کر یہ لوگ اپنا کاروبار چلا رہے ہیں۔ تو آپ کی security کہاں گئی جناب اسپیکر! اگر آپ نے مجھے security دی ہوتی تو کم از کم وہ مجھ سے 500 روپے لینے کی جرات نہ کرتے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کی security نہیں ہے۔ آپ نے بھی مجھ سے غنڈہ ٹیکس لینا شروع کر دیا وہ تو پہلے سے مجھ سے غنڈہ ٹیکس لے رہے تھے۔ میں ان کو بھی غنڈہ ٹیکس دے رہا ہوں آپ کو بھی غنڈہ ٹیکس دے رہا ہوں اور مجبور ہوں اپنا کاروبار چلانے کے لیے۔ یہی حال آپ کے مسلم باغ کے کرمائیکٹ کے ہوئے۔ علاقے کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں نصر اللہ زیرے بیٹھا ہوا ہے سوال سے زیادہ انگریزوں کے دور کے leases ہیں جہاں سے کرمائیکٹ نکل رہا ہے مسلم باغ سے۔ آج دن تک کوئی علاقائی dispute ان mines پر نہیں تھا۔ جس دن

ہماری forces نے وہاں security کے نام پر وہاں قدم رکھا اب وہ کون سی mine ہے جس میں dispute نہیں ہے۔ ایک فریق کو آگے کر کے dispute create کیا جاتا ہے پھر اس کے ساتھ فیصلہ کیا جاتا ہے پھر وہاں کی forces کے لیے share رکھا جاتا ہے اُس کے بعد پھر mine میں دوبارہ کام شروع کیا جاتا ہے۔ تو جناب اپیکٹر! یہ چیزیں کیا India ہمیں سمجھا رہا ہے۔ اسرائیل سمجھا رہا ہے یہ کون سادشمن ملک جس نے ہمیں سمجھایا ہے کہ اپنے گھر کو برباد کرنے کے لیے آپ یہ تماشے کریں۔ تو جناب اپیکٹر! ان چیزوں کی اصلاح کے لیے کیا ہم بات نہ کریں۔ کیا ان تمام معاملات کی اصلاح ضروری نہیں ہے کیا اپنے گھر کو ٹھیک کرنا ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ پہلا واقعہ نہیں ہے ہم نے یہاں کیا کیا؟ یہاں ایک CCPO صاحب ہوا کرتے تھے شیرشخ، سندھ سے آیا ہوا تھا۔ اُس نے ایک الگ تماشہ شروع کیا ہوا تھا کوئی میں خصوصاً بلوج Areas میں۔ باقی Areas میں یہ نہیں تھا۔ بلوج Areas کے لیے یہ مختص کیا تھا کہ جس Area میں موڑ سائکل چوری ہو پورے علاقے کو Cordon کرو۔ سو، ڈیڑھ سو بندے ہر گھر میں گھسیں، اُن کو اٹھا کر حوالات میں بند کر دو تین چار دن اُن کوڈ لیں کرو اور اُس کے بعد اُن کو مچلکے پر ان کو رہا کرو۔ اب اس سے مجھے آپ بتائیں کہ وہ لوگ جو تھانے میں ذلیل ہوتے گئے۔ وہ لوگ جن کے گھروں میں گھس کر اُن کی چادر اور چارڈیواری کی پامالی کی گئی۔ اب اُن لوگوں کے دلوں میں ہمارے لیے اس ریاست کے لیے کون سی عزت اُبھرے گی۔ تو جناب اعلیٰ نفرت کے نج بوك محبت کے پھول گھلنے کا انتظار کرنا یہ بے وقوف کی جنت میں رہنے کے مترادف ہے۔ ہمیں کہتے ہیں لاشوں پر سیاست۔ ہم نے تو پہلے دن سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ بلوجستان کے معاملات کو اگر حل کرنا ہے تو اُس کا حل بندوق نہیں ہے وہ چھنکات جو ہم نے پہلے سپریم کورٹ میں پیش کیتے۔ کہ ان چھنکات پر عملدرام کر لیں بلوجستان کے حالات سنجل جائیں گے۔ بلوجستان کے حالات track پر آ جائیں گے۔ بات نہیں مانی گئی جب یہ حکومت بن رہی تھی اُس وقت بھی جب ہم سے مزاكرات کیے گئے لوگوں نے وزارتیں مانگی لوگوں نے مراجعت مانگی ہم نے وہ چھنکات ان کے سامنے رکھ کر خدار بلوجستان کے معاملات کو ٹھیک کر لیں۔ جیسے شاء بلوج نے کہا کہ بلوجستان اس وقت جل رہا ہے۔ بلوجستان کی زمین بھی جل رہی ہے اور بلوجستان کے ماڈل کی، بلوجستان کے بہنوں کے، بلوجستان کے باپوں کے دل بھی جل رہے ہیں اس طرح کے جوانوں کی لاشیں دیکھ دیکھ کر۔ ہزاروں کی تعداد میں وہ missing-persons، ان کو تو پکڑ کے فوراً پولیس کے حوالے کر دیا، چوتھے دن اُس کی ضمانت کروا لیں گے۔ لیکن بلوجستان کے لوگ سوال پوچھ رہے ہیں، بلوجستان کے ماڈل، بیبنیں، پیٹیاں، بھائی یہ سوال پوچھ رہے ہیں اُنکے بھائی کہاں ہیں اُنکے فرزند کہاں ہیں اُنکے شوہر کہاں ہیں۔ اُن

کوکس جرم کی پاداش میں دس دس سالوں سے غائب کیا گیا ہے۔ بلوجستان کے لوگ یہ سوال پورے ایوان سے پوچھتے ہیں کہ ان مسخ شدہ لاشوں کے ساتھ انصاف کرنے والا کون ہوگا۔ ان کے خون ہم کن کی آستینوں میں تلاش کریں۔ ان تمام چیزوں کے حوالے سے اب میں آتا ہوں حاجی زابد کی طرف۔ اگر ہم نے FC کو security کی ذمہ داری دی تھی تو کم از کم اربوں روپے۔ وزیر خزانہ صاحب چلے گئے ورنہ وہ آپ کو اچھا حساب دیتا کہ سالانہ کتنے ارب روپے ہم سے لے کر جا رہے ہیں security کے نام پر۔ اربوں روپے دینے کے بعد بھی کبھی ہماری جرات نہیں ہوئی کہ ہم FC سے یہ پوچھتے کہ آپ نے یہ جو سینکڑوں check-posts جو بلوجستان میں لگائی ہیں۔ پورے بلوجستان کی ماواں، بہنوں، سفید ریشوں کو آپ تذیل کر رہے ہیں اُس check-posts پر آپ نے کتنے دھنگرد پکڑے۔ کتنے خودگش بمبار پکڑے؟ کتنے بارود سے بھری ہوئی بوریاں آپ نے پکڑیں؟ سوائے ڈیزیل کے ٹینکروں سے، سوائے سرف کے کاشنوں پر سوائے کمبوں پر، لوگوں سے بھتے لینے کے کوئی مجھے ان کی کارکردگی تو دکھادے جناب والا! اب جب ہم نے ان سے نہیں پوچھا۔ اب جب ہم نے ان کو کھلی آزادی دی اب جب state forces کی مشینی بے لگام ہو گئی تو پھر عوامی نمائندے جو بیٹھے ہیں ان پر بھی قاتلانہ حملے کرنے پر بھی وہ نہیں ہچکپائیں گے۔ وہ کبھی حمل کو اُس کی گاڑی سے اُتار کر اُس کی تلاشی لینے پر نہیں ہچکپائیں گے۔ وہ کبھی اس بات پر نہیں ہچکپائیں گے کہ پہلے وہ تعارف کروانے کے باوجود MPA سے کارڈ مانگے۔ پھر ان کے ساتھ جو سرکاری لیویز ہے ان کو اُتار کر ان سے ان کے کارڈ check کریں گے۔ پھر کبھی وہ ان تمام چیزوں سے نہیں ہچکپائیں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ موقع یہ اس ایوان میں بیٹھے 65 نمائندوں کو۔ اس ایوان میں بیٹھے ایک کڑوڑ بائیس لاکھ لوگوں کے نمائندوں کو ان forces نے خود ہی یہ موقعہ مہیا کر دیا حاجی زابد والے واقعے کی شکل میں۔ کہ آج ان کو بلا کر انصاف کے کٹھرے میں کھڑا کر دیں تاکہ آئندہ بلوجستان اور بلوجستانیوں کے نمائندوں کی اور یہاں پر لئے والے لوگوں کی عزت نفس پر کوئی ہاتھ ڈالنے کی جرات نہ کریں۔ کیا یہ بات اخلاقاً جرم ہے کہ آپ اُس کو کہہ دیں کہ آپ رشتہ نہ لیں۔ حلفیہ کہہ رہا ہوں جناب اپیکر! ابھی ہم میر حاصل خان بزنجو کے جنازے سے واپس آ رہے تھے یہ حمل گھنٹی گواہ ہے میں اور حمل ایک ہی گاڑی میں بیٹھے تھے وہاں ایک زمباڈ، ٹینکروالے کو اور ایک اور چھوٹی گاڑی والے کو انہوں نے روکا تھا۔ سرعام پیسے لے رہے تھے تو حمل نے جب گاڑی بریک کی میں نے شیشہ نیچے کیا تو میں نے کہا ہمارے اور پر بھی کوئی ٹیکلیں ہے ہم بھی اپنادے دیں یا گزر جائیں۔ کہتے ہیں نہیں سرآپ گزر جائیں ہم صرف تیل والوں سے لیتے ہیں۔ یہ دیدہ

دلیری ہے انکی جناب اسپیکر! کہ اعلانیہ کہتے ہیں کہ ہم صرف تیل کی گاڑیوں سے رشوت لیتے ہیں آپ لوگ چلے جائیں۔ تو جناب والا! ان چیزوں کو سدھارنا کیا ہم دانتہ طور پر اپنی forces کی رگوں میں corruption کا زہر نہیں بھر رہے ہیں؟ کیا کل ہم یہ موقع کر سکتے ہیں ان forces سے کہ یہ دشمن سے پیسے لے کر مجھے گولی نہیں ماریں گے۔ کل اگر میرے کسی دشمن کو کسی یوینز Checkpost والے کو، ٹینکروالا دس ہزار دیتا ہے اگر وہ ایک لاکھ دے دے کہ اختریہاں سے گزرے گاؤں سے ماردو وہ مجھے بھی مار دیں گے پھر حاجی زابد کی طرح مجھ پر بھی کوئی الزام لگائیں گے کہ جی اس نے یہ کیا تھا اس نے وہ کیا تھا۔ میں حلفیہ کہہ رہا ہوں ہمیں کوئی شہر میں اور اس معاملات میں 2007 سے 2013 تک اس کوئی کے لوگوں کو چوروں سے دہشتگردوں سے اتنا خوف نہیں تھا جتنا security forces کی checkposts سے ہوتا تھا۔ ہم مغرب کے بعد گھر سے نکلنے کی جرأت نہیں کرتے تھے کہ FC والے security forces والے ہمیں روڈ پر کھڑا کر بے عزت کریں گے۔ تو جناب والا! اس حد تک اگر ہم ان کو چھوٹ دیں گے تو میں اس ایوان کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ پھر ہم خود اس State کے ساتھ، اس ریاست کے ساتھ، اس ملک کے ساتھ ہم دشمنی کر رہے ہیں کیونکہ آپ کے ملک کی حفاظت کی ذمہ داری ان security forces کے کندھوں پر ہے۔ دشمن سے لڑنے کی ذمہ داری ان security forces کر رہے ہیں۔ کیونکہ آپ کے ملک کی حفاظت کی ذمہ داری ان سیکورٹی فورسز کے کندھوں پر ہے۔ دہشت گروں کو روکنے کی ذمہ داری ان سیکورٹی فورسز کے کندھوں پر ہے۔ اگر ہم نے ان کو corrupt کر کے ان کی اخلاقیات کو بر باد کر دیا تو وہ دن دور نہیں کہ یہ خود کش سے بھی پیسے لے کر اُس کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر کوئی شہر میں پہنچا کر اس ایوان کو بھی اڑانے میں دری نہیں کریں گے۔ انہیں الفاظ کے ساتھ جناب والا! میری آپ سے اور اس ایوان سے درخواست ہے کہ حاجی زابد کے معاملے میں اس کو استحقاق کیمیٹی کے حوالے کرتے ہیں یا اسٹیشن کوئی committee میں بنائیں اس ذمہ دار کے خلاف جب تک کارروائی نہیں ہوگی۔ ہم دیکھیں کہ یہاں اگر سوالات اٹھ رہے ہیں کہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت یہ کام کیا گیا تو اُس کو دل بھی ماننے کے لیے اور عقل بھی ماننے کے لیے تیار ہوگی کہ ایک MPA کے اوپر بندوق تانے میں ایک نائب تحصیلدار جو وہ ابھی تک اپنی post پر بیٹھا ہے ابھی تک government اُس کو suspend کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے۔ تو اس کا مطلب ہم یہ سمجھیں کہ government نے اس کے کسی ذمہ دار نے، کسی minister نے اس کو کہا تھا کہ حاجی زابد check post پر آ رہا ہے اس کو بے عزت کر دو، اب جب اُس کے کہنے پر اُس نے کیا ہے وہ اُسکی پشت پناہی بھی کر رہا ہے، اس کو support بھی

کر رہا ہے، اُس کو بچانے کی کوشش بھی ہو رہی ہے آج یہی واقعہ حاجی زابد کے ساتھ ہوا ہے کل یہی معاملہ ضروری نہیں ہے کہ صرف اپوزیشن کے ساتھ ہو۔ کل یہی معاملہ ٹریزیری پیپر کے کسی دوست کے ساتھ بھی پیش آ سکتا ہے۔ تو جناب والا! آپ Custodian of the House ہیں۔ ہم اس ہاؤس کے معزز ممبرز ہیں۔ اس ہاؤس کے کسی بھی ممبر کے ساتھ کوئی بھی نارواں سلوک یا اس کا استحقاق مجرور ہوتا ہے تو وہ اُس پر ایکشن لیں اور ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کریں۔ بہت شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی میرضیاء لانگو صاحب۔

میرضیاء اللہ لانگو (وزیر حکمہ داخلہ و قائمی امور و پی ڈی ایم اے): **أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ**۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ دوستوں نے جو تحریک پیش کی جیات بلوج کے حوالے سے۔ جیسے پورے ملک میں، پوری دنیا میں ایک افسوس کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ہمیں اس واقعہ پر انہتائی افسوس ہے۔ اور حکومت کا کبھی یہ موقف نہیں ہے کہ یہ غلطی سے مارا گیا ہے یا غلطی سے ایک گولی ماری جاتی ہے۔ اس کوہاکار نے جان بوجھ کر مارا ہے اور جان بوجھ کر ایک کی بجائے آٹھ گولیاں ماریں ہیں۔ جناب! آپ کی مختلف فورسز ہیں جو ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ جن کے اہلکار بھی ہم میں سے ہیں اور اسی عوام میں سے ہیں۔ یہ انہیں اہلکاروں کے ہاتھوں سے پہلے بھی بہت سے واقعات ہوئے ہیں۔ گورنر پنجاب بھی مارا گیا ہے۔ ابھی اگر ایک اہلکار نے غلطی کی ہے۔ اور اگر اسٹیٹ اسکی پشت پناہی کرتا ہے اور اسکے پیچے کھڑا ہوتا ہے تو اسٹیٹ اور اسکے لوگ جو ہیں اُسکے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ اُس کا طریقہ کاری یہی ہوتا ہے جناب اسپیکر صاحب! کہ اگر کوئی ملزم جرم کرتا ہے تو ہمارے ادارے پولیس کی صورت میں ہیں۔ وہ اسکی FIR کاٹتے ہیں۔ وہ اسکی تفتیش کرتے ہیں۔ اسی طرح جناب اسکی رپورٹ بھی مانگی گئی ہے تمام اداروں سے۔ اور اس کی FIR بھی کٹتی ہے۔ اور جس اہلکار نے مارا ہے وہ اہلکار بھی گرفتار ہو چکا ہے۔ اگر دوران تفتیش اُس کے ساتھ کوئی ملا تھا۔ کسی کے کہنے پر اُس نے کیا تھا تو وہ بھی سامنے آ جائیگا۔ اور اُس کے ساتھ جودوسرے دوست تھے۔ کیونکہ قصہ تفتیش میں چل رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تحقیقات کے بعد بھی سب کچھ ہوتا کہ میں قصہ کو وہ کروں۔ کیونکہ دوست کہیں گے حکومت کی طرف سے انہوں نے کہا۔ تو جناب اسپیکر! کوئی سرکاری ادارہ، کوئی ریاستی ادارہ اس کی بالکل پشت پناہی نہیں کر رہا ہے۔ ہمارے DPO نے خود contact کیا ہے کہ مجھے IGFC کی جانب سے کہا گیا ہے کہ یہ ظلم ہوا ہے۔ ایک ماں کے ساتھ ناجائز ہوا ہے۔ اُس کے بیٹے کو اُس کے سامنے ظلم کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس میں آپ کے ساتھ ہم بھی مزید تعاون کریں گے ہر حالت میں انصاف ہونا چاہیے۔ اور اس ایوان کو ہم انشاء اللہ دکھائیں گے کہ نہ دیت دی

جائے گی نہ ضمانت دی جائے گی ادھر انصاف کا بول بالا ہوگا اور قاتل ضرور اپنے منطقی انعام کو پہنچ جائے گا۔ دوسری بات جناب اسپیکر! زا بد صاحب کے حوالے سے بات ہوئی، زا بد صاحب کا اپنا Point of View ہے۔ یا ایک document کا property کرنا چاہتا ہوں جس میں ہم نے اپنی رپورٹ بھی مانگی ہے اور اُس میں تحصیلدار کا بیان بھی ہے جس میں زا بد صاحب نے بھی کچھ حرکتیں، شرارت کی ہیں، جو تحصیلدار نے اس کو آپ کہتے ہیں تو میں پڑھ کر سناؤں گا آپ لوگوں کو تو اُس کی بھی ابھی کمیٹی بنے گی۔ کمیٹی میں زا بد صاحب کی بات ہم سنیں گے کہ زا بد صاحب نے جو تقریر لمبی لمبی ادھر کی، اور جو ادھر حکومتی موقف آیا ہے اُس کو بھی اپنا پورا پورا حق دینے کا اختیار ہے کہ وہ بھی اپنا موقف دیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں بغیر تحقیقات کے کہ کون گنہگار ہے اور کون بیگناہ ہے۔ تیسرا بات جناب اسپیکر! چیک پوسٹوں کی ہوئی۔ تو میں خود بحثیت وزیر داخلہ اس چیز کو محسوس کر رہا ہوں کہ ہمارے صوبے میں چیک پوسٹس زیادہ ہیں۔ تو میں نے اس بارے میں ACS Home Department کو کہا ہے ایک call ہم نے کی ہے چیک پوسٹوں کے حوالے سے۔ تو انشاء اللہ اس میں بھی ہم خاطر خواہ پیشورفت کر کے House کو بتا دیں گے۔ بہت شکر یہ آپ سب کا۔

میر حمل کلمتی: جناب اسپیکر! جن چیک پوسٹوں سے پیسے لئے جاتے ہیں اُنکا ذکر نہیں ہوا۔ میں ایک چشم دیدگواہ ہوں چھپلی حکومت کا جب سرفراز بگٹی صاحب ہوم منستر تھے تو ایک دن وہ Chief Minister کے ساتھ فاتحہ پر آرہے تھے قدوس بنجھو۔

وزیر محکمہ داخلہ: حمل صاحب بس، ہم سب نے دیکھا ہے مجھے وضاحت کرنے دیں۔

میر حمل کلمتی: وہ دونوں آرہے تھے انہوں نے رنگے ہاتھوں ان چیک پوسٹوں سے بھتہ لیتے ہوئے لوگوں کو کپڑا ہے۔ آج Announce کریں کہ آئندہ کوئی بھتہ جو ڈیزیل والے ہیں وہ بھتہ نہیں دیں گے۔ بطور ہوم منستر آج اس floor پر announce کریں۔ میری Speech میں۔۔۔

وزیر محکمہ داخلہ: میں اس floor پر announce کرتا ہوں۔ پاکستان میں جو بھی جدھر شوت دیتا ہے جس چیک پوسٹ پر دیتا ہے وہ رشوت نہ دیں اور ہمارے یہ دوست۔۔۔ (مداخلت)

میر حمل کلمتی: ضیاء بھائی ایک اور یکوئی نیست ہے۔۔۔ (مداخلت) ضیاء بھائی ایک اور request ہے۔

وزیر داخلہ: آپ لوگ بات کرنے دیں۔ جناب اسپیکر!۔۔۔ (مداخلت)

میر حمل کلمتی: یہاں جتنے لوگ نشیات نیچر ہے ہیں ہمارے بچوں کو اس سرز میں کے لوگوں کو خراب کر رہے

ہیں میری آپ سے request ہے آج آپ اس floor پر تمام پولیس لیویز کو ہدایات دیں کہ منشیات آج کے بعد اس سرزین میں نہیں کئے گا۔

وزیر محکمہ داخلہ: ایک منٹ آپ لوگ بات کرنے دیں۔

میر حمل کلمتی: چونکہ یہ ساری چیزیں پتہ ہے آپ ہمیں ذمہ دایاں دیتے ہو میں اپنے ڈسٹرکٹ میں منشیات فروشوں کی list اور Assistant Commissioner DPO کے آپ کے

پکڑنے میں بھی ساتھ رہیں گے۔

جناب نصراللہ خان زیریں: اعلان کریں کہ تمام چیک پوسٹ ختم جتنی وہاں رشوت خوری ہو رہی ہے۔ بحثہ خوری ہو رہی ہے۔ وہ تمام آج کے بعد ختم ہوں۔ یہ آپ اعلان کر دیں۔ منشیات کے اڈے تمام کوئی شہر میں ہے۔ اور یہ جو ڈیٹھ اسکاؤڈ ہے اس کے خلاف آپ فیصلہ دیں۔

وزیر محکمہ داخلہ و قائمی امور و پی ڈی ایم اے: آپ مجھے بات کرنے چھوڑیں گے یا میں چلا جاؤں؟ ان سب نے بتیں کیس میں نے غور سے سنا ہے۔ اب یہ بات کرنے دیں گے یا میں چلا جاؤں؟ اسپیکر صاحب! حمل صاحب نے بہت اچھی بات کی منشیات کے حوالے سے۔ اس ہاؤس میں انہوں نے یہ بات کی ہے۔ میں اسمبلی کے معزز اپوزیشن کے ارکان کو دعوت دیتا ہوں آجائیں میرے آفس۔ جس قسم کے منشیات کے خلاف ایکشن ہے میرا اس ہاؤس کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں سخت سے سخت ایکشن اس کے خلاف لونگا۔

(مداخلت۔شور) آرہا ہوں جناب! سب پر میں آرہا ہوں۔ باقی چیک پوسٹوں پر یہ قانونی طور پر تو یہ ہے ہی بحثہ۔ کوئی قانونی چیز نہیں ہے کہ میں اس کو ختم کرنے کا اعلان کروں۔ میں اپنی عوام اپنے لوگوں کو یہ کہتا ہوں کہ بالکل کسی چیک پوسٹ پر بحثہ نہ دیں۔ ہمارے دوست، ہمارے ممبر اسمبلی اس کے ثبوت لے آئیں جو چیک پوسٹ لے رہی ہیں۔ کیونکہ کسی کوئی لیں گے، فارغ کریں گے تو اس کیلئے بھی ہمیں ثبوت چاہیے گا یہ قانونی بات ہے۔ یہ کوئی روڑ پر ایسے چلتی پھرتی ہوئی بات نہیں ہے۔ کسی کو عدالت لے جائیں بھی تو وہ ہمارے پاس آیا۔ تو آپ اسی الہکار کا جس طرح سابقہ منسٹر صاحب نے ویڈیو بنائی تھی۔ ایسے آپ لوگ بھی اُنکے خلاف ثبوت لا کیں۔ ہم ضرور ایسے کالی بھیڑوں کے خلاف کارروائی کریں گے۔۔۔ (مداخلت۔شور)

جناب نصراللہ خان زیریں: جناب اسپیکر! میں منسٹر صاحب۔ ایک بات۔ میں جناب اسپیکر صاحب! ہم گئے تھے میر حاصل خان بننجو کے۔۔۔ (مداخلت) جناب اسپیکر! ضیاء صاحب ایک منٹ۔۔۔ (مداخلت۔شور)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اب میں اجلاس ختم کرنے اعلان کرتا ہوں۔ گورنر کا حکم نامہ پڑھ کر سنایا گیا۔

ORDER

In exercise of the powers conferred on me by clause (3) of Article 54 read with Article 127 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973, I Mir Abdul Quddus Bizenjo, Speaker, Provincial Assembly of Balochistan hereby order that on conclusion of Business, the Session of the Provincial Assembly of Balochistan shall stand prorogued on Monday, the 24th August, 2020.

اب اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت تک کے لئے متوجہ کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس رات 11:45 بجے 45 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

